کھانا میں لگاؤں گا 27

غیر مقلد اہل حدیث نہیں رہزن ہیں 40

ملامتی کون ہیں 41

حضور غوث الاعظم کی کرامت 46

بزرگوں کے مزارات کی حاضری باعث برکت 47

بیلہ دعا جائز ہے 52، 58

رویت باری تعالیٰ ممکن ہے 53

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ 62

علم غیب اولیاء کو بھی ہوتا ہے 79

اجمیر شریف کی وجہ شرافت 92

عرس کا ثبوت 92

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی کرامت 93

نذر و نیاز کا ثبوت 96

عبدالرسول کہنا جائز ہے 97

دیوبندی نے لشکل خنزیر گوہ کھایا 106

ولی کی نگاہ کا کمال کتا صاحب کمال ہو گیا 107، 138

میں بیت کا اہل ہوں 110

اسمٰعیل دہلوی نے فتنہ کیا 82

تصور شیخ اور حاضر و ناظر 117

قبر سے فائدہ 118 - 123

مزار کو پختہ اور درست کرنا 124

اولیاء اللہ مدد کرتے ہیں 127، 130

نذر و نیاز جائز ہے 91

وصیت کرنا جائز ہے 99 فتاوی رشیدیہ 168 دار الاشاعت

تصور شیخ جائز ہے 128

اہل سنت و جماعت کے لئے وھابی دیوبندی حوالہ جات

شہزاد احمد مجددی چوراسی

اِمداد المُشتاق

اِلیٰ

اشرف الاخلاق

یہ کتاب اہل سنت و جماعت کے لئے حوالہ جات پر مشتمل ہے۔ تاکہ کوئی وھابی دیوبندی انکار نہ کرسکے۔۔۔۔۔

تصنیف و تالیف

حکیم الاُمت حضرت مولٰینا اشرف علی صاحب تھانویؒ

تذکرہ

حضرت الحاج شاہ محمد امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ

اسلامی کتب خانہ

فضل الٰہی مارکیٹ چوک اردو بازار لاہور

فون: 7223506-7230718

نام کتاب .... امداد المشتاق

تصنیف وتالیف .... مولانا اشرف علی تھانویؒ

ناشر .... اسلامی کتب خانہ

طابع .... خلیل ممتاز

مطبع .... لعل سٹار پرنٹرز لاہور

کمپوزنگ .... فراز کمپوزنگ سنٹر لاہور

فہرست مضامین امدادالمشتاق

بسم اللہ الرحمن الرحیم ط

امداد المشتاق الیٰ اشرف الاخلاق

چندے از تذکرہ شیخ العلماء سید العرفا حجۃ اللہ فی زمانہ و آیۃ اللہ فی اوانہ اعلیٰ حضرت مرشدنا و ہادینا الحاج الحافظ اللہ محمد امداد اللہ قدس اللہ سرہ وافاض علینا برہ کہ جمع کردآندا حقر الانام اشرف برائے نام بفرمایش ولد اوہ عشاق اسم با مسمی مشتاق و ملقب گردانیدش برعایت اسمائے شکر دامداد المشتاق الیٰ اشرف الاخلاق

نفع اللہ تعالیٰ بہا الطالبین وھدی بہا السالکین

اضطراب والتہاب حضرت محبوبی مرشدی کا نام پاک جو اس وقت لسان قلم پر آیا یا دعا کی میرے ساتھ کشاکشی کی وہ حالت ہے جس کی مولانا رومی نے حضرت شمس تبریزی کے نام آنے پر حکایت فرمائی ہے۔

چوں حدیث روئے شمس الدین رسید — شمس چارم آسماں سرور کشید
واجب آمد چوں کہ بردم نام او — شرح کردن رمزے از انعام او
ایں نفس جاں دامنم برتافتہ است — بوئے پیراہان یوسف یافتہ است
کز برائے حق صحبت سالہا — باز گو رمزے از آں خوش حال ہا
تا زمین و آسماں خنداں شود — عقل و روح و دیدہ صد چنداں شود
گفتم اے دور او فتادہ از حبیب — ہمچو بیمارے کہ دور است از طبیب
لاتکلفنی فانی فی الفناء — کلت افہامی فلا احصی ثناء

کل شئے قالہ غیر المفیق   ان تکلف او تصلف لایلیق

ہر چہ میگوید موافق چوں نبود   چوں تکلف نیک نالایق نمود

من چہ گویم یک رگم ہشیار نیست   شرح آں یارے کہ آں رایار نیست

خود ثنا گفتن زمن ترکِ ثناست   کیں دلیل ہستی و ہستی خطاست

شرح ایں ہجران و ایں سوز جگر   ایں زماں بگذار تاوقتِ دگر

قال اطعمنی فانی جائع   فاعتجل فالوقت سیف قاطع

صوفی ابن الوقت باشد اے رفیق   نیست فرواگفتن از شرط طریق

تو مگر خود مرد صوفی نیستی گرا   نقد را از نسیہ خیز و نیستی

گفتمش پوشیدہ خوشتر سریار   خود تو درضمنی حکایت گوش دار

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں   گفتہ آید در حدیث دیگراں

گفت مکشوف برہنہ بے غلول   باز گو رنجم مدہ اے بو الفضول

پردہ بردار و برہنہ گو کہ من   می نگنجم باصنم در پیرہن

گفتم از عریاں شود او ور جہاں   نے تو مانی نے کنارت نے میاں

آرزو میخواہ لیک اندازہ خواہ   برنتا بد کوہ را یک برگ کاہ

بیش ازیں آشوب و خونریزی مجو   بیش ازیں از شمس تبریزی مگو

مگر اتنا فرق ہے کہ اس منازعت میں مولانا اپنی روح پر غالب رہے چنانچہ یہاں حضرت شمسؒ کا تذکرہ بند ہوگیا اور احقر اپنی روح پر اس لیے غالب نہ آسکا کہ اس کے ساتھ ایک دوسری روح مشتاق تقاضے میں شریک ہوگئی اس شرکت کا بقول مسلم دودل یکشود بشکند کوہ را وہ اثر ہوا جو مولانا پر ایک دوسرے مقام پر ایک دوسرے مضمون کے باب میں ایسی ہی شرکت سے ہوا جسکی حکایت اس طرح فرمائی ہے۔

اے حیات دل حسام الدین بسے   میل می جوشد بقسمے ساو سے

قسم ششم در تمام مثنوی پیش کش بہر رضایت می کشم
قسم ساوس در تمام مثنوی پیش کش می آرمت اے معنوی

چنانچہ تمتمہ مثنوی کی کتابت واقع ہوئی اسی طرح میں بھی اس اجتماع روجین سے مغلوب ہو کر کچھ کچھ تذکرہ حضرتؒ کا بلالحاظ ترتیب لکھتا ہوں اس میں زیادہ حصہ سفینہ سے ملتقط ہے اور کچھ سینہ میں محفوظ ہے فاستمعوا وانتفعوا

احقر اشرف علی تھانوی عفا اللہ عنہ نصف اخیر شوال ۱۳۴۳ھ

حالاتِ تاریخی

حال نمبرا: ارباب بصیرت واصحاب خبرت پر ظاہر ہو کہ ولادت باسعادت حضرت ایشاں بتاریخ بست و دوم ماہ صفر المظفر روز دوشنبہ ۱۲۳۳ھ ایک ہزار دوسو تینتیس ہجریہ مقدسہ بمقام قصبہ نانوتہ ضلع سہارنپور ہوئی قصبہ مذکورہ وطن اجداد مادری حضرت کا ہے اسم مبارک والد ماجد نے امداد حسین اور تاریخی نام ظفر احمد رکھا اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی نواسۂ حضرت مستند الوقت جناب حافظ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی قدس سرہما نے بلقب امداد اللہ ملقب فرمایا آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی حضرت حافظ محمد امین بن حضرت حافظ شیخ بڈھا بن حضرت حافظ شیخ بلاقی بن حضرت شیخ عبداللہ بن حضرت شیخ محمد بن حضرت شیخ عبدالکریم بن حضرت شیخ عبدالرحیم بن حضرت شیخ سراج الدین بن حضرت قاضی چندن بن حضرت قاضی محمد موسیٰ بن حضرت قاضی محمد نصر اللہ خاں بن حضرت قاضی محمد یعقوب خاں بن حضرت شیخ نظام الدین بن حضرت شیخ شہاب الدین معروف بہ فرخ شاہ [۱] (شمائم امدادیہ ص ۶)

---

[۱] حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک بار فرمایا کہ حضرت کی عمر اب پچاسی یا چھیاسی سال کی ہے اور میری بہتر سال کی میری پیدائش ۱۲۴۲ھ کی ہے حضرت میں اور مجھ میں تیرہ یا چودہ سال کی کمی بیشی ہے (تذکرۃ الرشید ص ۲۸۲)

[۲] ہمارے قصبہ کے کاغذات میں اسی طرح ہے اور آگے ان کے سلسلہ نسب میں حضرت ابراہیم بن ادہم کا نام بھی ہے مگر ترجیح الراجح مذکور متن میں اس غلطی کا منشاذکر کردیا گیا ہے اور ان فرخ شاہ کی نسبت زبدۃ المقامات میں مضمون ذیل ہے مروی از جلد امراد والعالم وزراء سلاطین کابل بودہ تحتین نزیل ہندوستان اوست کہ از غزنین وکابل بدیار ہند آمدہ گو بندوے باوصاف جتہ موصوف بود وبہ ترویج اسلام وتوہین عہد اصنام معروف ... (از ضمیمہ تحفۃ سادات تنبیہات) اور السلسلۃ المدرسہ میں ہے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ف: فرخ شاہ کے نسب کی تحقیق ترجیح الراجح فصل چہلم النور بابت رمضان و شوال ۱۳۴۳ھ میں ہے جس میں ان کا فاروقی ہونا اور ان کے سلسلہ نسب میں حضرت ابراہیم بن ادہم کا نہ ہونا ثابت کیا گیا ہے۔ حال نمبر ۲ اور اجداد حضرت ایشاں قلبی و روحی فداہ موضع تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں مسکن گزیں تھے (شمائل امدادیہ ص ۷) حال نمبر ۳۔ اور حضرت صاحب مدظلہ وروحی وقلبی فداہ کے دو برادر کلاں و یک برادر و ہمشیر خورد بھی تھیں بڑے بھائی ذوالفقار علی و منجھلے فدا حسین نام تھے اور تیسرے خود حضرت ایشاں اور چھوٹے بھائی بہادر علی و ہمشیرہ بی بی وزیر النساء نام تھیں ابھی زمانہ سن حضرت ایشاں کا صرف سات سال کا تھا کہ حضور کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی حسینی بنت حضرت شیخ علی محمد صدیقی نانوتوی نے انتقال فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون اور وقت وفات

گذشتہ صفحے کا حوالہ: مضمون ہے یہ سلطان شہاب الدین علی جملہ اولیاء کاملین سے ہیں ان کا لقب فرخ شاہ ہے جو سلوک صوفیہ سے پہلے والی کابل رہے ہیں اور سلطنت غزنویہ کے زوال کے بعد آپ ہی کابل سے خروج کر کے کئی بار فوج کثیر کے ساتھ واسطے ترویج اسلام و جہاد کفار اور توہین اصنام کے ہندوستان میں تشریف لائے ہیں اور پھر بامراد بہت سا غنیمت کا مال لے کر کابل کو مراجعت فرما ہوئے آخر الامر ایسی عنایت الٰہی ہوئی کہ آپ کی توجہ سلوک طریقہ علیہ حضرات چشتیہ کے طرف مصروف ہوئی اور اس طریقہ علیہ کے بزرگوں سے مستفید ہو کر کمال کے درجہ کو پہنچے اور ایک عالم آپ کے چشمۂ فیض سے سیراب و کامیاب ہوا۔ ترک سلطنت اور قبول فقہ کے بعد کوہستان کابل میں آپ نے سکونت اختیار کی اور تا مدت عمر وہاں ہی رہ کر فیض رسانی خلق میں مشغول ہوئے اور انتقال کے بعد وہاں ہی دفن ہوئے۔ چنانچہ آج تک وہ موضع شاہ معروف ومشہور ہے اور قبر مبارک زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ اھ تبفیسیر لع الروابط (از تمتمہ سابہ تنبیہات) اور رسالہ عرس کل میں مع ذکر ان کے والد کے یہ مضمون ہے۔ حضرت خواجہ محمود نصیر الدین اعز الدین حسین فاروقیؒ ابن خواجہ محمود فاروقیؒ کی شادی سلطان مسعود غزنوی ابن سلطان محمود غزنوی کی لڑکی سے ہوئی خواجہ نصیر الدین کے بیٹے سلطان شہاب الدین علی معز الدین محمد غوری عرف فرخ شاہ کابلی نے ہندوستان میں چمنستان اسلام کو دوبارہ رونق دی ان ہی کی پشت سے حضرت قطب الاقطاب غوث العالمین رفیع الدین فاروقی عرف امام نماز شاہ تھے جن کو سلطان فیروز شاہ نے سرہند شریف کا پہلا متولی بنا کر بھیجا اور آپ وہیں بس گئے آپ ہی کی نسل سے حضرت زین العابدین فاروقی تھے جن کے ایک بیٹے حضرت عبد الصمد سے حضرت مولانا آذان گاچھی صاحب ہیں اور دوسرے بیٹے حضرت عبد الاحد حضرت امام ربانی احمد فاروقی مجدد الف ثانیؒ کے والد بزرگوار تھے۔ اھ ۱۲۰ منہ

انہوں نے حضرت کے لیے ان الفاظ میں وصیت فرمائی کہ بعد میری وفات کے میرے اس تیسرے بچہ کو کسی وقت بھی کیا بروقت تعلیم کیا کسی اور وقت اور کسی وجہ سے کبھی کوئی شخص ہاتھ نہ لگاوے اور زجر وضرب نہ کرے چنانچہ بعد انتقال والدہ ماجدہ حضرت ایشاں اس کی اس وصیت کی تعمیل میں یہاں تک مبالغہ کیا گیا کہ کسی کو آپ کی تعلیم کی طرف کچھ توجہ والتفات نہ ہوا۔ لیکن چونکہ تائید ربانی ابتدائے خلقت سے مربی حضرت ایشاں کی تھی۔ اس زمانہ صغرسنی میں بھی باوجود عدم توجہی ومطلق العنانی کبھی لہو ولعب نامشروع میں مشغول نہ ہوتے تھے اور اپنے باطنی شوق سے قرآن مجید حفظ کرنا شروع فرمایا اور اپنے شوق سے اکثر حفاظ کو استاد بنایا۔ مگر تقدیرات سے کچھ ایسے موانع پیش آتے گئے کہ نوبت تکمیل حفظ کی نہ پہنچی یہاں تک کہ بتوفیق الٰہی ۱۲۵۸ھ بارہ سو اٹھارون ہجری میں چند دن میں یہاں (یعنی مکہ معظمہ میں) اس کی تکمیل ہوگئی اور سولہ سال کے سن میں وطن شریف سے ہمراہی حضرت مولانا مملوک علی صاحب نانوتوی نور اللہ مرقدہ دہلی کے سفر کا اتفاق ہوا' اسی زمانہ میں چند مختصرات فارسی تحصیل فرمائے اور کچھ صرف ونحو اساتذہ عصر کی خدمت میں حاصل کی اور مولانا رحمت علی صاحب تھانوی نور اللہ مرقدہ سے تکمیل الایمان شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہ کی قرات اخذ فرمائی (شمائم امدادیہ ص ۹) فائدہ جامع کہتا ہے کہ میں نے حافظ عبدالقادر صاحب تھانوی مرحوم سے سنا ہے کہ آپ نے خوشنویسی میر پنجہ کش سے حاصل کی حضرت کے دست مبارک کی لکھی ہوئی وصلیاں بخط نسخ میں نے دیکھی ہیں بہت ہی پرزور قلم ہے اور میں نے ایک حزب البحر اعتصام واختتام کے حضرت کے دست مبارک کی لکھی ہوئی قاضی انعام الحق صاحب رامپوری کے پاس دیکھی جوان کے والد مرحوم کے زمانہ کی لے ہے اور اخیر میں اپنی اجازت کا تذکرہ مع تاریخ تحریر فرمایا ہے ہرچند کہ اس میں حضرت کا نام تو ہے نہیں مگر جہاں تک میری شناخت ہے حضرت ہی کے قلم کی لکھی ہوئی ہے نہایت خوشنما ہے

مہارت در صنائع ضروریہ

حال نمبر۴: جناب مخدوم العالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب سے جو ربط نسب کا تھا حضرت مخدوم کی نانہال ہمارے خاندان میں تھی اور بہن ان کی یہاں بیاہی تھی اکثر نانوتہ تشریف لاتے تھے ان کی خدمت میں حاضر ہوتے اور نہایت محبت واخلاص فرماتے جزو بندی کتاب کی حضرت سے ہم دونوں نے سیکھی اور اپنی لکھی ہوئی کتابوں کی جلدیں باندھیں۔ (سوانح مولینا محمد قاسم صاحب ص ۵)

حال نمبر نمبر۵: ہنوز تکمیل علوم ظاہرہ میسر نہ ہوئی تھی کہ ولولۂ خداطلبی دل اخلاص منزل حضرت ایشاں مین جوش زن ہوا اور بعمر ہیزدہ سالگی دست حق پرست حضرت مولانا نصیر الدین نقشبندی مجدد غازی دہلوی نور اللہ مرقدہ کی خلیفہ ومرید حضرت مولانا شاہ محمد آفاق قدس اللہ سرہٗ الاقدس وشاگرد وداماد حضرت مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی مہاجر و نیز شاگرد حضرت مستند الوقت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی انار اللہ برہانہ تھے۔ طریقہ انیقہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت کی اور اذکار طریقہ نقشبندیہ مجددیہ اخذ فرمائے اور چند دن تک اپنے پیرومرشد کی خدمت میں حاضر رہ کر اجازت وخرقہ سے مشرف ہوئے بعد ازاں بہ الہام غیبی وبجذبہ لذت کلام نبوی مشکوۃ شریف کا ایک ربع قرأۃً عاشق زار رسول انور حضرت مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادی پر گزرانا اور حصن حصین وفقہ اکبر امام الائمہ سراج الامہ امام اعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ قرأۃ حضرت مولانا عبدالرحیم مرحوم نانوتوی سے اخذ کیا اور یہ ہر دو بزرگوار ارشد تلامذۂ عارف مستغرق حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش صاحب کاندھلوی کے تھے اور حضرت مفتی صاحب قدس سرہ خاتم دفتر ششم مثنوی مولانا رومیؒ وشاگرد حکیم امت محمدیہ عارف باللہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے تھے اور مثنوی معنوی حضرت محی الدین مخدومی مولانا شیخ جلال الدین رومی قدس اللہ روحہ کو جس میں معانی کتاب وسنت کو

زبان فارسی میں لا کر بطرز حمید و عنوان جدید ادا فرمایا ہے اور اس شعر میں ہے۔

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

خود اس نکتہ عیب کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور اس کے طرز بیان میں شور عشق بحسن اسلوب زیادہ کیا ہے اور اس ادائے خاص میں امام العاشقین تھے اور گویا کہ جذبات الٰہیہ واسرار صمدیا ان کے لیے ودیعت رکھے گئے تھے اور اصول دینیہ اور اسرار معارف ربانیہ کو انواع الواع طریقوں سے ظاہر ہویدا فرمایا ہے بالجملہ تعریف مثنوی معنوی جو کچھ کہ کیجاوے ایک منجملہ سو کے بھی نہ ہو سکے گی ناگزیر خاموشی کی آبروریزی نہ کر کے اس قلیل فقرات پر کہ دال کثیر پر ہیں بس کیا مولانا شاہ عبدالرزاقؒ سے قرأۃً اخذ کیا اور نمک خمیر اپنے ولولۂ دل کا بنایا اور شیخ مولانا عبدالرزاق نے مثنوی معنوی کو جناب حضرت مولانا شیخ ابوالحسنؒ سے قرأۃً لیا تھا اور شیخ ابوالحسن نے اپنے والد ماجد حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش کاندھلوی مذکور خاتم دفتر ششم سے کافۃ وقرأۃً حاصل کیا تھا۔ اور حضرت مولانا مفتیؒ نے عالم رویا میں مصنف قدس سرہ سے پڑھا تھا اور واسطے ختم دفتر ششم کے مامور ہوئے تھے الحاصل چونکہ حضرت ایشاں نے مطالعہ مثنوی کو بطور ورد کے معمول فرمایا تھا خاطر اقدس کو ایک حرکت بلیغ پیدا ہوئی تھی اور جوش وخروش باطنی آئینہ چہرہ انور سے ظاہر ہوتا تھا۔ اور داعیہ تکمیل سلوک ساحت سینہ صفا گنجینہ میں جلوۂ اضطرار ڈالتا تھا۔ یہاں تک کہ اسی درمیان ایک دن آپ نے خواب دیکھا کہ مجلس اعلیٰ واقدس حضرت سرور عالم مرشد اتم ﷺ میں حاضر ہوں غایت رعب سے قدم آگے نہیں بڑھتا ہے کہ ناگاہ میرے جد امجد حضرت حافظ بلاقیؒ تشریف لائے اور میرا ہاتھ پکڑ کر حضور حضرت نبوی ﷺ میں پہنچا دیا اور آنحضرت ﷺ نے میرا ہاتھ لے کر حوالہ حضرت میاں جیو صاحب چشتی قدس سرہ کے کر دیا اور اس وقت تک بعالم ظاہر میانجیو صاحبؒ سے کسی طرح کا تعارف نہ تھا بیان فرماتے ہیں کہ جب میں

ﷺ نے میرا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دیا اور خود مجھ کو ان کے سپرد فرمایا اسی طرح کئی سال گذر گئے کہ ایک دن حضرت استاذ مولانا محمد قلندر محدث جلال آبادیؒ نے میرے اضطرار کو دیکھ کر بکمال شفقت وعنایت فرمایا کہ تم کیوں پریشان ہوتے ہو موضع لوہاری یہاں سے قریب ہے وہاں جاؤ اور حضرت میانجیو صاحب سے ملاقات کرو شاید مقصود ولی کو پہنچو اور اس حیص و بیص سے نجات پاؤ جناب ایشاں بیان فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت مولانا سے میں نے یہ سنا متفکر ہوا اور دل میں سوچنے لگا کہ کیا کروں آخر بلالحاظ سواری وغیرہ میں نے فوراً راہ لوہاری کی لی اور شدت[1] سفر سے حیران و پریشان چلا جاتا تھا یہاں تک کہ پیروں میں آبلے پڑ گئے بارے بہ کشش و کوشش آستانہ شریف پر حاضر ہوا اور جیسے ہی دور سے جمال باکمال جناب شاں ملاحظہ کیا صورت انور کو کہ خواب میں دیکھا تھا بخوبی پہچانا اور محو خود رفتگی ہو گیا اور آپ سے گذر گیا اور افتاں و خیزاں ان کے حضور میں پہنچ کر قدموں پر گر پڑا حضرت میانجیو صاحب قدس اللہ اسرارہٗ نے میرے سر کو اٹھایا اور اپنے سینہ نور گنجینہ سے لگایا اور بکمال رحمت و عنایت فرمایا۔ کہ تم کو اپنے خواب پر کامل وثوق و یقین ہے۔ یہ پہلی کرامت منجملہ کرامات حضرت میانجیو صاحب کی ظاہر ہوئی۔ اور دل کو بکمال استحکام مائل بخود کیا۔ الحاصل ایک مدت خدمت بابرکت جناب موصوف میں حلقہ نشین رہے اور تکمیل سلوک سلاسل اربعہ عموماً و طریق چشتیہ صابریہ خصوصا کیا اور خرقہ و خلافت تامہ و اجازت خاصہ و عامہ سے مشرف ہوئے بعد عطائے خلافت حضرت میانجیو صاحب نے فرمایا کہ کیا چاہتے ہو تسخیر یا کیمیا جس کی رغبت ہو وہ تم کو بخشوں آپ یہ سن کر رونے لگے اور عرض کیا کہ دنیا کے واسطے آپ کا دامن نہیں پکڑا ہے خدا کو چاہتا ہوں وہی مجھ کو بس ہے حضرت میانجیو صاحب قدس سرہ یہ جواب نمکین سن کر بہت مسرور و

---

[1] مسافت تو زیادہ نہیں لیکن غالباً پیادہ روی کی عادت نہ ہونے سے یا موسم کی شدت سے ایسا اتفاق

خوش مزہ ہوئے اور آپ کو بغل گیر فرما کر علو ہمت پر آفرین کی اور دعاہائے جزیلہ وجمیلہ دین اور خود حضرت میانجیو صاحب انار اللہ ضریحہ نے ۱۲۵۹ ایک ہزار دوسوانسٹھ ہجری میں رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط

بعد ازاں گونہ قلب مبارک میں جذبہ الٰہیہ پیدا ہوا اور آپ آبادی سے ویرانہ کو چلے گئے مخلوق سے نفرت فرماتے تھے اور جنگل پنجاب وغیرہ میں بسر فرماتے تھے اور اکثر دولت فاقہ سے کہ سنت نبویہ ﷺ ہے مشرف ہوتے تھے یہاں تک کہ آٹھ آٹھ روز اور کبھی زیادہ گزر جاتے اور ذرا سی چیز حلق مبارک میں نہ جاتی اور حالت شدت بھوک میں اسرار و عجائب فاقہ مکشوف ہوتے تھے بیان فرماتے تھے کہ ایک دن بہت بھوک کی تکلیف میں ایک دوست سے کہ نہایت خلوص دلی رکھتا تھا چند روپے میں نے بطور قرض مانگے باوجود موجود ہونے کے انکار صاف کر دیا اس کی اس نا اتفاقی سے تکدر و ملال دل میں پیدا ہو چند منٹ کے بعد تجلی توحید افعالی نے استعلاء فرمایا اور معلوم ہوا کہ یہ فیل فاعل حقیقی سے متکون ہوا ہے اس وقت سے خلوص اس دولت کا زائد ہوا اور وہ تکدر مبدل بہ لطف ہو گیا اس واقعہ کو چند ماہ گذرے تھے کہ میں مراقبہ میں تھا سیدنا جبرئیل وسیدنا میکائیل علیہما السلام کو بغایت جلال ملکانی و نہایت جمال نورانی سنبل کاکل سیاہ کندھے پر ڈالے ہوئے اور سبزہ نہ اوگا ہوا دیکھا محو خود رفتہ ہو گیا جو لذت کہ حاصل ہوئی احاطۂ بیان میں نہیں آسکتی اور وہ دونوں تبسم کنان و زدیدہ نگاہ سے دیکھتے ہوئے اسی طرح چلے گئے اور کچھ نہ کھایا۔ راقم (مؤلف) ہیچکارہ نے بخدمت حضرت ایشان قلبی وروحی فداہ عرض کیا کہ تعبیر دیکھنے ان فرشتگان اولوالعزم کیا تھی۔ ارشاد فرمایا کہ مرتبہ نزدیکی کا مجھ پر ظاہر ہوا کیونکہ دیکھنا جبرئیل کا بشارت اس امر کی ہے کہ بفضلہٖ سبحانہ حصۂ وافر علم وتعلیم و ارشاد و ہدایت سے مجھ کو مرحمت ہوگا۔ کہ یہ خدمت ان کو تفویض ہے اور دیکھنا میکائیل کا اشارہ ہے اس طرف کہ مایحتاج بہ فی الدینا بے تکلف میسر آوے کہ قسمت او قسم رزق کی حضرت

میکائیل سے متعلق ہے۔ راقم ہیچمیرز (مؤلف) عرض کرتا ہے کہ فی الواقع ایسا ہی ہوا سائل چندمنٹ میں ایک ادنیٰ اشارہ حضرت ایشان سے صاحب حال ہوتا ہے۔ ایک شخص نے راس الاذکیا مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی سے پوچھا کہ حضرت مخدوم عالم حاجی امداداللہ صاحب عالم بھی ہیں اس کے جواب میں فرمایا کہ عالم ہونا کیا معنی اللہ نے ان کی ذات پاک کو عالم گر فرمایا ہے اور نیز رسالۂ آبحیات میں لکھتے ہیں میں جس وقت مکہ معظمہ میں زیارت حضرت ایشاں سے شرف اندوز ہوا بوجہ تہیدستی دین و دنیا کچھ پیش کش نہ کر سکا بجز اس کے کہ ان ہی اوراق سیاہ مسودہ کو پیش کش کر کے رسم پیش کش بجالایا۔ شکریہ عنایت گرامی کس زبان سے ادا کروں کہ اس ہدیہ محقرہ کو قبول فرمایا۔ اور اس کے صلہ میں دعاہائے جزیلہ فرمائیں اور تصحیح وجدانی و تحسین لسانی زیادہ کیا اور میری تسکین فرمائی کہ بسبب اپنی کم مائگی و ہیچدانی کے اس تحریر کی صحت میں جو تردد مجھ کو تھا رفع ہو گیا پھر اب اگر کوئی یہ سمجھے ضرور تھوڑا متعجب ہو کہ کجا تحقیق و تنقیح قاسم نادان اور کجا یہ صحت و تصحیح یہ تمام نورافشانی بدولت اسی شمس العارفین کے ہے اور اس جگہ میں مثل زبان دوست و قلم واسطۂ ظہور مضامین مکنونہ دل عرش منزل حضرت ایشان ہوا ہوں ورنہ اپنی ہیچمدانی اس بے سروسامانی و پریشانی پر دو شاہد عادل ہیں جن سے انکار نہیں کر سکتا۔ انتہی بترجمۃ راقم مسکین (مؤلف) نے اکثر زبان حق ترجمان حضرت ایشان قلبی وروحی فداہ سے سنا ہے کہ آپ نے بیان فرمایا کہ مولوی محمد قاسم مرحوم کو میری زبان بنایا تھا جیسے مولانا روم کو حضرت شمس تبریز قدس سرہ کی بنایا تھا اور نیز حضرت مدظلہ العالی نے بیان فرمایا کہ اسی زمانہ میں مراقبے میں میں نے حضرت شیخ الشیوخ خواجہ معین الدین چشتی کو دیکھا۔

قدسنا اللہ اسرارہ کہ فرماتے ہیں کہ میں نے تمہارے ہاتھ پر زر خطیر کا صرف رکھا یہ سن کر میں رونے لگا اور عرض کیا کہ میں نے اس لیے قدم شریف نہیں پکڑے ہیں اور میں قوت تحمل اس خدمت کی بھی نہیں رکھتا ہوں ہاں ایک قطرہ بحار سینہ بے کینہ

انوار گنجینۂ حضرت والا سے چاہتا ہوں کہ سوائے معارف حضرت حق کے نہیں ہے حضرت خواجہ روح اللہ روحہ نے تسکین فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ اس وقت سے کوئی حاجت ضرور یہ دینویہ تمہاری بند نہ رہے گی جس قدر ضرورت ہوگی بوجہ نیک رفع ہو جائے گی فالحمدللہ کہ اس وقت سے ایسا ہی ظہور میں آیا جیسا کہ حضرت خواجہ نوراللہ ضریحہ نے ارشاد فرمایا اور نیز اسی دن خدمت اشہر فقراء زمان صاحب تمکن وعرفان مولانا سید قطب علی جلال آبادی قادریؒ میں بتقریب فاتحۂ والدہ ماجدہ حضرت ممدوح گیا تھا حضرت سید صاحب موصوف بکمال عنایت واخلاق پیش آئے اور فرمایا کہ میں خود آپ کے پاس ارادۂ حاضری رکھتا تھا تاکہ تم کو بشارت پہنچاؤں اور مبارکباد دوں نسبت اس واقعہ کے جو میں نے دیکھا ہے یعنی میں نے عالم واقعہ میں تمام اولیاء کو عموماً وحضرات خواجگان چشت کو خصوصاً دیکھا ذکر تمہارا سنا ایک صاحب نے ان میں سے تمہاری نسبت فرمایا کہ مصارف ان کے بہت ہیں اور آمدنی اقل قلیل۔ اس کے جواب میں بزرگان چشت نے فرمایا اقدس سرہم کہ ہاں ایسا ہی تھا۔ لیکن فی الحال واسطے رفع مایحتاج بہ ان کے لیے وظیفہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ اب جس قدر کہ حاجت ہوگی۔ عنایت ہوا کرے گا۔

فالحمدللہ علی نوالہ کہ تب سے رفع ضروریات لاحقہ بلاتردد وتفکر غیب سے ہوتا ہے راقم عاجز نے بچشم خود دیکھا ہے کہ مصارف کثیر بے سبب ظاہری باحسن وجوہ انجام پاتے ہیں یہاں سے معلوم ہوا کہ استغنائے تام پرستاران حضرت ایشاں سے ہے کبھی اغنیاء وامراء کے یہاں قدم رنجہ نہیں فرماتے بلکہ ان کی طرف اس قدر التفات بھی نہیں کرتے جتنا کہ فقراء ومساکین پر نظر ہوتی ہے لا جو کوئی کہ خادم خاص ہے اور جسۃ للہ بخدمت عظامی حاضر ہوتا ہے کہ وہ بھی درویشی کے رنگ میں ہوتا ہے اور قصہ حاجی نواب فیض علی خان مرحوم برادر نواب محمود علی خاں رئیس چھتاری مشہور و معروف ہے اور یہ حالت جذب وصحرا نوردی تقریباً چھ ماہ تک رہی۔ راقم مسکین

نور اللہ قلبہ بنور العرفان عرض رسا ہے کہ میں نے ثقات سے سنا ہے کہ اس زمانہ میں کوئی شخص ایسا نہ تھا۔ کہ آپ کے سامنے سے گزر کرتا اور متاثر نہ ہوتا اور اس پر رعب نہ ہوتا پھر توجہ و التفات کی حالت کا کیا ذکر اور اسی حالت ذوق و شوق میں ۱۲۶۰ ایک ہزار دو سو ساٹھ ہجری قدسی میں سید کائنات اشرف مخلوقات ﷺ کو خواب میں دیکھا فرماتے ہیں کہ تم ہمارے پاس آؤ یہ خواب دیکھ کر خواہش زیارت مدینہ طیبہ ول عشق منزل میں متمکن ہوئی یہاں تک کہ بلا فکر زاد راحلہ کے آپ نے عزم مدینہ منورہ کر دیا۔ اور چل کھڑے ہوئے جب ایک گاؤں میں پہنچے۔ آپ کے بھائیوں نے کچھ زاد و راحلہ روانہ کیا۔ حضور نے اس کو بخوشی خاطر قبول کیا اور روانہ ہوئے یہاں تک کہ پنجم ذی الحجہ ۱۲۶۱ بارہ سو اکسٹھ ہجری کو بمقام بندر لیس کہ متصل بندر جدہ کے ہے جہاز سے اترے اور براہ راست عرفات کو تشریف لے گئے اور جملہ ارکان حج بجالائے اور مکہ معظمہ میں حضرت مشہور فی الآفاق مولانا محمد اسحاق محدث حنفی دہلوی ثم المکی قدس سرہٗ و حضرت عارف باللہ شاہ قدریہ اللہ حنفی بناری ثم المکی سے کہ کرامات و خرق عادات میں مشہور تھے فیض و فوائد حاصل کئے اور حضرت مولانا شاہ محمد اسحاقؒ نے چند وصایل فرایہ فرمائے۔ از انجملہ یہ کہ اپنے کو کمترین مخلوقات سمجھنا چاہیے اور یہ کہ تا امکان خود قوت حرام و مشتبہ سے پرہیز واجب جانے کیونکہ لقمۂ مشتبہ و حرام سے برابر نقصان ہے اور مراقبہ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی تعلیم فرمایا کہ ملاحظہ معنے صورت رویت حق تعالیٰ خود کو ملاحظہ کرے اور اس پر مواظبت رکھے تا کہ وجدان صورت ملکہ کا ہووے۔ اور دوسری باتیں تعلیم فرمائیں اور اپنے خاندان کے معمولات کی اجازت دی اور فرمایا کہ فی الحال بعد زیارت مدینہ طیبہ تمہارا ہند کا جانا قرین مصلحت ہے پھر انشاء اللہ تعالیٰ تمام تعلقات منقطع کر کے اور یہ ہمت تمام یہاں آؤ گے۔ البتہ چندے صبر ضروری ہے۔ اس وقت مدینہ منورہ کا راستہ مامون تھا۔ اور کوئی شورش بدویون وغیرہ کی نہ تھی۔ اور آپ کے دل شوق منزل کو سخت اضطراب و قلق مدینہ طیبہ کی حاضری کا تھا کہ علت غائی

اس سفر کی بھی تھی۔ خیال تھا کہ اگر وہاں جانا نہ ہوا تو گویا تمام محنت مفت رائگان ہوئی۔ بالآخر آپ نے یہ انتشار بحضور جناب سید قدرت اللہ وسابق الذکر، عرض کیا حضرت سید صاحب نے تسکین فرمائی اور چند بدوی مریدان خودکو آپ کے سپرد کیا اور حکم دیا کہ بحفاظت تمام ان کو مدینہ طیبہ لے جاؤ اور ان کے قلب کو کوئی رنج نہ پہنچنے پائے کیونکہ ان کے ملال سے تمہاری عاقبت کی خرابی متصور ہے مولانا فرماتے ہیں ۔

ہیچ قومے راخدا رسوانہ کرد تا دل صاحبدلے نامد بدرد

بالجملہ آپ مدینہ منورہ کو روانہ ہوئے اور دل میں خیال آیا کہ اگر کوئی عامل کامل و عارف واصل بلا میری طلب کے اجازت پڑھنے درود تنجینا کی دیتا تو بہت اچھا ہوتا بارے بفضلہٖ تعالیٰ اس جوار پاک شاہ لولاک میں پہنچے اور شرف جواب صلوۃ وسلام حضرت خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے اور عارف خدا حضرت شاہ غلام مرتضیٰ جھنجھانوی ثم المدنی سے ملاقات فرمائی اور اپنے شوق ولی کا نسبت قیام مدینہ منورہ کے اظہار فرمایا حضرت شاہ صاحب ممدوح نے فرمایا کہ ابھی جاؤ چندے صبر کرو پھر انشاء اللہ یہاں بہت جلد آؤ گے اور صاحب جذب واحسان حضرت مولانا شاہ گل محمد خان صاحبؒ سے کہ متوطن قدیم رامپور تھے اور عرصہ تیس سال سے مجاور روضۂ شریف تھے ملاقات کی اور ان کی خدمت سے بہت فوائد حاصل کئے اور حضرت خانصاحب موصوف نے بلا ذکر وطلب اجازت درود تنجینا کی دی۔ کہ ہر روز اگر ممکن ہو ایک ہزار بار ورنہ تین سو ساٹھ بار پڑھا کرو اور اگر اس قدر میں بھی وقت نہ ہوتو اکتالیس بار تو ضرور پڑھا کرو اور ہرگز ناغہ نہ ہونے پائے کہ اس میں بہت سے فوائد ہیں راقم (مؤلف) کہتا ہے کہ حضرت نے کمال خادم نوازی سے مجھ کو اس درود شریف و دیگر فوائد کی اجازت عطا فرمائی اور فقیر نے اس کو اپنا معمول کرلیا ہے اور بہت کچھ فوائد پاتا ہے اور درمیان روضہ شریفہ ومنبر کریمہ کہ روضہ من ریاض الجنۃ اس کی شان ہے مراقب فرمایا معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ قبر مقدس خود سے بصورت حضرت

میانجیو صاحب قدس سرہ نکلے اور عمامہ لیا ہوا اور وتر اپنے دست مبارک میں لیے ہوئے تھے میرے سر پر غایت شفقت سے رکھ دیا اور کچھ نہ فرمایا اور واپس تشریف لے گئے۔ راقم مسکین کہتا ہے کہ یہ عبارت ہے اجازت مطلقہ آنجناب رسالت مآب ﷺ سے اور پیچیدہ وتر ہونا عمامہ کا اشارہ ہے طرف سلوک بعد جذب و تمکین بعد تلوین و بقا بعد فنا کے و نیز مجموعہ اشارہ اجازت واپسی وطن کا ہے۔ پس جبکہ یہ اشارہ ہو چکا تو آپ وہاں سے روانہ ہوئے اور بفضلہ تعالیٰ بعافیت تمام مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً میں داخل ہوئے اور چند دن معظمہ میں رہ کر وطن کو روانہ ہوئے اور چند دن میں اللہ کی مدد سے وطن میں آ پہنچے۔ اور دیدۂ منتظران کو تروتازگی بخشی (شمائم امدادیہ ص ۱۱)

فائدہ اور اس سے اوپر کے حال میں حرب البحر کی جس اجازت کا ذکر ہے اس کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی سفر کا واقعہ ہے چنانچہ وہ عبارت خاص حضرت کی لکھی ہوئی یہ ہے اجازت ایں جزب البحراز زین العابدین بن محمد از اولاد حضرت خواجہ ابوالحسن شاذلی" بتاریخ ہفدہم ربیع الثانی ۱۲۶۰ روز یکشنبہ بمقام محہ رسیدہ گرفتہ شدہ است اور معلوم ہوتا ہے کہ پھر محہ سے بندر لیس پنجم ذی الحجہ ۱۲۶۱ھ کو اترے جس کا ذکر اس حال میں ہے واللہ اعلم اور یہ امر قابل غور ہے کہ ان دو مدتوں کے درمیان ڈیڑھ برس ہوتا ہے۔ تو ڈیڑھ برس کہاں قیام رہا شاید یہ پنجم ذالحجہ بھی ۱۲۶۰ھ ہی کا ہو تو اس صورت میں دوسرا سوال ہوگا کہ آگے نفخہ سوم شمائم میں معاودت ۱۲۶۲ھ میں لکھی ہے شاید وہ ۱۲۶۱ھ ہو اور ظاہراً اس تعارض میں حضرت کی تحریر کو ترجیح ہوگی اور تعارض کو سہو ناقل پر محمول کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

حال نمبر ۵: اعلیٰ حضرت فاروقی نسب حنفی المذہب حقیقت آگاہ معرفت دستگاہ حافظ سید السادات العظام افتخار المشائخ الاعلام مرکز الخواص والعوام منبع البرکات القدسیہ مظہر الفیوضات المرضیہ معدن المعارف الالٰہیہ مخزن الحقائق مجمع الدقائق سراج اقرانہ قدوۃ اہل زمانہ سلطان العارفین ملک التارکین غوث الکاملین غیاث

الطالبین سلاسل اربعہ میں مشائخ اعلام سے بیعت چمنستان حب الٰہی کے پھول گو ظاہری علم شریعت میں علامہ دوران اور مشہور زمان مولوی نہ تھے مگر علم لدنی کے جامہ عنبر شمامہ سے اراستہ اور نور عرفان وایقان کے زیورات سے سرتا پا پیراستہ شیخ وقت قصبہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر کو محبط انوار و برکات اور مطرح فیوض وتجلیات بنائے ہوئے تھے۔

خلقۃ یہ ضعیف ونحیف خفیف اللحم اسپر مجاہدات وریاضات اور تقلیل طعام و منام اور سب سے بڑھ کر عشق حسن ازلی جو استخوان تک کو گھلا دیتا ہے جس کے باعث آخر میں کروٹ تک بدلنا دشوار تھا۔ آپ کا دل عشق منزل ہر وقت نشہ لقاء میں سرشار تھا۔

ایام غدر میں قصہ فساد والزام بغاوت کے زمانہ میں مکہ معظمہ ہجرت فرمائے ہوئے اور کل چوراسی سال تین مہینہ بیس روز گوشہائے عالم دنیا کو منور فرما کر بارہ یا تیرہ جمادی الاخر ۱۳۱۷ھ بروز چارشنبہ بوقت اذان صبح اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوئے اور جنت المعلیٰ (مقبرہ مکہ معظمہ) میں مولوی رحمت اللہ کی قبر کے متصل مدفون ہوئے اثاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ

اعلیٰ حضرت گھر سے خوشحال اور موروثی جائیداد کا معقول حصہ پائے ہوئے تھے۔ جو بظاہر الحال گذران معیشت کے لیے کافی ووافی سامان تھا۔ مگر آپ کا قلب سلیم چونکہ بالطبع زہد وتوکل کا شیدا تھا اس لیے آپ نے اپنی ساری جائیداد وسکنی و زرعی اپنے بھائی کے نام منتقل کردی اور مسجد کے حجرہ کو مسکن بنایا تھا۔ اعلیٰ حضرت زاویہ خمول کی زیست اور گمنامی کے ساتھ ایام گزاری کی جانب بہت راغب تھے اس لیے ہمیشہ اپنے کو چھپایا اور علیحدگی ویکسوئی کو اخفاء وکتمان حال کا سبب بنایا۔ مگر بقول ۔

مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید

اپنے چھپائے کب چھپ سکتے تھے۔ خدائی مخلوق نے جبہہ سائی کو فخر سمجھا۔ اور جیسا کہ دین کا اپنے زمانہ ولادت سے حال رہا ہے۔ غربا و مساکین اور عوام الناس طالب دین نیک بندوں کی آمد شروع ہوئی مجبوراً امتثالاً للامر آپ طالبین کو بیعت

فرماتے اور اللہ کا نام سیکھنے کے لیے آنے والی خلقت کی دستگیری فرماتے تھے، آخر طالبین کا ہجوم دن بدن بڑھتا گیا اور آپ اسی توکل کے وسیع خوان پر مہمانوں کی بخوشی ضیافت فرماتے رہے یہاں تک کہ آپ کی بھاوج نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ موروثی جائیداد آپ منتقل فرما چکے خود توکل پر بعسرت وفقر گذران ہے پھر اس پر مہمانوں کی کثرت اور نو واردو مسافروں کی زیادتی گو آپ کو بار نہ معلوم ہو۔ مگر میری غیرت تقاضا نہیں کرتی۔ کہ اس خدمت سے چشم پوشی کروں اس لیے آج سے جتنے مہمان آئیں ان کی اطلاح غریب خانہ پر فرمادیں ان کا کھانا دونوں وقت یہاں سے آئے گا اوّل تو اعلیٰ حضرت نے انکار فرمایا۔ کہ نہیں میرے مہمان ہیں ان کی خدمت کا مجھ ہی پر حق ہے۔ مگر آخر بھابی صاحبہ کے اصرار کے سبب جو محض اخلاص کے ساتھ تھا آپ نے قبول فرمالیا اور اس روز سے مہمانوں کا کھانا دونوں وقت وہاں سے آنے لگا اعلیٰ حضرت کی بھاوج کا حسن اعتقاد اور مخلصانہ برتاؤ تھا کہ مہمانوں کا کھانا خود پکاتی تھیں اور کسی مہمان کے ناوقت آنے سے بھی کبھی تنگدل نہ ہوتی تھیں۔ ایک دن اعلیٰ حضرت نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول ﷺ تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔ اعلیٰ حضرت کی اس مبارک خواب کی تعبیر کا ظہور حضرت امام ربانی محدث گنگوہی سے شروع ہوا اس لیے علماء میں آپ ہی پہلے عالم ہیں جو اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے آپ کے بعد چاروانگ عالم سے جوق جوق علماء کی آمد شروع ہوئی اور اعلیٰ حضرت کو علماء کا شیخ و راہبر بننے میں وہ رتبہ علیا حاصل ہوا کہ جس کی نظیر دنیا میں سلفا وخلفا شاید ایک دو مل سکے اس رویا صالحہ ہی کا ثمرہ تھا کہ تخمیناً سات آٹھ سو علماء سے زیادہ اعلیٰ حضرت کے مرید ہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (تذکرہ الرشید ص ۴۵)

استفادہ علماء وقبول مشائخ تازمان ہجرت

حال مشتملبر قصہ بیعت حضرت گنگوہیؒ امام ربانی قطب صمدانی

حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ تھانہ بھون میں داخل ہوتے ہی اوّل پیر محمد والی مسجد میں پہنچے دیکھا کہ ظہر کی نماز ہو چکی ہے اور اعلیٰ حضرت اپنی سروری میں بیٹھے ہوئے تلاوت قرآن مجید میں مشغول ہیں۔ حضرت مولانا حاضر خدمت ہوئے اور ختم تلاوت پر سلام مسنون عرض کر کے بیٹھ گئے اس سے قبل غالباً ایک مرتبہ دہلی اور دو مرتبہ گنگوہ اور ایک مرتبہ گزرگاہ وطن جا کر تھوڑی دیر کے لیے تھانہ بھون میں اعلیٰ حضرت کی زیارت ہوئی تھی۔ یہ پانچویں ملاقات تھی مگر یوں کہنا چاہیے وطن میں اعلیٰ حضرت کے مہمان بن کر حاضری کا عمر بھر میں آپ کو پہلا اتفاق تھا۔ اعلیٰ حضرت نہایت ہی کریمانہ اخلاق سے پیش آئے اور غایت درجہ خاطر و مدارات فرمائی اور دریافت فرمایا کہ کیسے آئے حضرت امام ربانی نے (ایک عالم کے ساتھ) مناظرہ کا قصد ظاہر کیا اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہاہا ایسا ارادہ نہ کرنا میاں وہ ہمارے بزرگ ہیں بڑے ہیں بس مباحثہ کا تو اسی جگہ فیصلہ ہو گیا اور حضرت یہ کہہ کر خاموش ہو گئے کہ حضرت آپ کے بڑے ہیں تو میرے بھی بڑے ہیں اس کے بعد ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں اور آپ نے موقع پا کر بالفاظ مناسب بیعت ہونے کی درخواست کی اعلیٰ حضرت اطاب اللہ ثراہ نے عادت شریفہ کے موافق بیعت میں تامل ہی نہیں فرمایا بلکہ طلب صادق کو امتحان کی کسوٹی پر کس نے اور اعتقاد و شوق بڑھانے کے لیے صورۃً

والا ایک جسم تھا جو سرتاپا طلب بنا ہوا تھا نخوتِ علم و تکبر مولویت نام کو بھی نہ تھی اور جو کچھ تھی وہ پہلی ہی گفتگو پر نکل چکی تھی۔ پس نتیجہ امتحان یہ تھا۔ کہ جتنا ادھر سے انکار تھا اسی قدر ادھر سے اصرار اور جس قدر اس جانب سے استغفار کا برتاؤ تھا اتنا ہی اس طرف سے احتیاج و افتقار کا اظہار چونکہ پیران عظام ہمیشہ طالب صادق اور ہونہار کی تلاش میں رہتے ہیں۔ اس لیے انہیں امتحان والے دو تین دن میں ایک دوسرے بزرگ نے بھی جن سے مناظرہ کرنے تشریف لائے تھے طرح طرح سے آپ کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَیْنِ فِیْ جَوْفِهٖ صاحب دل کا ایک دل چونکہ ایک کا ہو لیا تھا اس لیے نہ پھرنا تھا نہ پھرا اور ثابت قدم کو وہ استقلال کے پاؤں ایک مخصوص آستانہ کی جانب لپک چکے اور امداد یہ دربار گھر بار میں جم چکے تھے اس لیے نہ گئے تھے وڈ گے چنانچہ اسی اثناء میں حافظ ضامن صاحب شہیدؒ آپ سے آنے کا سبب اور حال پوچھنے لگے تو آپ نے بے اختیار فرمایا جو ہر دل کا میلان ہے وہ قبول نہیں کرتے دوسرے اپنی طرف کھینچتے ہیں عجب قصہ ہے جناب حافظ صاحب نے دلاسا دیا اور فرمایا کہ ابھی جلدی کیا ہے چند روز ٹھہرو یہاں کے حالات دیکھو آخر جب آپ کی پختگی ہر طرح ظاہر ہوگئی تو جناب حافظ ضامن صاحبؒ نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں سفارش کا اجر حاصل فرمایا اور تھانہ کی حاضری سے دو تین روز کے بعد آپ کو سلاسل اربعہ میں اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت حاصل ہوئی۔ حضرت مولانا قدس سرہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جب اعلیٰ حضرت کے دست مبارک پر بیعت ہونے کا وقت آیا تو میں نے عرض کیا کہ حضرت ذکر و شغل اور محنت و مجاہدہ کچھ نہیں ہوسکتا اور نہ رات کو اٹھا جائے اعلیٰ حضرت نے تبسم کے ساتھ فرمایا اچھا کیا مضائقہ ہے اس مذکرہ پر کسی خادم نے دریافت کیا کہ حضرت پیر کیا ہوا؟ تو آپ نے جواب دیا اور عجیب ہی جواب دیا کہ پھر تو مرمٹا'' القصہ حضرت مولانا قدس سرہ

شب کے وقت اعلیٰ حضرت نے وہ چارپائی جس پر آپ استراحت فرماتے تھے آپ پلنگ کے پاس پھوالی اور آرام فرمایا۔ آخر شب میں جب اعلیٰ حضرت حسب معمول اٹھے تو حضرت مولانا کی بھی آنکھ کھل گئی مگر چونکہ بیعت کے وقت شرط ہو چکی تھی۔ اس لیے اعلیت حضرت نے کچھ فرمایا کہ اٹھ بیٹھو یا بتلائی ہوئی دوازدہ تسبیح کا ذکر کرو لیکن قدسی نفس شیخ کا پگھلا دینے والا اور کام کرنے والا سریع الفنوز فیضان پہلے ہی اپنا اثر کر چکا تھا ادھر موثر ذی التاثیر ادھر متاثر کمال درجہ و قابل تاثر اور دونوں پر طرہ مواجہت و اتصال بھلا کسی طرح ممکن تھا کہ حضرت مخدوم قدس سرہ بستر پر لیٹے رہتے یا نیند آجاتی دو چار کروٹیں آپ نے ضرور بدلیں اور کسی درجہ میں چاہا بھی کہ نیند آجائے مگر حق تعالیٰ کو آپ سے جو کام چند ہی روز بعد لینا منظور تھا اس کے اسباب قریبہ اسی پہلی رات سے پیدا ہونے مقدر تھے۔ پس نہ آپ کی آنکھ لگی اور نہ آپ اس ناگوار و مضطرب حالت اضطجاع و تقلب کے متحمل ہو سکے آخر خود ہی اٹھے وضو کیا اور مسجد میں تشریف لائے ایک گوشہ میں اعلیٰ حضرت اپنے کام میں مشغول تھے دوسرے گوشہ میں آپ جا کھڑے ہوئے بہ نیت تہجد نوافل ادا کئے اور ذکر نفی و اثبات بالجہر شروع کر دیا حضرت قدس سرہ نے جس وقت اس قصہ کا خود تذکرہ فرمایا تو یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آخر کار میں نے ذکر بالجہر شروع کیا گلا اچھا تھا بدن میں قوت تھی صبح کو جب حاضر خدمت ہوا تو حضرت فرمانے لگے کہ تم نے تو ایسا ذکر کیا جیسے کوئی بڑا مشاق کرنے والا ہو اس دن سے ذکر جہر کے ساتھ مجھے محبت ہو گئی پھر کبھی چھوڑنے کو جی نہیں چاہا اور نہ کوئی وجہ شرعی اس کی ممانعت کی معلوم ہوئی یہ پہلا صلہ تھا جو شیخ کی زبان سے بہ تفاول نیک غیبی بشارت بن کر آپ کو ایک شب کی قلیل محنت پر عطا ہوا تھا۔ جس کا ادنیٰ ثمرہ یہ تھا کہ تا وصال حضرت مولانا قدس سرہ بارہ تسبیح منجملہ دیگر مراقبہ و مشاغل کے ایسی ہلکی آواز کے ساتھ ذکر فرماتے رہے کہ جس کو حجرہ کے پاس بیٹھنے والا سن سکتا تھا بمقتضائے احب

و پسندیدگی ہوگی جس کی مواظبت ابتدائی گھڑی سے انتہائی ساعت تک رہی ہو۔
ناظرین! حضرت قطب العالم قدس اللہ سرہ کے اس وقیع الشان فقرہ کو دوبارہ ملاحظہ فرمائیں جو خادم کے دریافت کرنے پر آپ کی سچی زبان سے ظاہر ہوا ''پھر تو مرمٹا'' صفحہ ہستی پر آب زر سے لکھنے اور لوح دل پر قلم اذعان سے کندہ کرنے کے لائق ہے حقیقت میں حضرت مولانا اس کے بعد ہی مٹے آپ نے اپنے نفس کو ماردیا ہوائے نفس کو ملیامیٹ کردیا جس پاک نام سیکھنے کا قصد کیا تھا اس میں کھپ گئے فنائیت حاصل کی اور اس پر اکتفا نہ کیا بلکہ فناء عن الفناء پر پہنچے کہ اپنی فنائیت سے بھی بخبر اور فانی محض بن گئے آپ کے صفا کیش دل عشق منزل کا تیز پرواز پرندہ آستانہ امدادیہ پر حب الٰہی کا ایسا مقید و گرفتار ہوا جیسا لامسہ کا پکڑا طیر یا قفس میں بند ہوا جانور کہ باوجود گھر کے تقاضوں اور آقارب کے بار بار بلادوں کے آپ تھانہ سے باہر نہ نکل سکے اور گو حاضری کے وقت قیام کا مطلق قصد یا خیال نہ تھا مگر دل کے ہاتھوں مجبور اور قدرت کے دست تقدیر سے معذور چلہ پورا کرنا پڑا اور روز بھی رہا کہ آج نہیں کل چلا جاؤں گا اور کل نہیں پرسوں چلا جاؤں گا اگر کبھی ادہر سے اجازت کی طلب ہوئی تو اعلیٰ حضرت کا یہ جواب تھا کہ چلے جانا آج نہیں کل سہی اور اگر کسی وقت ادھر سے استفسار ہوا کہ کب جاؤ گے تو حضرت کی طرف سے یہ جواب تھا کہ آج نہیں کل چلا جاؤں گا نہ ان کا جانے کو جی چاہے نہ ان کا بھیجنے کو دل چاہے۔

الفت کا جب مزہ ہی کہ ہوں وہ بھی دردمند
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہوئی
عشق اوّل در دل معشوق پیدا می شود
گرنسوز و شمع کے پروانہ شیدا می شود

یہاں تک کہ آپ کو بیعت ہوئے اور ذکر بالجہر کرتے ایک ہفتہ گذرا تھا کہ
آٹھویں دن شیخ العرب والعجم کی جانب سے [illegible]

بشارت بایں الفاظ صادر ہوئی کہ "میاں مولوی رشید احمد جو نعمت حق تعالیٰ نے مجھے دی تھی۔ وہ آپ کو دے دی آئندہ اس کو بڑھانا آپ کا کام ہے حضرت قطب العالم قدس سرہ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ میں اس وقت بہت ہی متعجب ہوا کہ حضرت کیا فرماتے ہیں۔ وہ کونسی چیز ہے جو اعلیٰ حضرت کو حق تعالیٰ نے دی تھی اور مجھے عطا ہوئی آخر پندرہ برس کے بعد معلوم ہوا کہ کیا تھا یہ پہلے معلوم ہو چکا ہے کہ حضرت مولانا کا یہ سفر زیادہ تر بہ نیت مباحثہ فقیہہ تھا اور آپ جن دو کپڑوں کو پہنے ہوئے تھے۔ انہیں میں تھانہ بھون چلے آئے تھے۔ نہ دوسرا جوڑا ساتھ تھا اور نہ قیام کی نیت تھی کہ نیا بنوالیں محض بلا قصد و ارادہ ٹھہرنا پڑا کچھ اوپر چالیس دن اس لیے جب کپڑے زیادہ میلے ہو گئے تو ان کو خود ہی دھولیا ورنہ میلے ہی پہنے رہے آخر اسی فیضان صحت و مشغلہ ذکر میں چالیس دن پورے ہوئے اور حضرت قطب العالم قدس سرہ بخار میں مبتلا ہو گئے اور ادھر علالت کے باعث یہ خیال کہ اعلیٰ حضرت پر تیماری داری وخدمت مرض کا بار ڈالنا خلاف ادب ہے اور ادھر گھر والوں کے شدید تقاضوں پر تقاضے کیونکہ جو دن گذرتا تھا۔ متعلقین کا فکر بڑھتا اور خدا جانے کیا کیا وسوسے پیدا ہوتے تھے کہ بیٹھے بٹھائے بلا سامان سفر وزاد راہ ایک دن کو تھانہ گئے تھے۔ سبب کیا کہ ہفتے لگا دیئے اور گھر کا نام نہیں لیتے اس لیے حضرت امام ربانی نے اعلیٰ حضرت سے رخصت چاہی اور اعلیٰ حضرت نے بخوشی اجازت مرحمت فرمائی چنانچہ پورے بیالیس روز ختم فرما کر حضرت مولانا صاحب تھانہ بھون سے روانہ ہوئے اور اعلیٰ حضرت بہ نفس نفیس معہ دیگر متعلقین کے ایک جم غفیر میں بغرض مشایعت مسنونہ روانہ ہوئے اور تھوڑی دور تک ہونہار مسافر مہمان کے ساتھ ساتھ تشریف لے چلے حضرت مولانا کا اصرار تھا کہ آپ تکلیف نہ فرمائیں مجھے آپ کی تکلیف سے تکلیف ہوتی ہے اور اعلیٰ حضرت کا دل یہ چاہے کہ جہاں تک بھی طاقت یاری ہے ساتھ چلیں آخر دونوں خادم و مخدوم معہ دیگر ہمراہی

کبھی آگے چلتی رہی اعلیٰ حضرت کی پدرانہ شفقت اور سادگی کے ساتھ مربیانہ محبت کا یہ اقتضا کہ مولانا سواری میں سوار ہو جائیں کیونکہ عشق کی اندرونی حرارت کے ساتھ بخار زدہ بدن کا ضعف راحت کا طالب ہے اور سعید ورشید مولانا کے غایت تادب و تکریم اور عجز وانکسار کے ساتھ خوروانہ توقیر وتعظیم کا یہ مقتضی کہ گو اعلیٰ حضرت کا قدم قدم سرچشمہ وصل وآبحیات ہونے کی وجہ سے ذریعہ فلاح دین ودنیا ہے مگر اس کے ساتھ ہی یہ قدوم منت لزوم بجائے زمیں کے آپ کے دل محروق پر چل رہے اور عزت کے ساتھ کلفت کا سبب ہو رہے تھے اس لیے کچھ عجیب سماں تھا کہ نہ امام ربانی حضرت مولانا قدس سرہ غایت ادب کے باعث سواری پر سوار ہو سکتے ہیں اور نہ اعلیٰ حضرت اپنے لاڈلے روحانی بیٹے کی درخواست پوری فرما کر واپس ہوتے ہیں یہاں تک کہ اعلیٰ حضرت ہی بایں خیال کہ بیماری کی حالت میں پا پیادہ چلنا مبادا چاہتے دینی بیٹے کی کلفت و ماندگی اور زیارت مرض کا باعث ہو ٹھٹکے اور یہ مجمع کو وہیں کھڑا کر کے حضرت مولانا کا ہاتھ پکڑ کر ایک جانب علیحدہ لے گئے اور یہ الفاظ ارشاد فرمائے کہ اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو اس کو بیعت کر لینا حضرت امام ربانی فرماتے تھے کہ میں نے عرض کیا مجھ سے کون درخواست کرے گا۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا تمہیں کیا جو کہتا ہوں وہ کرنا یہ تیسرا انعام تھا جو اس پہلے سفر کی آخری ملاقات کے وقت حضرت مولانا قدس سرہ کو عطا ہوا یہ وہ عطیہ ہے جس کے حاصل کرنے کی غرض سے آستانے ڈھونڈے جاتے اور برسوں پیران عظام کی جوتیاں سیدھی کی جاتی ہیں۔

(تذکرۃ الرشید ص ۴۷ ج ۱)

حال تتمہ سابق: مولانا کو وطن واپس ہوئے چند ہی روز گذرے تھے کہ ایک عفت مآب نیک دل عورت نے آپ سے بیعت کی درخواست کی امام ربانی نے طبعی تواضع کے سبب درخواست نامنظور [illegible]

لے جانے کی نیت سے روانہ ہوئے اور اسی سفر میں گنگوہ حضرت مولانا قدس سرہ کے پاس قیام فرمایا صاحب نصیب عورت کو اپنے درد کا درمان حاصل کرنے کے لیے اس سے بہتر موقع کہاں مل سکتا تھا کہ پیر کی بے اعتنائی کا گلا دادا پیر سے کیا جائے اور باپ کی شکایت ہوتو جد بزرگوار سے ہو پس اعلیٰ حضرت کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ دیکھئے حضرت میں مرید ہونا چاہتی ہوں اور مولانا بیعت قبول نہیں فرماتے اب کیا تھا اعلیٰ حضرت کے لطافت آمیز سوال تھے کہ کیوں صاحب سائل کی درخواست کیوں منظور نہیں ہوتی اور حضرت مولانا شرم سے پسینہ ہوئے جاتے تھے اگر جواب تھا تو کبھی یہ کہ حضرت میں اس قابل نہیں یا اس طرح کہ آقائے زمانہ تشریف فرماتے غلام کی کیا طاقت کہ کسی کا آقا بنے مگر اعلیٰ حضرت بار بار یہی فرماتے تھے کہ جب کسی کو تم ہی سے عقیدت ہو تو وہ میرا مرید ہو کر کیا نفع اٹھائے گا خلاصہ یہ کہ اعلیٰ حضرت اٹھے اور امام ربانی کو اپنے ہمراہ درخواست کنندہ عورت کے مکان پر لائے اور فرمایا تو میرے سامنے بیعت کرو۔ (مختصر تذکرۃ الرشید ص ۵۳ ج ۱)

حال: بعد ازانکہ بفضلہٖ تعالیٰ سفر حج سے بعافیت تمام ۱۲۶۲ھ بارہ سو باسٹھ ہجری میں وطن کو معاودت فرمائی لوگوں نے اصرار و کوشش واسطے بیعت لینے کے کرنا شروع کیا اولاً جناب ایشاں نے انکار فرمایا اور چندے اس پر اقدام نہ فرمایا کیونکہ انتظام حکم و اجازۃ غیبی کا تھا یہاں تک کہ ایک بار تھانہ بھون میں خواب دیکھا کہ جناب سرور عالم ﷺ مع خلفاء راشدین و دیگر اصحاب کرام تشریف رکھتے ہیں اور حضور موصوف کی عنایت وشفقت بے انتہا اپنے حال پر مبذول دیکھی نیز دیکھا کہ زوجہ شیخ فدا حسین والدۂ حافظ احمد حسین مہاجر وامین حجاج مقیم مکہ معظمہ زادہا اللہ شرفاً و کرامۃً برائے حضرت ایشاں اپنے مکان میں کھانا پکار ہی ہیں آنحضرت ﷺ ان مرحومہ کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ تو اٹھ تاکہ میں مہمانان امداد اللہ کے واسطے کھانا پکاؤں کہ

ثابت ہوا کہ اس دن سے ہجوم علماء وطلباء زیادہ سے زیادہ ہو پھر دوبارہ اشاعت غیبی اس بشارت غیبی کی تائید میں ہوئی اور فہمایش ارباب معارف عموماً وحضرت پیر بھائی حافظ محمد ضامن صاحب نوراللہ مرقدہ خصوصاً اس پر موکدتر ہوئی چار وناچار بیعت لینا شروع فرمایا۔ اولاً چند آدمیوں سے عوام سے بیعت کی بعدازاں اول جس شخص نے علماء سے بیعت کی جامع فضل وکمال ممکنہ افراد انسانی حضرت ابی الحکیم مولانا رشید احمد گنگوہی سلمہ اللہ تھے اور تمام خلفاء حضرت ایشاں سے کمالات باطنیہ میں گوئے سبقت لے گئے۔ بعدازاں وارث علوم دینی حضرت الحاج مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو کشف اسرار دقائق علوم الٰہیہ میں ایک آیت آیات الٰہی سے تھے منتظم سلسلہ بیعت ہوئے نوراللہ صریحہ بعد ان کے علامہ عصر حضرت مولوی عبدالرحمٰن کاندہلوی وحضرت مولوی محمد حسن پانی پتی وجامع علوم الٰہیہ وعالیہ الحاج مولانا محمد یعقوب نانوتوی مدرس اول مدرسہ دیوبند نوراللہ مضجعہ حضرت مولوی حافظ محمد یوسف تھانوی ابن حضرت عارف کامل حافظ محمد ضامن نوراللہ مرقدہ وحضرت الحاج المولوی حکیم ضیاء الدین رامپوری السہارنپوری وجناب ادیب اریب فقیہہ لبیب محدث اجل مفرالبجل فاضل افضل حضرت استاذی الحافظ الحاج مولانا فیض الحسن السہارنپوری اوہمہ اللہ سبحانہ بافاداتہ وافاقاتہ وعالیجناب نواب حضرت الحاج المولوی محی الدین خاں مرادآبادی وصاحب تالیفات کثیر وحضرت الحاج المولوی محی الدین خاں میسوری ومدرس بے نظیر وخوش تقریر حضرت الحافظ الحاج مولانا احمد حسن ڈسکوی پٹیالوی مدرس اول مدرسہ دارالعلوم کانپور سلمہ اللہ تعالیٰ والبقاہ وحضرت الحاج المولوی نور محمد مرحوم ومغفور وحضرت الحاج المولوی محمد شفیع نورنگ آبادی بلندشہری وحضرت الحاج المولوی عنایت اللہ المالوی وحضرت جامع فضل وکمال الحاج مولانا صفات احمد غازی پوری وحضرت فاضل متورع متقی الحاج محمد افضل ولایتی وحضرت ذکی رضی فاضل نقی الحاج

مولانا السید محمد فدا حسین رضوی محی الدین نگری سلمہ اللہ تعالی دابقاہ وغیرہم رزقہم اللہ سبحانہ صلاوۃ الایمان وختم اللہ علیہم علی الایمان والعرفان داخل طریقہ حضرت ایشاں ہوئے اور سلسلۂ مسترشدین میں آئے اور اکثر مجمع طائفہ [1] علمائے سے تھے اور روز بروز ان کی جماعت زیادہ ہوتی تھی۔ یہاں تک کہ حد احصاء سے متجاوز ہوگئی اور اسی زمانہ میں بوجہ ہجوم واژدحام خلائق طبع گرامی بوجہ کشش غیبی کبھی کبھی سفر کو پسند فرماتے تھے۔ لیکن نفس نفیس سے تعین کسی مقام کا نہ فرماتے تھے۔

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست   می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

آپ کا مصداق حال تھا اور اکثر انتہائے سفر بسمت پیران کلیر و دہلی بغرض زیارت قطب الدین بختیار کاکی قدسنا اللہ باسرارہ و دیگر بزرگان کے کہ ان مقامات میں آسودہ ہیں۔ ہوتا تھا اور بمقام پانی پت واسطے زیارت حضرت شیخ شمس الدین پانی پتی و حضرت شیخ کبیر الاولیاء جلال الدین پانی پتی کے جاتے تھے۔ اور کبھی کبھی دوسرے مقامات میں بطریق ندرت اتفاق ہوتا تھا۔ اور اکابر علماء و اولیاء اس نواح سے رسم محبت غالب تھی علی الخصوص شہر علماء و اکبر اولیاء قطب فرید و وحید شیخ شیخی جناب حضرت الحافظ الحاج المہاجر مولانا الشاہ عبدالغنی الحقی المجددی الدہلوی المدنی برادر اصغر حضرت مولانا شاہ احمد سعید مذکور رحمہما اللہ تعالی برحمتہ الواسعۃ سے رابطہ خلوص واتحاد بہت زیادہ تھا۔ اور تا زمانہ وفات ان حضرات کے بحد نہایت گرم مجلس رہی اور حضرت شاہ حسن عسکری نظامی دہلوی نور اللہ مضجعہ و برد مضجعہ و حضرت مولوی محمد حیانت نظامی دہلوی نور اللہ ضریحہ وغیرہما سے بھی محبت وخلوص بغایت اختصاص تھا اور اس زمانہ میں شراب عشق الٰہی صہبائے خمیر آنجناب میں بکمال غلیان تھی۔ اور میں نے ثقات سے سنا ہے کہ مستقل مزاجوں کو حلقہ توجہ حضرت ایشاں میں ضبط آہ و نالہ وگریہ بکا کرنا امکان

---

[1] گو ان علماء میں بعض مسائل میں اختلاف بھی رہا ہے مگر یہاں صرف مقصود یہ ہے کہ علماء بکثرت داخل سلسلہ ہوئے تو اس اختلاف سے اس مقصود میں کوئی قدح لازم نہیں آتا۔ منہ

میں نہ تھا تو ناقصوں کا کیا ذکر۔ مجلس شریف ہر دم و ہر آن گرم رہتی تھی۔ اور جو کوئی شخص دو چار منٹ کو بغرض ضرورت دنیاوی یا دینی حاضر خدمت بابرکت ہوتا تھا کچھ نہ کچھ حاصل کرتا تھا و نعم ما قبل۔

والارض من کاس الکرام نصیب

اور اسی درمیان میں غایت جوش دلی سے خیال ہجرت دل عرش منزل میں جمنے لگا اور حلقہ نشیناں کو ایک کیفیت معلوم ہونے لگی لیکن حکم غیبی سے چارہ نہ تھا اور وہ ارادہ قوت سے فعل میں نہ آتا تھا یہاں تک کہ زمانہ عذر ہندوستان میں مشیت حق سبحانہ و تعالیٰ اس پر متوجہ ہوئی اور یہ آرزوئے دیرینہ (ہجرت کی) مدت دراز سے کانوں سینہ میں شعلہ زن تھی ۱۲۷۶ھ بارہ سو چھتر قدسی میں ظاہر ہوئی اور تمام مدت قیام حضرت ایشاں بہندوستان بطریق تعلیم وارشاد چودہ سال ہوئے بعد ازاں وہ آفتاب ہدایت وارشاد مکہ معظمہ میں طالع ہوا (شمائم امدادیہ ص ۲۵)

مقدمات ہجرت حال بعض واقعات زمانہ بدامنی ہندوستان:

انہیں ایام روپوشی میں مولانا قاسم العلوم کو ایلیا' گمتھلہ 'لاڈووہ' پنجلاسہ اور جمنا پار کئی دفعہ آنے جانے کا اتفاق ہوا۔ اور امام ربانی (مولانا گنگوہی) قدس سرہ نے قیام زیادہ تر گنگوہ یا رامپور میں کیا مگر اپنے ہادی برحق کی ہندوستان میں آخری زیارت کے شوق سے بیتاب ہو کر انبالہ' تگری اور نجلاسہ کے سفر کو اٹھے اور مستور الحلل مخفی طور پر اس حق کو ادا فرما کر واپس وطن ہوئے اس زمانہ کی کیفیات ایسی عجیب و غریب گذری ہیں کہ اگر کھلی کرامتوں کے ذکر پر اکتفا کیا جائے تو کئی ورق چاہئیں اس لیے ان کو تفصیلاً چھوڑتا ہوں اور ضروری مضمون پر اکتفا کرتا ہوں۔ تینوں حضرات کے نام چونکہ وارنٹ گرفتاری جاری ہو چکے اور گرفتار کنندہ کے لیے صلہ تجویز ہو چکا تھا۔ اس لیے لوگ تلاش میں ساعی اور حراست کی تگ و دو میں پھرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت نے وطن کو خیرباد کہی اور بہ نیت حرمین گھر سے باہر نکلے چونکہ مولانا گنگوہی سے زیادہ تعلق تھا اس

لیے آخری ملاقات ہند کے لیے گنگوہ تشریف لائے۔ اس وقت حضرت مولانا قدس سرہ کی عفت مآب صاحبزادی یعنی حافظ محمد یعقوب صاحب والدہ ماجدہ کی عمر دو سال کی تھی جس وجہ پنجلاسہ ضلع ابنالہ میں پہنچے ہیں تو راؤ عبداللہ خاں رئیس کے اصطبل اسپاں کی ویران و تاریک کوٹھڑی میں مقیم تھے ایک روز اسی کوٹھڑی میں وضو فرما کر چاشت کی نماز کے ارادہ سے مصلی بچھایا اور جان نثار حضار جلسہ سے فرمایا کہ آپ لوگ جائیں میں نفلیں پڑھ لوں۔ راؤ عبداللہ خاں اعلیٰ حضرت کے بڑے جاں نثار خادم اور مشہور مرید ہیں گھر کے خوشحال زمیندار اور سرکار کے نزدیک باوجاہت شخص سمجھے جاتے تھے۔ سمجھتے تھے کہ اعلیت حضرت پر جو الزام لگایا گیا ہے اس کے قائم ہوتے اپنا مکان کھول دینا دنیاوی حیثیت سے کس درجہ خطرناک ہے کیونکہ باغی کی اعانت بھی سرکاری بغاوت میں شمار ہے مگر اس کے ساتھ ہی غلبہ حب دین اور فرط عشق میں اس درجہ مغلوب تھے کہ نہ مال کی پرواہ تھی نہ جان کی۔ خدا کی شان کہ جس وقت راؤ عبداللہ خاں اعلیٰ حضرت کو تحریمہ باندھے نوافل میں مشغول چھوڑ کر کوٹھڑی سے باہر نکلے۔ اور پٹ بند کر کے اصطبل کے دروازہ کے قریب پہنچے ہیں تو سامنے سے ووش کو آتے دیکھا اور ہکا بکا ششدر کھڑے کے کھڑے رہ گئے خدا جانے مخبر کون تھا۔ اور کس بلا کا پتلا تھا۔ جس نے عین وقت پر روپوشی کی کوٹھڑی تک معین کر دی تھی۔ چنانچہ ووش اصطبل کے پاس پہنچی اور افسر نے مسکرا کر راؤ صاحب سے ادھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں گویا اپنے ناوقت آنے کی وجہ کو چھپایا۔ جہاں دیدہ و تجربہ کار راؤ صاحب دور ہی سے تاڑ گئے تھے کہ ایں گل دیگر شگفت مگر نہ پائے ماندن نہ جائے رفتن اپنی جان یا عزت کے جانے ریاست وزمینداری کے ملیامیٹ ہونے اور ہتھکڑیاں پڑ کر جیل خانہ پھونچنے یا پھانسی پر چڑھ کر عالم آخرت کا سفر کرنے کی تو مطلق پرواہ نہ تھی اگر فکر و رنج یا حزن و افسوس تھا تو یہ کہ ہائے غلام کے گھر ہے اور آقا گرفتار ہو اور عبداللہ خاں کی نظر کے سامنے اس کا جان سے زیادہ شیخ پابزنجیر کیا جائے مگر اس کے ساتھ ہی

راؤ صاحب اک جوانمرد مستقل مزاج نہایت دلیر اور قوی القلب راجپوت تھے تشویش کو دل میں دابا اور چہرہ یا اعضاء پر کوئی بھی اثر اضطراب کا محسوس نہ ہونے دیا۔ مسکرا کر جواب دیا اور مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا دیا۔ وہش کا افسر گھوڑے سے اترا اور یہ کہہ کر کہ میں نے آپ کے یہاں ایک گھوڑے کی تعریف سنی ہے اس لیے بلا اطلاع یکا یک آنے کا اتفاق ہوا اصطبل کے جانب قدم اٹھائے راؤ صاحب بہت اچھا کہہ کر ساتھ ساتھ ہو لیے اور نہایت ہی اطمینان کے ساتھ گھوڑوں کی سیر کرانی شروع کی افسر بار بار راؤ صاحب کے چہرہ پر نگاہ جماتا اور اس درجہ مطمئن پا کر کبھی مخبر کی دروغ گوئی کا غصہ اور گاہے اپنی ناکامی و تکلیف سفر کا افسوس لاتا تھا یہاں تک کہ گھوڑوں کی دیکھ بھال کرتا ہوا حاکم اس حجرہ کی طرف بڑھا۔ جس میں اعلیٰ حضرت کی سکونت کا مخبر نے پورا پتہ دیا تھا۔ اور یہ کہہ کر کہ اس کوٹھڑی میں کیا گھاس بھری جاتی ہے اس کے پٹ کھول دیئے راؤ عبداللہ خاں کی اس وقت جو حالت ہوئی ہوگی وہ انہیں کے دل سے پوچھا چاہیے سمجھتے تھے کہ تقدیر کے آخری فیصلہ کا وقت آ گیا اور اپنا پیمانہ حیات لبریز ہو کر اچھلا چاہتا ہے اس لیے راضی برضا ہو کر جی ہاں اور حکم گرفتاری کے منتظر کھڑے ہو گئے۔

خداوندی حفاظت کا کرشمہ دیکھئے کہ جس وقت کوٹھڑی کا دروازہ کھلا تخت پر مصلےٰ ضرور بچھا ہوا تھا لوٹا رکھا ہوا اور نیچے وضو کا پانی البتہ بکھرا ہوا پڑا تھا مگر اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کا پتہ بھی نہ تھا افسر متحیر و حیران اور راؤ عبداللہ خاں دل ہی دل میں شیخ کی عجیب کرامت پر فرحاں و شاداں کچھ عجیب سماں تھا کہ حاکم نہ کچھ دریافت کرتا ہے نہ استفسار کبھی ادھر دیکھتا ہے کبھی ادھر آخر مخبر کی دھوکہ دہی سمجھ کر بات کو ٹالا اور کہا کہ خان صاحب یہ لوٹا کیسا اور پانی کیوں پڑا ہے' راؤ صاحب بولے جناب اس جگہ ہم مسلمان نماز پڑھتے ہیں اور وضو میں منہ ہاتھ دھویا کرتے ہیں چنانچہ ابھی آپ کے آنے سے دس منٹ قبل اسی کی تیاری تھی افسر نے ہنس کر کہا کہ ''آپ لوگوں کی نماز

کے لیے تو مسجد ہے یا اصطبل کی کوٹھڑی۔ راؤ صاحب نے فوراً جواب دیا کہ جناب مسجد فرض نماز کے لیے ہے اور نفل نماز ایسی ہی جگہ پڑھی جاتی ہے۔ جہاں کسی کو پتہ بھی نہ چلے۔ لاجواب جواب سن کر افسر نے پٹ بند کر دیئے اور اصطبل کے چاروں طرف غائر نظر دوڑانے کے بعد باہر نکلا اور گھوڑے پر سوار ہو یہ کلمات کہہ کر رخصت ہوا۔ راؤ صاحب معاف کیجئے آپ کو اس وقت ہماری وجہ سے بہت تکلیف اٹھانا پڑی اور پھر بھی ہمیں کوئی گھوڑا پسند نہ آیا۔ راؤ عبداللہ خاں صاحب کی نظر سے دوش کے سوار جب او جھل ہو لیے تو واپس ہوئے اور کوٹھڑی کھول دی دیکھا کہ اعلیٰ حضرت نماز سے سلام پھیر چکے اور مصلے پر مطمئن بیٹھے ہوئے ہیں۔ (تذکرۃ الرشید ص ۷۶)

حال: سب سے زیادہ (مولانا گنگوہی) کو اپنے روحانی باپ اعلیٰ حضرت کی مفارقت اور ہندوستان میں یتیم رہ جانے کا غم تھا جو آپ کو کسی کروٹ چین نہ لینے دیتا تھا راتوں آپ کو اس رنج میں نیند نہ آتی اور دنوں آپ اس دھن میں رہتے کہ کسی طرح اعلیٰ حضرت کی ایک دفعہ اور زیارت کر لوں مگر جائیں تو کہاں جائیں اور ملیں تو کس طرح ملیں نہ اعلیٰ حضرت کی کوئی جائے قیام ہیں نہ بحالت روپوشی کسی جگہ کا تعین آخر شدہ شدہ آپ کو پنچلاسہ کا پتہ چلا اور آپ بسم اللہ کہہ کر گنگوہ سے نکل کھڑے ہوئے راتوں چلتے دنوں چھپتے خاردار جنگل پیدل قطع کرتے تگری پھونچے اور حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائپور کے مکان پر مقیم ہوئے یہ پہلا موقع تھا کہ مولانا عبدالرحیم صاحب کو طفولیت میں حضرت امام ربانی کی زیارت ہوئی اور آفتاب عالم کو اپنے گھر کا مہمان بنا دیکھا حضرت مولانا نے نہایت شفقت کے ساتھ آپ کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا پڑھ کر دم فرمائی۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مدظلہ کے والد ماجد راؤ اشرف علی خاں تگری کے خوشحال زمیندار اور نہایت نیک خیال دیندار شخص تھے راؤ صاحب کا حضرت مولانا سے کوئی تعارف نہ تھا۔ مگر حسن اتفاق تھا کہ راؤ صاحب کو یہ انمول جواہرات گھر بیٹھے بلا طلب حاصل ہوئے۔ اس وقت مولانا عبدالرحیم صاحب

کی عمر تین یا چار سال کی تھی۔ راؤ صاحب نے کچھ عجیب اخلاص کے ساتھ مسافر مہمان کی مدارات کی اور شب کو بیعت کی درخواست کرنے لگے۔ حضرت مولانا نے انکار فرمایا اور کہا کہ اعلیٰ حضرت ابھی تشریف فرما ہیں اگر یہ قصد ہے تو وقت کو غنیمت سمجھئے غرض راؤ صاحب نے آپ کا ارشاد سر آنکھوں پر رکھا اور ساتھ ہی چلنے کے متمنی و عازم ہوئے۔ حضرت مولانا نے اپنی بے سروسامانی اور اندیشہ ناک حالت ظاہر فرما کر سمجھایا کہ معیت قرین مصلحت نہیں البتہ اگلے دن آپ آئیں۔ اعلیٰ حضرت سے سفارش کا میں ذمہ دار ہوں چنانچہ ایک شب قیام فرما کر مولانا چل دیئے اور اعلیٰ حضرت کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ اگلے دن راؤ صاحب بھی حاضر آستانہ ہوئے اور حضرت مولانا کی تقریب سے ایسی حالت میں بیعت ہوئے جس کو سراسیمگی اور چل چلاؤ کی حالت کہا جاتا ہے۔ حضرت امام ربانی نے ہر چند اصرار کیا۔ کہ بندہ کو ہمرکاب لے چلیں۔ مگر اعلیت حضرت نے نہ مانا اور یہ فرمادیا۔ حضرت مولانا بادل ناخواستہ الفراق الفراق کہتے روانہ ہوئے اور آنکھوں میں آنسو بھر لائے۔ اعلیٰ حضرت نے تسلی و تشفی دی اور فرمایا میاں رشید احمد تم سے تو حق تعالیٰ کو ابھی بہتیرے کام لینے ہیں۔ گھبراؤ مت ہندوستان سے نکلتے وقت تم سے ضرور مل کر جاؤں گا۔ خدا تمہاری عمر دراز کرے اور مراتب میں ترقی دے۔ اس کے بعد دیر تک چھاتی سے لگائے رکھا۔ اور آخر کار پدرانہ شفقت اور مربیانہ محبت کے انداز پر خود بھی چشم نم ہوئے اور مولانا کو بھی رلایا
(تذکرۃ الرشید ص ۸۰ ج ۱)

ہجرت مکہ معظمہ و نکاح

حال: ایام عذر ہندوستان میں بوجہ بے نظمی دین و تغلب معاندانِ دین قیام ہند گراں خاطر ہوا اور ارادۂ سابقہ ہجرۃ واشتیاق بالغہ زیارت روضۂ حضرت رسالت پناہ ﷺ جوش وخروش میں آیا اور ۱۲۷۶ھ بارہ سو چھتر ہجری میں براہِ پنجاب روانہ ہوئے

اور اثنائے راہ میں پاک پٹن وحیدرآباد سندھ وغیرہ موضع میں زیاراتِ بزرگانِ مقامات مذکور سے مشرف اور فیوض وبرکات سے مالامال ہوتے ہوئے کراچی بندرگاہ پہنچے وہاں سے جہاز پر سوار ہوئے اور انوار وبرکات ہجرت ابتدائے سفر سے مشاہدہ فرمانے لگے۔ اور بعد طے منازل خیر البلاد مکہ معظمہ پہنچے۔ اور انوار وبرکات اس مقام متبرک سے فیضیاب ہوئے اور اس مقام مقدس کو مسکن وماوی اپنا بنایا اولاً چند سال تک جبل صفا پر اسمٰعیل سیٹھ کے رباط کے ایک خلوہ میں معتکف رہے اور مشغولی حضرت حق جل وعلا مہلت نہ دیتی تھی کہ جو دوسرے مخاطب ہوں ناچار مخلوق سے کم ملتے تھے۔ لیکن مشاہیر علماء و شیوخ کے ساتھ (مثل شیخ یحییٰ پاشا داغستانی حنفی نقشبندی مجددی مہاجر وحضرت شیخ قایسی شاذلی وحضرت شیخ ابراہیم رشیدی شاذلی و شیخ احمد دہان مکی وغیرھم اللہ تعالیٰ) کبھی کبھی خلوت وجلوت میں اکٹھا ہوتے تھے۔ اور کلمات رمز واسرار و لطف واخلاق درمیان میں آتے تھے اور باہم رسم دوستی مستحکم رکھتے تھے اور یہ حضرات کمال تعظیم واحترام حضرت ایشاں کی فرماتے تھے اور توجہ وہمت حضرت ایشاں اس بلدہ طیبہ میں طرف تعلیم ناقصاں کے کچھ کم تھی۔ غالباً بہ نسبت ہندوستان کے ایک و ہزار کا فرق تھا البتہ جو لوگ موسم حج میں ہندوستان سے آتے تھے اور رسم ارادت سابقہ رکھتے تھے بتقاضائے اخلاق کریمہ ان لوگوں سے بعنایت پیش آتے تھے اور ان کی خاطر مجلس عام میں جلوہ فرماتے تھے اور میل خاطر بطرف مثنوی معنوی حضرت مخدومی مرحومی مولانا رومی قدس اللہ سرہ بہت زیادہ تھا جو کوئی عالم ہندوستان کا سال دوسال تک خدمت بابرکت حضرت ایشاں میں حاضر ہوتا ہے ضرور درس اس کتاب شریف کا رنگ ذکر و شغل ومراقبہ میں حاصل کرتا ہے اور دامن دل کو گلہائے معارف گوناگوں سے مملو فرماتا ہے راقم کمترین (مؤلف) نے بھی اس سعادت سے حصہ پایا ہے اور حظ حاصل کیا ہے اور پچاس اور کئی سال حضرت ایشاں نے تجرد میں بسر کئے اور مشغولی حضرت حق سبحانہ تعالیٰ میں مصروف رہے بعد ازاں اشارت غیبی پہنچی کہ حضرت رسول

اکرم ﷺ کی تمام سنتوں میں ایک نور خاص وفیض خاص ہے عارف کو نہ چاہیے کہ کوئی ایک سنت نبویہ ﷺ سے دوری اختیار کرے کہ اس میں نقصان ہوگا اور منجملہ سنن سنیہ وموکدہ کے نکاح ہے۔ اس کو بجالاؤ اور انوار برکات اس سنت کے حاصل کرو۔ جب یہ اشارت غیبی صادر ہوئی ارباب اخلاص وارادت نے بھی الحاج و خواہش کی اور مبالغہ حد سے زیادہ کیا یہاں تک مرحومہ مہاجرہ بی بی نورن صاحبہ کلکتو یہ زوجہ سید حیدر علی مہاجر بناری مرحوم نے کہ مستر شدۂ خاص حضرت ایشاں تھیں باصرار تمام ۱۲۸۲ھ میں اکیسویں رمضان کو اپنی نواسی حضرت بی بی خدیجہ صاحبہ بنت مرحوم حاجی شفاعت خاں رامپوری کو کہ بے مادر و پدر تھیں اور انہیں نانی نے پرورش کیا تھا حبالہ نکاح حضرت ایشاں میں بعوض مہر ساٹھ ریال فرانسیسی کہ مبلغ ایک سو پچیس روپیہ کچھ زیادہ سکہ ہندی سے ہوتے ہیں دیا ہنوز کوئی اولاد[1] متولد نہیں ہوئی حق سبحانہ تعالیٰ لم یدلولم لولدو وخیر الوارثین ہے فرزند صالح عطا فرمادے اور وراثت باطنیہ حضرت ایشاں اس کے سپرد کرے پھر ۱۲۹۴ھ بارہ سو چرانوے ہجری میں محلہ حارۃ الباب میں بعض یاران طریقت حضرت ایشاں نے ایک مکان خریدا اور بطور خود اس کی تعمیر کی اور حضرت ایشاں کے نذر کیا اور آرزوئے قیام حضرت ایشاں اس مکان میں کی اور بہت کچھ الحاج فرمایا۔ مجبوراً ان کی تمنا پوری کرنی پڑی اور اس مکان میں قیام فرمایا۔ اور الی الآن اس مکان میں مسند افاضت وافادت پر متمکن ہیں اور انوار و برکات حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ طالبان کو پہنچاتے ہیں اور وقت قیام مکہ معظمہ سے نسبت حضرت کی غایت درجہ لطیف ہوئی اور رنگ بیرنگی کا ہوگیا یہاں تک کہ نظر ادراک اکثر ارباب تمکین اس نواح کی خبر گیری کرنے لگی اور تاب مشاہدہ نہ لائی تو اصحاب تلوین کا کیا ذکر۔ (شمائم امدادیہ ص ۳۱)

---

[1] ان بی بی صاحبہ نے انتقال فرمایا ان کے بعد دوسرا نکاح مخطوبہ سابقہ سے ہوا ہے۔ اللہ ظلہا

ملفوظات مکتوبات[1]

(ملقب بہ)

المتن الامدادی مع الشرح الارشادی

حامد او مصلیا: یہ عجالہ گویا ایک جزو ہے رسالہ امداد المشتاق کا حقیقت اس کی یہ ہے کہ رسالۂ مذکورہ کا ایک مضمون اعلیٰ حضرت پیرومرشد حاجی صاحب قدس اللہ سرہ کے ملفوظات شریفہ ہیں جو ماخوذ ہیں شمائم امدادیہ کے تین حصوں سے جن میں سے پہلا حصہ جناب مولوی عبدالغنی صاحب بہاری عظیم آبادی مرحوم کا اور دوسرا حصہ زیادہ تر مولوی احمد حسن صاحب پنجابی ثم الکانپوری مرحوم کا جمع کیا ہوا ہے۔ رسالہ کی ترتیب ونظر ثانی کے وقت بعض ملفوظات غامضہ مخصوص حصہ دوم کی توضیح کے لیے کہ یہ حصہ سب حصوں میں ادق واعمق ہے کہیں کہیں کچھ حواشی لکھنے کی بھی ضرورت پڑھی اثناء کتابت میں دفعتہً قلب پر وارد ہوا کہ یہ ملفوظات مخصوص حصہ دوم بعد شرح کے فن کا ایک معتبد بہ ایسا علمی ذخیرہ ہو گیا کہ اگر اس کو مستقلاً بھی شائع کیا جائے تو یہ اس کا مستحق ہے بلکہ حقیقت شناس کی نظر میں خود اصل رسالہ کا جزو ہونے کی صورت میں بھی گویا رسالہ کا روح رواں یہی جزو ہے چنانچہ ملاحظہ کے بعد اس میں خفا نہیں ہے اس لیے اس کی ایک مستقل ہیئت بنا کر اس کا ایک مستقل لقب بھی تجویز کر دیا گیا چنانچہ اس شان سے یہ آپ کے سامنے حاضر ہے اللہ تعالیٰ اس کو نافع فرمادے۔ البتہ مصلحت حفاظت دین ناظرین کی بنا پر اس کے متعلق یہ وصیت ضرور کرتا ہوں کہ اس کا مطالعہ

---

[1] یہ ملفوظات اپنی شان افادہ میں ایسے ہیں کہ اگر استقلالاً وانصراداً چھاپے جائیں تو زیبا ہے اس لیے اس کے لیے شروع میں ایک مستقل تمہید اور مستقل لقب لکھے دیتا ہوں کہ اگر کوئی ایسا قصد کرے تو یہ تمہید اول میں رہے اور اس لقب سے موسوم کر سکے مگر اس صورت میں عنوان ملفوظات و مکتوبات کو

بطور خود نہ کریں بلکہ کسی محقق سے سبق کے طور پر پڑھ لیں وفی مثلہ قال المخدوم الرومی۔

نکتہ ہا چوں تیغ پولا دست تیز گر نداری تو سپر واپس گریز
پیش ایں الماس بے اسپر میا کز بریدن تیغ را بنود حیا

وھو العاصم لکل برو آثم

مقالات شریفہ حصہ اوّل

(ملفوظ ۱) اکثر فرماتے ہیں کہ فقیر وہ ہے کہ حنفی المذہب صوفی المشرب ہو جو کوئی میرے یاروں میں سے اس سے تجاوز کرے گا میرے رابطہ وواسطہ سے اس کو کچھ حصہ نہ ملے گا اور جو کوئی کہ فقیر سے اخلاص رکھتا ہو اس پر لازم ہے کہ صوفی المشرب و حنفی المذہب ہو۔

(حاشیہ) قولہ حنفی المذہب اقول یہ تخصیص تمثیل کے طور پر ہے مقصود یہ ہے کہ کسی مجتہد کا تبع ہو۔ خود رائے نہ ہوا کثر حصہ ہند میں چونکہ دوسرے مجتہد کا مذہب نہیں اس لیے حنفی کی قید لگا دی۔

(۲) فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بزرگوں سے سنا ہے کہ اب وہ زمانہ آیا ہے کہ آدمی کو ضرور ہے کہ اولاً عقائد ضرور یہ اہلسنت و جماعت یاد کرے و مسائل لابدیہ متعلقہ صوم وصلوٰۃ و بیع وشرا وغیرہ وغیرہ موافق اپنے مذہب کے حفظ کرے اور کسی ایسے درویش سے کہ تبع کتاب وسنت ہو اور عقائد صحیح اہلسنت و جماعت کے رکھتا ہو اور اس کا سلسلہ متصل ہو اور کچھ دنوں کسی عارف کامل کی خدمت میں زانوئے ادب بھی تہ کیا ہو اور انوار و برکات اس طائفہ عالیہ سے مستفیض ہوا ہو طریقہ ذکر خدا کا اخذ کرے۔ اور مثنوی شریف حضرت مولانا روم قدس سرہ و کیمیائے سعادت حضرت امام غزالیؒ لے کر گوشہ نشینی اختیار کرے اور اختلاط مردمان تا جنس سے پرہیز کرے اور فقیر نے

اپنی عادت کر لی ہے کہ سفر وحضر میں کلام اللہ شریف ودلائل الخیرات ومثنوی معنوی حضرت مولانا کو ضرور پاس رکھتا ہو اور حضر میں کوئی کتاب تفسیر قرآن مجید جو موجود ہو اور کوئی کتاب حدیث شریف خواہ مشکوۃ المصابیح ہی کیوں نہ ہو اور ایک رسالہ فقہ اگر چہ مالا بدمنہ ہو اور کیمیائے سعادت امام غزالی قدس سرہ بھی لوازم سفر پر زیادہ کرتا ہوں اور الحق کہ عافیت گوشہ گیری وخلوت نشینی میں ہے[1] راقم عاجز (مؤلف) عرض کرتا ہے کہ حضرت ایشاں ماقلبی وروحی فداہ اربعین کو بہت پسند فرماتے ہیں اور ہر سال دو تین چلے معتکف رہتے ہیں اور علاوہ زمانہ چلہ کے بھی خلوت کو بہت پسند کرتے ہیں اور لوگوں سے کم ملتے ہیں البتہ جو لوگ کہ خالصاً لوجہ اللہ بطلب خدا حضور اقدس میں حاضر ہوتے ہیں ان سے بکمال شفقت واخلاق ملاقات فرماتے ہیں اور نہایت درجہ عنایت ومحبت کا برتاؤ ان کے ساتھ ملحوظ رکھتے ہیں۔

(۳) ایک دن کسی سائل کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ مذہب مختار ہمارے بزرگوں کا جامع ہے فقہ وحدیث کا اور اختلاف علماء جو فروع میں ہے اس سے انکار نہیں ہے لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم **اختلاف العلماء رحمة** ایک نے حاضرین میں سے عرض کیا کہ وہ علماء کون ہیں کہ ان کا اختلاف رحمت ہے۔ فرمایا کہ وہ ایک جماعت ہے کہ اعتصام بکتاب وسنت رکھتے ہیں اور پیرو صحابہ کے ہیں (خصوص سنت خلفائے راشدین مہدیین کہ ان کی نسبت بموجب **قولہ صلی اللہ علیہ وسلم علیکم بسنتی وسنة خلفاء الراشدین** رسول اللہ ﷺ کے رنگ میں ہے اس کو کبھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے اور بکمال محبت وخلوص متمسک رہتے ہیں) اور یہ علماء چار گروہ ہیں۔ مفسرین[2] محدثین وفقہاء وصوفیہ محدثین ظاہر حدیث رسول اللہ ﷺ کو لیتے ہیں کہ حدیث بنیاد دین اور محدثین خادم ومحافظ دین ہیں اور ان کی سعی

---

[1] یہ اضافہ گوشہ گیری وخلوت نشینی کی تائید میں ہے۔

بلیغ تنقیح وتنقید احادیث میں رہتی ہے کہ احادیث صحیح کو موضوع وضعیف سے ممتاز کرتے ہیں اور (متعصب) غیر مقلد کہ فی زمانہ دعویٰ حدیث دانی وعمل بالحدیث کرتے ہیں حاشا وکلا کہ حقانیت سے بہرہ نہیں رکھتے تو اہل حدیث کے زمرے میں کب شامل ہو سکتے ہیں بلکہ ایسے لوگ دین کے راہزن ہیں ان کے اختلاط سے احتیاط چاہیے اور فقہاء احادیث نبویہ کو روایۃً اصحاب حدیث سے اخذ کرتے ہیں اور درایۃً حضرت حق سے فیضان حاصل کرتے ہیں لقوله صلى الله عليه واله وسلم فليبلغ الشاهد الغائب الى اخر الحديث یہ لوگ محدثین پر فضیلت رکھتے ہیں اور ان کو فہم وادراک بمرتبہ کمال عنایت ہوا ہے اور احادیث سے استنباط کرتے ہیں اور غور وتعمق سے احکام وحدود کو ترتیب دیتے ہیں اور ناسخ ومنسوخ مطلق مقید مجمل مفسر خاص عام محکم متشابہ میں امتیاز کرتے ہیں یہ جماعت مبین احکام ونشان اسلام ہیں۔ اور صوفیہ علوم رسوم[1] اسلام ان دونوں فریق سے حاصل کرتے ہیں اور تعصب سے کوسوں دور رہتے ہیں اور عمل کتاب وسنت واجماع پر کرتے ہیں اور جس مسئلہ میں کہ فقہاء اجماع کرتے ہیں جو صوفی کہ علم فقہ پر محیط نہیں ہوتے احکام شرع میں فقہاء سے رجوع کرتے ہیں اور جس مسئلہ میں کہ فقہاء اجماع کرتے ہیں صوفیہ بھی اس پر اتفاق رکھتے ہیں اور مسائل جزئیہ فرعیہ کہ جس میں فقہاء اختلاف رکھتے ہیں اس میں صوفیہ قول احسن واقوی احوطہ کو کہ اس میں زیادہ احتیاط ہوتی ہے اختیار کرتے ہیں اس سے ثابت ہوا کہ الصوفی لا مذهب له اور یہ ان کے مذہب میں نہیں ہے کہ تاویلات بعیدہ کو تلاش کرتے اور شہوات کو اختیار کرتے ہوں اور راہ ہوا وہوس کی ڈھونڈھتے ہوں۔

(۴) ایک شخص نے معنی تصوف کے پوچھے فرمایا کہ تصوف کے معنی ہیں بسبب احوال مشائخ مختلف اقوال ہیں ہر کوئی اپنے مقام یا حال کے موافق سائل کو جواب دیتا ہے یعنی مبتدی سائل کو از روئے معاملات مذہب ظاہر اور متوسط کو از روئے احوال و

---

[1] یعنی احکام ظاہرہ۔

منتہی کو از روئے حقیقت البتہ تمام اقوال میں اظہر قول یہ ہے کہ اول ابتداء تصوف علم ہے اور اوسط عمل و آخر عطاو بخشش وجذبہ الٰہی ہے اور علم مراد مرید کی کشائش کرتا ہے اور عمل اس کی توفیق وطلب پر مدد کرتا ہے اور بخشش مرتبہ غایت رجا کو کہ احاطہ بیان سے باہر ہے پہنچاتی ہے اور حق سبحانہ کے ساتھ واصل کرتی ہے اور اہل تصوف تین قسم کے ہیں یعنی تین مراتب رکھتے ہیں اول مرید کہ اپنی مراد طلب کرتا ہے دوم متوسط کہ طلبگار آخرت ہے سوم منتہی کہ اصل مطلوب تک پہنچ گئے ہیں اور انتقالات احوال سے محفوظ ہیں۔

(۵) پھر ارشاد ہوا کہ طالب طریق تصوف کو چاہیے کہ ادب ظاہری و باطنی کو نگاہ رکھے ادب ظاہر یہ ہے کہ خلق کے ساتھ بحسن ادب وکمال تواضع واخلاق پیش آوے اور ادب باطنی یہ ہے کہ تمام اوقات واحوال ومقامات میں باحق سبحانہ رہے حسن ادب ظاہر سرنامہ ادب باطن کا ہے اور حسن ادب ترجمان عقل ہے بلکہ التصوف کلہ ادب دیکھو حق تعالیٰ اہل ادب کی بزرگی کی مدح فرماتے اِنَّ الَّذِیْنَ یَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰی لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِیْمٌ جو کوئی کہ ادب سے محروم ہے وہ تمام خیرات ومبرات سے محروم ہے اور جو کہ محروم از ادب ہے وہ قرب حق سے بھی محروم ہے۔

از ادب پرنور گشت است ایں فلک　　　وز ادب معصوم پاک آمد ملک

(۶) ایک شخص نے حاضرین سے عرض کیا کہ صوفی کون ہے اور ملامتی کون؟ فرمایا صوفی وہ ہے کہ سوائے اللہ کے دنیا وخلق سے مشغول نہ ہو۔ اور رد وقبول مخلوق کی پروانہ رکھے اور مدح وذم اس کے نزدیک برابر ہو اور ملامتی وہ ہے کہ نیکی کو چھپاوے اور بدی کو ظاہر کرے۔

(حاشیہ) قولہ نیکی کو چھپائے اقوال یعنی نیکی سے مراد طاعت اور بدی سے مراد غیر

(۷) ایک آدمی نے فقر کے معنی دریافت کیئے فرمایا فقر دو طرح پر ہے اختیاری و اضطراری فقر اختیاری کہ واسطے رضائے حق کے ہو دولت مندی سے بدرجہا افضل ہے کہ حدیث الفقر فخری میں اسی فقر کی طرف اشارہ ہے اور فقر اضطراری عوام کو ہلاکت کفر تک پہنچاتا ہے۔ کہ حدیث کا کاد الفقر ان یکون کفراً سے یہی ہے اور معنی فقر کے محتاجی ہیں اور فقیر حقیقی وہ ہے کہ اپنے نفس سے بھی محتاج ہو یعنی مالک اپنے نفس کا بھی نہ رہے کیونکہ جس قدر فقیر کا ہاتھ ہر چیز سے خالی ہوگا اسی قدر اس کا دل ماسوی اللہ سے خالی ہوگا اور فانی فی اللہ و باقی باللہ ہو جائے گا۔

(حاشہ) قول حدیث الفقر فخری اقول روایت بالمعنی کے اعتبار سے حدیث کہہ دیا احیینی مسکینا سے اس کا مضمون مستنبط ہو سکتا ہے۔

(۸) ایک دن بطور نصیحت کے بیان فرمایا کہ ہرگا ہر گز گرد دنیا کے نجاؤ اور دل کو اس کا گرویدہ بناؤ کیونکہ دنیا کی مثال مثل آدمی کے سایہ کے ہے اگر کوئی سایہ کی طرف متوجہ ہو تو وہ اس کے آگے آگے بھاگتا نظر آئے اور اگر سایہ کو پس پشت کرے وہ خود پیچھا نہ چھوڑے۔ یہی حال دنیا کا ہے کہ جو کوئی دنیا کو ترک کرتا ہے دنیا اس کا پیچھا کرتی ہے اور جو کوئی طلب دنیا میں کوشش کرتا ہے اس سے کوسوں دور رہتی ہے اور ترک کرنے والے کو تلاش کرتی ہے۔

(۹) ایک دن ایک شخص نے سوال کیا کہ طالب راہ حق کو کیا کیا ضرور ہے فرمایا اول طالب شے کو لازم ہے کہ حقیقت و ماہیت شے مطلوبہ کی دریافت کرے تا کہ رغبت اس کے حاصل کرنے کی دل میں پیدا ہو پس جو شخص کہ ارادہ کرے کہ صوفیوں کے طریق و (راہ حق) پر چلے اولاً ماہیت وحقیقت وغایت تصوف (کہ راہ حق ہے) معلوم کرے۔ بعد ازاں ان کے اعتقادات و آداب ظاہری و باطنی کو سمجھے خصوصاً اطلاقات کو کہ ان کے حال و قال و تصنیفات میں آتے ہیں جانے اور خاص خاص

کے افعال واقوال واحوال کی کر سکے کیونکہ کثرت مدعیان کذاب سے حال محققان باصواب کا مجہول ہو کر فساد واقع ہوتا ہے اور اس بارے میں یعنی بیان اعتقادات و آداب ظاہری و باطنی واخلاق صوفیان میں کتاب لاجواب آداب المریدین مصنفہ حضرت ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی بہت عمدہ ہے۔ ہر زمانہ کے علماء ظاہر و باطن نے اس کو بنظر قبول دیکھا ہے۔ طالبان طریقہ صوفیہ کو عموماً اور متعلقین فقیر کو خصوصاً لازم وضرور ہے کہ کتاب موصوف کو پیش نظر رکھیں اور اس پر عمل کریں تا کہ آداب اس قوم بزرگ کے حاصل ہوں۔

(۱۰) ایک دن ایک شخص نے مسئلہ وحدت وجود کا سوال کیا فرمایا کہ یہ مسئلہ حق وصحیح مطابق للواقع[1] ہے اس مسئلہ میں کچھ شک وشبہ نہیں معتقد علیہ تمامی مشائخ کا ہے مگر قول واقرار نہیں ہے البتہ حال وتصدیق ہے یعنی اس مسئلہ میں تیقین اور تصدیق قلبی کافی ہے اور استتار اس کا لازم اور افشا ناجائز ہے کیونکہ اسباب ثبوت اس مسئلہ کے کچھ نازک ہیں بلکہ بحدے دقیق کہ فہم عوام بلکہ فہم علماء ظاہر میں کہ اصطلاح عرفاء سے عاری ہیں نہیں آتے تو الفاظ میں کہنا اور دوسرے کو سمجھانا کب ممکن ہے بلکہ جن صوفیوں کا سلوک ناتمام ہے اور مقام نفس سے ترقی کر کے مرتبہ قلب تک نہیں پہنچتے ہیں اس مسئلہ سے ضرر شدید پاتے ہیں اور مکر نفس سے چاہ الحاد وقعر ضلالت میں پڑ جاتے ہیں نعوذ باللہ منہا اس جگہ پر زبان روکنا واجب ہے (حصہ شمائم امدادیہ)

مقالات شریفہ حصہ دوم[2]

ترجمہ ملفوظ از رسالہ امداد الصادقین جمع کردہ مولانا صادق الیقین رحمۃ اللہ علیہ

(۱۱) فرمایا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ طریقت شریعت سے جدا ہے بھلا یہ کیسے ہوسکتا ہے اقرار باللسان اشارہ طرف شریعت کے ہے اور تصدیق بالجنان سے مطلب

---

۱ عقلی ونقلی وکشفی بتنوع طرح سے ۱۲

طریقت ہے پس ایک بغیر دوسرے کے کام کا نہیں۔اقرار بدون تصدیق نفاق ہے اور تصدیق بلا اقرار بیکار۔

(حاشیہ) قولہ اشارہ اقول لفظ اشارہ میں اشارہ ہے کہ شریعت کی یہ حقیقت نہیں حقیقت اصطلاحیہ اس کی اصلاح اعمال ظاہرہ ہے اس کی مثال اقرار ہے وامثالہ اور طریقت اصلاح اعمال باطنہ ہے اس کی مثال تصدیق ہے وامثالہ ۱۲ قولہ بلا اقرار بیکار اقول یعنی پورے آثار اس پر مرتب نہیں ہوتے۔

(۱۲) فرمایا کہ ھوا الظاہر کنایہ شریعت سے اور ھوالباطن طریقت سے۔ اگر شریعت نہ ہوتی اسمائے الٰہیہ کا عرفان نہ ہوتا اور صفات اسماء ظاہر نہ ہوتے مثلاً غفاری حق تعالیٰ کیونکہ جب شریعت قائم نہ ہوتی منہیات نہ معلوم ہوتے پس اظہار غفاری خداوند کریم کہاں سے ہوتا اور اسی طرح منتقم وغیرہ۔ (حاشیہ) قولہ ھوالظاہر کنایہ شریعت سے اقول مراد یہ کہ شریعت مظہر ہے اسم ظاہرہ کا وکذا ما بعدہ ۱۲ قولہ اگر شریعت نہ ہوتی اقول یہ ایک مستقل راز ہے خطاب بالشریعت کا جس میں شریعت سے ظہور اسماء کا دوسرے طور پر مذکور ہے ۱۲ قولہ اسمائے الٰہیہ کا عرفان نہ ہوتا اقول یعنی عرفان تام ۱۲ قولہ اور صفات اسماء ظاہر نہ ہوتے اقول عطف تفسیری ہے یعنی عرفان بالکنہ تو ناممکن ہے عرفان بالوجہ ممکن ہے اس وجہ کی حقیقت مفت ہے وہ بھی نہ ہوتا۔

(۱۳) فرمایا کہ حق تعالیٰ نے آیۂ کریمہ وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون میں لفظ عبد جو اختیار فرمائی اس میں نکتہ ہے کیونکہ غلام میں اور مزدور (نوکر) میں بہت بڑا فرق ہے۔ مزدور و ملازم سے معین کام جو اس سے متعلق ہو لے سکتے ہیں بخلاف غلام کے کہ اس کے واسطے کوئی خدمت متعلق کریں سب پھبتا ہے۔ اسی طرح آدمی کو بھی کوئی خاص کام خدا نے نہیں دے رکھا۔ اس میں یہ نکتہ ہے کہ تمام مخلوق میں ایک ایک صفات کا ظہور ہے اور انسان جامع ہے۔ وھذا ھوالحد معانی القول المشہور طرق الوصول الی اللہ بعدد انفاس الخلائق۔ (حاشیہ) قول

کوئی خاص کام خدا نے نہیں دے رکھا۔ اقول یعنی اور مخلوقات کو خاص خاص عبادت میں لگایا ہے انسان کی عبادت بہت قسم کی ہے حتی کہ بعض اوقات اس کے یے ایسے امور عبادت ہیں جو ظاہرا عبادت نہیں۔ جیسے سونا' استنجا کرنا' کھانا پینا' شہوت وغضب کے مقتضیات میں مشغول ہونا جبکہ حدود واصول کے اندر ہوں۔

(۱۴) فرمایا کہ ایک روز دو آدمی آپس میں بحث کرتے تھے ایک کہتا تھا کہ حضرت شیخ معین الدین چشتیؒ حضرت غوث اعظم قدس سرہ سے افضل ہیں اور دوسرا حضرت غوث پاک کو شیخ پر فضیلت دیتا تھا میں نے کہا کہ ہم کو نہ چاہیے کہ بزرگوں کی ایک دوسرے پر فضیلت بیان کریں اگرچہ اللہ فرماتا ہے فضلنا بعضھم علی بعض جس سے معلوم ہوا کہ واقع میں تو تفاضل ہے لیکن ہم دیدۂ بصارت نہیں رکھتے اس واسطے مناسب شان ہمارے نہیں ہے کہ محض رائے سے ایسی جرأت کریں البتہ مرشد کو تمامی اس کے معاصرین پر فضیلت باعتبار محبت کے دنیا مضائقہ نہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ باپ کی محبت چچا سے زیادہ ہوتی ہے اور اس میں آدمی معذور ہے اس نے یعنی قادری نے دلیل پیش کی کہ جس وقت حضرت غوث پاک نے قدمی علی رقاب اولیاء اللہ فرمایا تو حضرت معین الدین نے فرمایا یا جل علی عینی یہ ثبوت افضلیت حضرت غوث پاک کا ہے میں نے کہا کہ اس سے تو فضیلت حضرت معین الدین صاحب کی حضرت غوث پر ثابت ہوسکتی ہے نہ برخلاف اس کے کیونکہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت غوث اس وقت مرتبہ الوہیت یعنی عروج میں تھے۔ اور حضرت شیخ مرتبہ عبدیت یعنی نزول میں اور از ول کا افضل ہونا عروج سے مسلم ہے۔

(۱۵) فرمایا کہ کلمہ لا الہ الا اللہ کے باعتبار مراتب مردان کے تین معنی ہیں لا معبود لا مطلوب لا موجود الا للہ اور یہ سب مراتب سے اعلیٰ ہے۔

(۱۶) فرمایا کہ کفر مظہر ایمان ہے وبرعکس اس کے اگر کفر مخلوق نہ ہوتا کوئی ایمان کو کیونکہ جانتا۔ (حاشیہ) قولہ کوئی ایمان کو کیونکر جانتا اقول لان الاشیاء تعرف

باضدلوھا مقصود کفر کی حکمت تکوینیہ کا بیان کرنا تھا۔

(۱۷) فرمایا سیر تین طرح پر ہے سیر الی اللہ و فی اللہ و من اللہ۔

(۱۸) فرمایا عاشق دو طرح پر ہے عاشق ذاتی و عاشق صفاتی اور مرتبہ عاشق ذاتی کا عاشق صفاتی سے زیادہ ہے کیونکہ عاشق ذاتی پر جو کچھ وارد ہوتا ہے اس کو ذاتِ الٰہی سے جانتا ہے پس اس وجہ سے رضا و تسلیم میں مرتبہ عالی پاتا ہے۔ ایک دن حضرت غوث الاعظم سات اولیاء اللہ کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے ناگاہ نظر بصیرت سے ملاحظہ فرمایا کہ ایک جہاز قریب غرق ہونے کے ہے آپ نے ہمت و توجہ باطنی سے اس کو غرق ہونے سے بچالیا وہ ساتوں آدمی کہ عاشق ذات اور مرتبہ رضا و تسلیم میں ثابت قدم تھے اس امر حضرت غوث کو خلاف خیال کر کے آپ سے ناخوش ہوئے اور اپنی مجلس سے علیحدہ کر دیا۔ ایک دن آپ نے دیکھا کہ سات ڈھانچے ہڈیوں کے مسلم رکھے ہیں دریافت ہوا کہ ایک درندے نے خدا سے دعا مانگی کہ مجھ کو اپنے دوستوں کا گوشت کھلا وہ ساتوں آدمی پیش کئے گئے اور اس درندے نے گوشت ان مردان خدا کا کھانا شروع کیا۔ جس وقت درندہ دانت مارتا تھا وہ لوگ ہرگز دم نہ مارتے تھے یہاں تک کہ تمام گوشت اپنا راہ مولیت میں نثار کر دیا اور صرف ہڈیاں باقی رہ گئیں۔
(حاشیہ) قولہ اور مرتبہ عاشق ذاتی کا اقول یعنی جس کا التفات بالذات صرف ذات کی طرف ہوتا ہے ۱۲ قولہ رضا و تسلیم میں مرتبہ عالی پاتا ہے اقول اور عاشقان صفات کو خاص خاص صفت کی طرف التفات ہوتا ہے اس لیے اس کے مقابل صفت کے آثار پر اس کی رضا صرف عقلی ہوتی ہے۔

(۲۰) ایک شخص نے بیان کیا کہ ایک بزرگ کہتے تھے کہ تمام آدمی کیا مشرک اور کیا کافر و کیا مومن سب کو خدا کی رسائی ہوسکتی ہے اسلام شرط نہیں ہے ارشاد فرمایا کہ یہ بزرگ باوجود کمال کے سیر اسماء میں تھے البتہ مرتبہ حقائق میں یہ درست ہے کیونکہ مرجع تمامی خلائق اللہ جل شانہ فرماتا ہے مامن دابة الاھو آخذبنا صیتھا ان ربی

علی صراط مستقیم پس تمامی مخلوق صراط مستقیم پر ہے اور اسی وجہ سے اھدنا الصراط المستقیم پر کفایت نہ فرمایا انعمت علیھم کی قید لگائی پس اس طور پر صراط مستقیم مرادف طریق نجات کا نہیں ہے اور مرتبہ حقائق میں تمامی آدمی متساوی الاقدام ہیں اور کونین میں مظاہر اسماء وصفات لطف وقہر ہیں لیکن مرتبہ صورت میں جدا ومتمائز ہیں۔ (حاشیہ) قولہ باوجود کمال کے سیر اسماء میں تھے اقول اس لیے ہر اسم کے مظہر کو اس اسم تک واصل تکوینا دیکھ کر واصل سمجھتے تھے مگر یہ وصول شرعا مطلوب نہیں البتہ حقائق میں اس لیے صحیح ہے کہ ہر اسم حقیقت ہے ایک شے کی ۱۲ قولہ اور مرتبہ حقائق میں تمامی آدمی متساوی الاقدام ہیں اقول یعنی ان حقائق کی حقیقت میں۔

(۲۱) اثنائے درس احیاء العلوم میں زبان فیض ترجمان سے فوائد عجیبہ بیان فرما رہے تھے مولانا اشرف علی صاحب نے عذر کیا کہ آج بعض مقامات متبرکہ کی زیارت کو گیا تھا اس وجہ سے حاضری میں دیر ہوگئی ارشاد فرمایا جائے بزرگان زیارت آثار بزرگاں میں برکت ہوتی ہے۔

(۲۲) فرمایا انما الاعمال بالنیات تصوف کی جڑ ہے۔

(۲۳) فرمایا خوشبو لگاتے وقت سب نیتوں سے عمدہ نیت یہ ہے کہ خدا کی خوشنودی کی نیت کرے فان اللہ جمیل یحب الجمال۔

(۲۴) فرمایا ایک آدمی نے حضرت امام اعظمؒ کی غیبت کی آپ نے ایک طبق دینا رکا اس کو ہدیۃً دیا لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیسا الٹا معاملہ ہے امام صاحب نے فرمایا ھل جزاء الاحسان الاحسان اس شخص نے مجھ کو نعمت اخروی دی تو کیا میں اس کو دنیا کی نعمت بھی نہ دوں۔

بدی را بدی سہل باشد جزا　　　اگر مردی احسن الی من اسا

(۲۵) فرمایا کہ اس زمانہ میں فتوے پر عمل کرنا ہی تقویٰ ہے ایک متقی نے کسی کے

گھر میں خط لکھا اور ذرا سی خاک لے کر خشک ہونے کو خط پر ڈال دی چونکہ بلا اجازت خاک لی تھی مواخذہ کیا گیا۔

(۲۶) فرمایا اگر نیت درست ہو تو آدمی آیۂ وھم فی صلوتھم دائمون میں داخل ہو جائے یعنی حضور دائم میسر ہو۔ (حاشیہ) قولہ یعنی حضور دائم میسر ہوا قول یعنی دوام کی ایک تاویل کے اعتبار سے۔

(۲۷) فرمایا کہ تواضع نفاق کے ساتھ ممنوع ہے۔

(۲۸) فرمایا کہ ایک بزرگ حضرت بایزید بسطامیؒ کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہو سکے لوگوں نے ان سے سبب دریافت کیا جواب دیا کہ اصلاح نیت میں کوشش کرتا تھا صحیح نہیں ہونے پائی کہ نماز ختم ہو گئی۔ (حاشیہ) قولہ صحیح نہیں ہونے پائی اقول چنانچہ اگر ہم لوگ ایسے وقت دل کو ٹٹولیں کہ اگر بجائے اس جنازہ کے کوئی دوسرا جنازہ ہوتا جس سے نہ خود کوئی تعلق ہوتا نہ اس کے زندہ متعلقین سے تو کیا اس اہتمام سے اس جنازہ میں شرکت کرتے تو یہی جواب ملے گا کہ نہیں تو پھر کیونکر کہا جائے کہ محض ادائے حق مسلم اس نماز کی بناء ہے۔

(۲۹) احیاء العلوم کا درس ہو رہا تھا مضمون یہ تھا کہ معاصی نیک نیتی سے طاعت نہیں ہو سکتے ارشاد فرمایا کہ یہ صحیح ہے بلکہ حدیث شریف جف القلم بما ھو کائن کے معنی یہی ہیں اور جو کہ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یبدل اللہ سیاٰتھم حسنات مراد سئیات سے وہ طاعات ہیں کہ اصل نیت میں طاعت تھی مگر بسبب عوارض کے سئیات ہو گئی حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے بے انتہا فضل سے ان عوارض کو دفع کر کے اس طاعت کو قبول فرماتا ہے تبدیل سے یہ مراد ہے۔ (حاشیہ) قولہ حدیث جف القلم بما ھو کائن کے معنی یہی ہیں۔ اقول یعنی بعض اکابر کے نزدیک کہ حسنہ و سئیہ برابر نہیں جو حسنہ ہے حسنہ ہے جو سئیہ ہے سئیہ ہے۔ قولہ تبدیل سے یہ مراد ہے اقول اور اگر ظاہری معنی بھی مراد ہوں تو تبدیل کی صورت ایک کو محو کر کے دوسری

عطا کرنا ہے نہ کہ انقلاب ایک کا دوسرے کے ساتھ۔

(۳۰) وحدۃ الوجود کا ذکر فرماتے تھے مگر کلام بہت عالی تھا اس لیے لکھا نہ گیا۔

(۳۱) فرمایا اخوۃ کی تین قسمیں ہیں اخوۃ نسبی کہ تمام آدمی اولاد آدم ہیں۔ اخوۃ ایمانی انما للمومنون اخوۃ اخوۃ عارفین لانفرق بین احدمن رسلہ (حاشیہ) قولہ لانفرق بین احدمن رسلہ قول یعنی ایسا اتحاد کہ ایک کے انکار سے سب کے فیوض سے محروم رہ جائے۔

(۳۲) فرمایا کہ جناب مولوی رحمت اللہ صاحبؒ نے ایک دن فرمایا کہ اجازت ہوتو حضرت سلطان روم خلد اللہ ملکہ کو آپ کے مراتب سے اطلاع دوں؟ آپ نے جواب دیا کہ انتہائے عنایت سلطانی یہی ہوگی کہ اپنے حضور میں طلب فرمائیں گے جیسا کہ آپ کو طلب کیا تھا اور میں مکہ کو چھوڑنا نہیں چاہتا البتہ سلطان کی دعا چاہتا ہوں کیونکہ دعائے سلطان عادل مستجاب ہوتی ہے اور یہ استدعا سلاطین کے حضور میں بہت دشوار ہے پس مناسب ہے کہ آپ میرا اسلام سلطان سے کہہ دیں کیونکہ جواب سلام ضرور دیں گے اور سلام دعا ہے پس اتنا ہی کافی ہے۔ تفریع اسلام کو طریق مسنون ہے ترک کر کے اداب عرض کرنا نہ چاہیے۔

(۳۳) فرمایا کہ آیۂ وعلم ادم الاسماء کلھا میں علمائے ظاہر خیال کرتے ہیں۔ کہ مراد اس سے اسمائے عرفیہ میں اور علمائے باطن کے نزدیک حق یوں ہے کہ اس سے مراد حقائق اسماء ہے۔

(۳۴) فرمایا کہ علماء آپس میں تنازع کر کے العلم حجاب الاکبر کے مصداق بن جاتے ہیں۔

(۳۵) اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ صوفیہ بدعات اختیار کرتے ہیں یہ کسی طرح یقین نہیں ہوتا کیونکہ صوفی کو جب صفائے قلب میسر ہووے جو کچھ کہے گا حق کہے گا اور

لے یا اور کسی بزرگ کا نام لیا۔

زبان حق سے کہے گا۔
(حاشیہ) قولہ جو کچھ کہے گا اور زبان حق سے کہے گا اقول اور جو بدعات کے مرتکب ہیں وہ حقیقی صوفی ہی نہیں۔
(۳۶) فرمایا کہ نیت نماز کی اول سے آخر تک نزد حضرات صوفیہ کے ضروری ہے لیکن علماء وفضلاء نے غایت رحم سے بنظر سہولت فتویٰ صرف اول نماز میں نیت کا دیا ہے امید ارحم الرحمین سے ہے کہ قبول فرمائے۔ (حاشیہ) قولہ نزد حضرات صوفیہ کے ضروری ہے اقول یعنی حضور تام دائم شرط کمال صلاۃ ہے پس صوفیہ وعلماء میں حقیقی اختلاف نہیں۔
(۳۷) فرمایا کہ آیۂ واعبد ربک حتی یاتیک الیقین علمائے ظاہر نے یقین سے موت مراد لی ہے لیکن نزدیک صوفیہ کے یقین کے تین مراتب ہیں علم الیقین عین الیقین اور سب سے بڑھ کر حق الیقین اور یہ ایسا مرتبہ ہے کہ جب آدمی مرتبہ موتوا قبل ان تموتوا پر پہنچتا ہے تب حاصل ہوتا ہے اور آدمی اپنے آپ میں نہیں رہتا اور اس رتبہ پر پہنچ کر تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہیں اور آیت میں ان کے مذاق پر بھی مرتبہ مراد ہے لیکن یہ حالت صرف لحہ دولحہ رہتی ہے لیکن جن کو جامعیت میسر ہے وہ اس حالت میں بھی عبادت کو ترک نہیں کرتے ہیں کیونکہ عبادت تذلل ہے اور محبوب (خدا) کی محبوب ہے۔ (حاشیہ) قولہ یقین سے موت مراد لی ہے اقول اور تفسیر یہی ہے۔ قولہ نزدیک صوفیہ کے یقین کے تین مراتب ہیں اقول اور یہ تاویل بطور علم اعتبار کے ہے۔ منہ قولہ اور آدمی اپنے آپ میں نہیں رہتا۔ اقول یہ ماقبل کی تفسیر نہیں ہے بلکہ ایک قید زائد ہے اور ماقبل کے مغائر ۱۲ قولہ تکالیف شرعیہ ساقط ہو جاتی ہے اقول کیونکہ شرط تکلیف ہوش وحواس کی درستی ہے ۱۲ منہ قولہ عبادت کو ترک نہیں ہیں اقولہ یعنی تھوڑا بھی افاقہ ہو گو وہ درجہ ایجاب تکلیف تک نہ ہو جیسے معتوہ بیہوش نہیں مگر مکلف نہیں ۱۲ منہ

(۳۸) فرمایا کہ جنت العارفین لیس فیھا حورولا قصوروما فیہ شئی الاولی ارنی اس میں محض تجلیات الٰہی ہوتے ہیں اقول حور وقصور کی نفی اور تجلیات کا درجہ حصر میں اثبات باعتبار ملتفت الیہ ہونے کے ہے۔

(۳۹) فرمایا کہ چار مسئلوں میں متفکر تھا بعونہ تعالیٰ منکشف ہو گئے (۱) وحدت الوجود (۲) تقدیر (۳) روح (۴) مشاجرات صحابہ۔

(۴۰) فرمایا کہ محبوبان خاص جب تقدیر پر اطلاع پاتے ہیں اس کے موافق عمل کرتے ہیں اور عجلت کے ساتھ اس کو انجام دیتے ہیں کیونکہ اس کے ہونے پر ترقی (مدارج) موقوف ہوتی ہے پس چاہتے ہیں کہ اس امر سے فارغ ہو کر درجات عالیہ پر فائز ہو جائیں۔ چنانچہ بعد ارتکاب اپنی منزل مقصود پر پہنچ جاتے ہیں برادران یوسف علیہ السلام نے ایک امر شنیع کیا اور مرتکب گناہ کبیرہ کے ہوئے باوجود اس کے علماء کا ان کی نبوت میں اختلاف ہے اور انبیاء کبائر (گناہ) سے معصوم ہیں قبل نبوت و بعد نبوت اسی پر مشاجرات صحابہ کو قیاس کر لینا چاہیے ان کو معلوم ہو چکا تھا کہ یہ ضروری ہونا ہے پس تعجیل در تعجیل جہاں تک امر محبوب میں ہو خوب ہے اور یہی وجہ تھی کہ دن کو لڑائی لڑتے تھے اور رات کو ایک دستر خوان پر کھانا کھاتے تھے۔ (حاشیہ) قولہ اس کے موافق عمل کرتے ہیں اقول مگر وہ مقدر اگر امر غیر مباح ہو تو اس کو مباح نہیں سمجھتے ۱۲ منہ قولہ ترقی مدارج موقوف ہوتی ہے۔ اقول یعنی بواسطہ توبہ کے ۱۲ منہ قولہ تعجیل جہاں تک امر محبوب میں ہو اقول یہ محبوتیت تکوینیہ ہے تشریعیہ نہیں ۱۲ منہ قولہ خوب ہے اقول یہ خوبی بواسطہ ہے یعنی توبہ کا سبب بن جانے سے نہ کہ فی ذاتہ ۱۲ منہ

(۴۱) فرمایا کہ نظر بعض عارفین کی اسباب پر نہیں ہوتی اور یہ باعث زیان ومحل عتاب ہے وہ لوگ اسباب کو محض بے سود سمجھتے ہیں حتیٰ کہ دعا بھی نہیں مانگتے بلکہ ان کے نزدیک دعا منع ہے اور یہ غلطی ہے البتہ اگر مقام رضا کا غلبہ ہے تو مجبوری ہے (حاشیہ) قولہ اگر مقام رضا کا غلبہ ہے تو مجبوری ہے اقول اور اس کا غلط ہونا اس وقت

ہے جب درجہ رائی میں ہو۔

(۴۲) دعا کی چار قسمیں ہیں اول دعائے فرض مثلاً نبی کو حکم ہوا کہ اپنی قوم کے واسطے ہلاکی کی دعا کرے پس اس پر یہ دعا کرنا فرض ہے دوم دعائے واجب جیسے دعائے قنوت سوم دعائے سنت جیسے بعد تشہد اور ادعیہ ماثورہ چہارم دعائے عبادت جیسا کہ عارفین کرتے ہیں اور اس سے محض عبادت مقصود ہے کیونکہ دعا میں تذلل ہے اور تذلل ہے اور تذلل حق تعالیٰ کو محبوب ہے لہذا الدعاء مخ العبادة وارد ہوا ہے (حاشیہ) قولہ دعائے عبادت اقول مراد عبدیت و تذلل یعنی محض اظہار عبدیت ہی مقصود ہو اور دوسرے اقسام میں جو دوسرے اوصاف ہیں وہ نہ ہوں ۱۲ منہ

(۴۳) ایک دن حضرت شاہ حاجی امام ادینؒ علیل ہوئے اور آہ آہ کرنے لگے حضرت مفتی الٰہی بخش صاحب برادر حاجی صاحب کہ نسبت ارادت بھی حاجی صاحب سے رکھتے تھے عیادت کو آئے اور کہا آہ آہ کیوں کرتے ہو اللہ اللہ کرو انہوں نے کچھ خیال نہ کیا اور آہ میں مشغول رہے ایک دن اتفاقاً حضرت مفتی صاحب بھی اسی درد میں مبتلا ہوئے اور اللہ اللہ کرنے لگے اور آہ منہ سے نہ نکالا حضرت شاہ صاحب نے تشریف لا کر فرمایا کہ جب تک آہ نہ کرو گے صحت نہ ہوگی چنانچہ یہی ہوا کہ مرض ترقی کرتا گیا کسی طرح تخفیف نہ ہوئی۔ بالآخر مفتی صاحب نے آہ کرنا شروع کیا اور صحت حاصل ہوگئی۔ یہ مقام عبودیت تھا اور تذلل و عبدیت محبوب (خدا) کو محبوب ہے اور اسی میں رضا و تسلیم بھی مقصود ہے اور اللہ اللہ مقام الوہیت ہے (حاشیہ) قولہ اللہ اللہ مقام الوہیت ہے قول الوہیت سے مراد عروج اور عبودیت سے مراد نزول عارفین پہچانتے ہیں کہ اس وقت مرض سے نزول مقصود ہے جب تک اس کے آثار کو اختیار نہیں کیا جاتا۔ اس مقصد کے انتظار میں مرض زائل نہیں ہوتا ۱۲ منہ

(۴۴) فرمایا کہ مولد شریف تمامی اہل حرمین کرتے ہیں اسی قدر ہمارے واسطے حجت کافی ہے اور حضرت رسالت پناہ کا ذکر کیسے مذموم ہو سکتا ہے البتہ جو زیادتیاں

لوگوں نے اختراع کی ہیں نہ چاہئیں اور قیام کے بارے میں میں کچھ نہیں کہتا۔ ہاں مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے (حاشیہ) قولہ ہمارے واسطے حجت کافی ہے اقول یعنی ان کے مقابلہ میں جو منع میں افراط کرتے ہیں باقی جن کا منع کرنا بنا بر منکرات کے ہے اس کی تائید تو خود اس ملفوظ میں ہے باقی منکرات کیا کیا ہیں اس میں اجتہادی اختلاف ہوسکتا ہے ۱۲ منہ قولہ مجھ کو ایک کیفیت قیام میں حاصل ہوتی ہے اقول جو دوسروں پر حجت نہیں ۱۲

(۴۵) مولانا اشرف علی صاحب نے استفسار فرمایا کہ رویت حق تعالیٰ کی اس عالم میں ممکن ہے یا نہیں؟ فرمایا ممکن ہے معنی آیۃ لاتدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار کے یہ ہیں۔ کہ اس بصارت ظاہری سے رویت حق تعالیٰ ممکن نہیں ہے اور جب نظر بصیرت (باطنیہ) حاصل ہو جاتی ہے بصارت (ظاہری) پر غالب آتی ہے۔ پس عارف حقیقت میں نظر بصیرت سے دیکھتا ہے اور اگر یہ سمجھے کہ آنکھوں سے دیکھا ہے۔ تو اس کی غلطی ہے۔ دلیل اس بات کی کہ اس نظر سے نہیں دیکھتا یہ ہے کہ اگر آنکھ بند کرلے رویت بدستور ہے دوسرے یہ کہ وید آنکھوں کی عارضی محتاج نور آفتاب کی ہے بخلاف آں دید کے کہ محتاج نور بصیرت ہے بدون پرتو اس نور کے غیر ممکن ومحال ہے پھر مولانا نے استفسار فرمایا کہ خطاب لن ترانی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کیوں کیا گیا؟ ارشاد فرمایا کہ اس میں نفی رویت ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور یہ درست ہے کہ عارف دیکھتا ہے اپنی آنکھ سے نہیں دیکھتا بلکہ دیدۂ حق سے دیکھتا ہے اور نیز اس میں نفی رویت ذات ہے کیونکہ فنائے عبد اس کو لازم ہے اور جب فنا ہوا پھر رویت کجا (حاشیہ) قولہ عارف حقیقت میں نظر بصیرت سے دیکھتا ہے۔ اقول مراد دیکھنے سے وہ ادراک ہے جو اس عالم کے استعداد کے مناسب ہو چنانچہ متعارف دیکھنے کی نفی آگے خود اس ملفوظ میں ہے اسی طرح جو ادراک اس عالم کی استعداد سے زائد ہے اس کی

یعنی اس عالم میں بوجہ نقص استعداد کے ۱۲

(۴۶) فرمایا کہ ایک دن دو طالب علم آپس میں بحث کرتے تھے ایک کہتا تھا کہ نماز بدون حضور قلب درست نہیں ہے کیونکہ **لا صلوٰۃ الا بحضور القلب** وارد ہوا ہے۔ اور دوسرا حضرت عمرؓ کے قول سے استدلال کرتا تھا۔ کہ آنحضرت فرماتے ہیں **انی اجھز الجیش وانا فی الصلوۃ** اس سے زیادہ کون امر منافی نماز ہوسکتا ہے آخر الامر آپ (حضرت صاحب) سے محاکمہ چاہا ارشاد ہوا کہ ان دونوں حدیثوں میں تعارض نہیں ہے۔ مقربوں کو جب بادشاہوں کی حضوری ہوتی ہے امور لاحقہ عرض کرتے ہیں اور اخراجات چاہتے ہیں اور بجا آوری خدمت کی کوشش کرتے ہیں پس یہ عین حضوری ہے نہ منافی حضوری (حاشیہ) **قولہ لا صلوۃ الا بحضور القلب** وارد ہوا ہے اقول یعنی یہ مضمون حدیث کا ہے جس کے یہ الفاظ ہے **لا صلوۃ لمن لا یتخشع رواہ الویلمی مرفوعا کما فی کنز العمال** قوایہ عین حضوری ہے اقول یعنی جب باذن ہو خواہ اذن کلی ہو یا جزئی ہو۔

(۴۷) فرمایا کہ **الولایۃ افضل من النبوۃ** حق ہے لیکن مراد ولایت سے ولایت نبی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ولایت توجہ الی اللہ ہے اور نبوت توجہ الی الخلق اور توجہ الی اللہ توجہ الی الخلق سے بہر حال افضل ہے۔ جب آنحضرت ﷺ ولایت میں مستغرق ہوتے تھے توجہ الی الخلق جو لازمہ نبوت ہے کم ہو جاتی تھی پس فرماتے تھے کلمینی یا حمیراء تا کہ حضرت عائشہ الحمیراء رضی اللہ عنہا کی گفتگو سے توجہ الی الخلق عود کرے اور جب نبوت کہ توجہ الی الخلق سے مراد ہے غالب ہو کر شفقت و ترحم بحال خلق اس مرتبہ ہو جاتا تھا کہ ولایت میں نقص توجہ پیدا ہو تو ارشاد ہوتا تھا ارحمنی یا بلال تا کہ ذکر الٰہی سے توجہ الی اللہ حالت اصلی پر آجاوے (حاشیہ) قولہ پس فرماتے تھے

کلمینی یا حمیراء اقول عمدۃ القادری میں نسائی سے آپ کا حضرت عائشہ کو حمیرا فرمانا مذکور ہے اور کلمینی روایت بالمعنی ہے مسلم میں حضرت عائشہؓ کا قول ہے کہ سنت فجر کے بعد اگر میں جاگتی ہوتی مجھ سے باتیں فرماتے اور ظاہر ہے کہ باتیں کرنے والا مخاطب کو حالاً امر کرتا ہے کہ تو بھی کلام کر ۱۲ قولہ ارشاد ہوتا تھا ارحنی یا بلال اقول فی شرح الاحماء اخرجہ احمد و ابوداؤد و البغوی والطبرانی فی الکبیر والضیاء فی المختارۃ والخطیب وارحنا منہ اے اسقطہ عنا وخفف عنا اھ

(۴۸) فرمایا کہ مراتب یقین تین ہیں علم الیقین مرتبہ ادنیٰ، عین الیقین، مرتبہ وسطیٰ حق الیقین، مرتبہٴ اعلیٰ ہے۔ عین الیقین سے علم الیقین میں جانا حسنات الابرار سیئات المقربین ہے۔ حق الیقین مرتبہٴ فنافی الفنا ہے مثال اس کی یوں ہے کہ علم حرارت آتش کا علم الیقین ہے اور جب اس پر انگلی رکھی جائے عین الیقین ہو۔ اور جب لوہے کو خوب آگ میں سرخ کیا جائے اور اس وقت لوہا انا النار کہے بجا ہے یہ مرتبہ حق الیقین ہے اور اس مرتبہ میں عبادت ساقط ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ مرتبہ ہمیشہ نہیں رہتا تاہم جس کو جامعیت نصیب فرمائی ہے شریعت سے باز نہیں رہتا (حاشیہ) قولہ لوہا انا النار کہے بجا ہے اقول یعنی تاویل سے ۱۲ قولہ عبادت ساقط ہو جاتی ہے۔ اقول بوجہ مغلوبیت عقل کے ۱۲ قولہ یہ مرتبہ ہمیشہ نہیں رہتا اقول اکثر آنی ہوتا ہے ۱۲ قولہ شریعت سے باز نہیں رہتا۔ اقول یعنی مغلوبیت کے ضعیف کرنے کا قصداً اہتمام کرتا ہے جیسے وساوس غیر اختیاریہ پر مواخذہ نہیں لیکن ایک شخص ایسا اہتمام کرتا ہو کہ وساوس آنے نہ پائیں اس کی بڑی ہمت ہے۔ ۱۲

(۴۹) فرمایا کہ الایمان بین الخوف والرجاء یہی خوف ورجاء جب مرتبہ علیا کو پہنچتا ہے اور دوسری کیفیت پیدا کرتا ہے قبض وبسط کہا جاتا ہے اور جب زیادہ ترقی حاصل ہوتی ہے انس و ہیبت سے نام ہو جاتا ہے حقیقت واحدہ ہے کہ اختلاف

الکیفیات تسمی تادة بالامادة وتاره باللوامة وتارة ماالمهلمة وتارة بالمطمئنة

(۵۰) اگر حالت بست میں عبادت بجالایا ظہور تجم ہے سمجھو نہ اس وقت ہوگا کہ حالت قبض میں بھی کوئی فتور نہ ہو اور ترک عبادت نہ کرے جیسا کہ بہتر یے آدمی گمراہ ہو جاتے ہیں۔ شیخ کامل اس کا دفیعہ کرسکتا ہے (حاشیہ) قولہ آدمی گمراہ ہو جاتے ہیں اقول اس طرح سے کہ قبض سے قبض اغلاط میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ۱۲ منہ

(۵۱) فرمایا مشہور ہے کہ بوجہ دعائے ابراہیم بن ادہمؒ ان کے صاحبزادہ حضرت محمود نے وفات پائی لیکن محققین کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ بوجہ غایت محبت و شفقت پدری حضرت ابراہیم نے ان کو ایک دم سے بھر دیا ان سے تحمل نہ ہوسکا۔ اس وجہ سے انتقال کیا جیسا حضرت خواجہ باقی باللہ نے نان پر کو توجہ اتحادی دی اور اس کو تحمل دشوار ہوگیا۔ (حاشیہ) قولہ محققین کے نزدیک صحیح یہ ہے اقول غالباً ذوق اس کا مرجح ہے۔ اور اس پر استدلال بھی ہوسکتا ہے کہ بددعا کرنا ان کی شان سے بعید تھا اور فیض پہنچانا ان کی شان کے مناسب ہے باقی یہ کہ جو فیض بھی موجب ہلاکت ہو جائے اس کا القا کیسے جائز ہوا جواب یہ ہے کہ اس کا احتمال نہ تھا تو یہ غلطی طبیب حاذق کی سی غلطی ہے جس پر مواخذہ نہیں۔

(۵۲) فرمایا مشہور ہے کہ حضرت محمود نسبت شیوخ کی سلب کر لیتے ہیں یہ غلط ہے بزرگوں سے عطا ہوتا ہے نہ کہ برعکس اصل یہ ہے کہ نسبت شیوخ کی اس مقام متبرک میں نسبت انبیاء علیہم السلام کے آگے پست ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ آفتاب کے سامنے چراغ نہیں جلتا (حاشیہ) قولہ نسبت انبیاء علیہم السلام کے آگے پست ہو جاتی ہے اقول جو کہ مکہ معظمہ میں مدفون ہیں۔

(۵۳) فرمایا الایمان بین الرجاء والخوف جب عمل خیر کرے تو امید قبولیت

عمل خیر کرے۔ اقول رجاء کا موقع بتلانا مقصود ہے یعنی بدون عمل کے جو رجا سمجھا جاتا ہے وہ غرور ہے صرح بہ الغزالی اور یہ مقصود نہیں کہ عمل کے وقت خوف نہ ہو۔۱۲

(۵۴) فرمایا الشیخ فی قومه کالنبی فی امته اور من اراد ان یجلس مع الله فلیجلس مع اهل التصوف وغیرہ کو صوفیہ ن حدیث کہا ہے دراصل یہ سب احادیث ہیں اور دوسری حدیث میں بجائے اہل تصوف اہل الذکر صراحۃً موجود ہے اور اہل الذکر اہل تصوف ہیں پس حدیث نقل بالمعنی ہوگی۔ اگر اس سے قطع نظر کیا جائے پس حدیث دو نوع کی ہیں (۱) حدیث بالمعنی المتعارف اور (۲) حدیث کشفی چنانچہ فرمایا حضرت رسالت مآب ﷺ نے من رانی فقد رأ الحق اس کے دو معنی ہیں اول یہ کہ من رانی فقد رانی یقینا فان الشیطان لاتمیثل بی دوم یہ کہ من رانی فقد رأ الله تعالیٰ پس جب زیارت آنحضرت ﷺ کی میسر ہوئی یا دیدار پروردگار جو کچھ مسموع ہوگا یا قلب پر وارد ہوگا آنحضرت ﷺ کی طرف سے ہوگا یا خدائے پاک کی طرف سے پس حدیث کشفی نام رکھنے میں کیا مضائقہ ہے اور ہمارے علماء اس زمانہ میں جو کچھ قلم میں آتا ہے بے محابہ فتوے دے دیتے ہیں علمائے ظاہر کے لیے علم باطن بہت ضرور ہے بدون اس کے کچھ کام درست نہیں ہوتا (حاشیہ) قولہ الشیخ فی قومہ الخ اقول اور وہ ابن حبان والدیلمی بسند ضعیف اور گو مراد اس حدیث میں شیخ سے کبیر السن ہے مگر اشتراک علت سے کہ زیارت عقل ہے مرشد کو بھی شامل ہے کہ وہ عقل دین رکھتا ہے اور دوسری حدیث میری نظر سے نہیں گزری نہ اہل التصوف کے لفظ سے نہ اہل الذکر کے لفظ سے مولانا رومی اس مثنوی میں لائے ہیں مگر معنے یہ بھی ثابت ہے۔ اس طرح سے کہ حدیث ہے انا جلیس من ذکرنی اس کے ساتھ ایک مقدمہ عقلیہ یا عادیہ منضم کر دیا جائے جلیس الجلیس جلیس پس لازم آیا کہ جلیس اہل ذکر جلیس حق ہے اور اس سے من اراد الخ لازم آ گیا اور دوسری توجیہ کی

کی دوسری تاویل قواعد کے خلاف نہیں کما قال اللہ تعالیٰ ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ اور کشف یا رویا میں جو حق تعالیٰ سے سنے گا وہ حدیث قدسی ہوگی اور آگے جو بعض علماء کی شکایت ہے اس میں بے محابا کی قید بھی ہے یعنی محمل حسن کے ممکن ہوتے طعن اور گستاخی نہ چاہیے۔ جیسا کہ اس پر کا حاشیہ اس پر دال ہے ۱۲ قولہ بے محابا فتوائے دے دیتے ہیں۔ اقول یعنی صوفیہ کو جاہل و وضاع حدیث کہتے ہیں البتہ اگر تفصیل کر دیا کریں تو مقصود بھی حاصل ہو جائے اور مقبولانِ الٰہی کی توہین بھی نہ ہو۔ ۱۲

(۵۵) فرمایا ہمارے علماء مولد شریف میں بہت تنازع کرتے ہیں تاہم علماء جواز کی طرف بھی گئے ہیں جب صورت جواز کی موجود ہے پھر کیوں ایسا تشدد کرتے ہیں اور ہمارے واسطے اتباع حرمین کافی ہے۔ البتہ وقت قیام کے اعتقاد تولد کا نہ کرنا چاہیے اگر احتمال تشریف آوری کا کیا جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ عالم خلق مقید بزمان و مکان ہے لیکن عالم امر دونوں سے پاک ہے پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکاتہ کا بعید نہیں

(حاشیہ) قولہ پس قدم رنجہ فرمانا ذات بابرکات کا بعید نہیں اقول حضرت کا طبعی حسن ظن اس کا منشا ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ یہ اختلاف حنفی شافعی کا سا ہے مقصود یہ ہے کہ جب بعض کا اجتہاد اس طرف گیا ہے گو اس اجتہاد کی صحت کا احتمال نہ ہو لیکن صاحب اجتہاد یا اس کی تقلید کرنے والا اس قدر ملامت کا محل نہیں ہے آداب احتساب سے ہے کہ ایسے موقع پر نرمی سے سمجھا دیا جائے البتہ اگر وہ اہل حق سے عناد رکھتے تو اس عناد میں اجتہاد کی گنجائش نہیں اور عالم خلق عالم مادی کو کہتے ہیں اور عالم امر مجردات کو اور روح مجردات سے ہے اور احتمال کا لفظ نص ہے اس میں کہ جزم اس اعتقاد کا جائز نہیں اور نہ احتمال مخصوص ہے اس مجلس کے ساتھ جس کا نام مجلس مولد ہو۔ ۱۲ منہ

(۵۶) فرمایا واسطے تقویت حافظہ کے یاعلیم علمنی مالم اکن اعلم یاعلیم اکتالیس بار بعد نماز عصر پڑھنا چاہیے۔ اور سورۂ فاتحہ بعد نماز فجر [illegible]

یا روئی پر لکھ کر کھالیں۔

(۵۷) فرمایا۔ یک زمانے صحبتے با اولیا بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اس میں زمان عام نہیں ہے بلکہ مخصوص ہے جب ان لی مع اللہ وقت میسر ہو وہ وقت مراد ہے (حاشیہ) قولہ وہ وقت مراد ہے اقول یہ بھی اس کا ایک محل ہے۔ جو ظاہراً توجیہات کا محتاج نہیں اور لی مع اللہ وقت الخ اس کو بعض کتب تصوف میں حدیث لکھ دیا ہے۔ مگر سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اس کے حدیث ہونے کی نفی کر کے اس کے معنی کو شمائل ترمذی کی حدیث تجزیہ اوقات سے مستند کیا ہے۔

(۵۸) فرمایا کہ ایک دم میں ولایت حاصل کرنے کے لیے خدمت کرنا چاہیے جیسے کہ حضرت شاہ بھیک مرید حضرت شاہ ابوالمعالی قدس سرہ اپنے مرشد کی انواع اقسام کی خدمت کرتے تھے اور بڑی مشقت کرتے تھے دن کو دن اور رات کو رات نہیں جانتے تھے۔ ایک دن حضرت شاہ صاحب نے نکال دیا۔ یہ نکالنا بزرگوں کو محض ظاہری ہوتا ہے لیکن قلب سے کھینچتے ہیں۔ حضرت شاہ بھیک صاحب شہر کے گرد گھومنے لگے۔ ایک دن شاہ صاحب کی اہلیہ نے کہا کہ تم نے ایسے بخیس آدمی کو کیوں نکال دیا اگر وہ ہوتا تو کوئی کام ہی کرتا شاہ صاحب نے فرمایا کہ میں نے نکال دیا ہے تم نے تو نہیں نکالا تم بلالو۔ غرضیکہ شاہ بھیک کو طلب کر کے کوٹھے کی چھت بنانے کا حکم دیا حضرت شاہ بھیک صاحب بتکلف اکیلے بنانے لگے اور بڑی بڑی لکڑیوں کو کاٹ وتراش کر چھت بنانا شروع کیا حضرت کو یہ خدمت پسند آئی چونکہ ان کی مشقتیں انتہا کو پہنچ گئی تھیں۔ حضرت شاہ صاحب نے ایک دم میں توجہ باطنی سے کمال کو پہنچا دیا یہ ان کی محنت کا پھل تھا۔ (حاشیہ) قولہ ایک دم میں ولایت حاصل کرنے کے لیے اقول مراد ولایت سے مقبولیت نہیں بلکہ بعض کیفیات متعلقہ مقبولیت مجازاً اور قصہ کے آخر میں لفظ کمال سے بھی یہی مراد ہے۔

الطالب عارفا فاکشف (حاشیہ) قوله عار فاً–فاکشف اقول لانه لا یعتقده ذات صورة بل یعقیدهالشیخ مظهرا کاملا للمطلوب فلا یقع فی الاتحاد والحلول

(٦٠) اکثر اوقات رماتے ہیں کہ مجھ میں کچھ نہیں ہے البتہ یہ امید ہے کہ تم لوگوں کے توسل سے میری بھی نجات ہو جائے اور موافق اعتقاد وگمان تم لوگوں کے مجھ کو بھی حصہ زحمت خدا سے ملے بوجہ تم لوگوں کے اللہ تعالیٰ یاد آ جاتا ہے اور گونہ اس کے ذکر میں مشغولی ہوتی ہے۔

(٦١) فرمایا کہ ضیاء القلوب کو میں نے نو جزو میں لکھا تھا چار جزو کی اجازت ملی اور پانچ جزو ثمرات میں تھے ممنوع الاظہار والافشا ہو گئے۔

(٦٢) فرمایا کلام اللہ تعالیٰ کا حقیقت میں نفسی ہے پھر بھی الفاظ کو کلام اللہ کہتے ہیں یہی حال تمامی صفات کا ہے یہی معنی ہیں ہمہ اوست و وحدت الوجود کے اور یہی ہے لی یسمع و بی یبصروبی یبطش الحدیث (حاشیہ) قولہ یہی حال تمامی صفات کا ہے۔ اقول کہ ان کو اپنے مظاہر کے ساتھ خاص تعلقات ہیں۔ گو بعینہ کلام نفسی وکلام لفظی کا سا تعلق نہیں کیونکہ کلام لفظی تعبیر ہے اس کلام نفسی کی اور اسی وجہ سے اس کی اسناد حق تعالیٰ کی طرف جائز ہے بلکہ واجب ہے بخلاف دوسرے مظاہر صفات کے مثلاً اکل زید کہ مظہر قدرت حق ہے مگر اکل کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف جائز نہیں مگر یہاں تشبہ نفس تعلق ظاہریت ومظہریت میں ہے اس تعلق ظاہریت ومظہریت کو صوفیہ اصطلاح میں غیبت کہتے ہیں اور ہمہ اوست و وحدۃ الوجود جو کہ ترجمہ ہے غیبت کا اس سے بھی یہی مراد ہے بی یسمع سے بھی تعلق خاص مفہوم ہوتا ہے جو معنی اس تعلق سے متقارب ہے۔

(٦٣) فرمایا ایک آدمی خاندان نقشبندیہ میں مرید تھا۔ لیکن اس کی طبیعت ذکر بالجبر سے مناسب تھی اور ذکر جہر سے اس کو لذت ملتی تھی [illegible]

ترک جہر سے انقباض ہو گیا اور وہ لذت جو حاصل ہوئی تھی جاتی رہی مجھ سے اپنا حال بیان کیا میں نے کہا کہ ہر شخص کو ایک ذکر مخصوص سے مناسبت ہوتی ہے بعض کو خفی سے بعض کو جلی سے بعض کو خیال و تصور سے تمہارے لیے ذکر جلی مناسب ہے نہ خفی اس نے مرشد کی تعلیم کا عذر کیا میں نے جواب دیا کہ جب یہ عذر تھا تب عرض حال کرنا ضرور تھا جب مدینہ منورہ میں پہنچے۔ ایک برادر شادی کے پاس ان کے حسب در خواست ضیاء القلوب نقل کے واسطے لے گیا وہ ایسے بزرگ تھے کہ ان کا ذکر نفی و اثبات اس درجہ پر پہنچ گیا تھا کہ جب لا الہ کہتے تاریکی ہو جاتی اور چادر وغیرہ کچھ نہ رہتی سب فنا ہو جاتی اور جب الا اللہ کہتے ایک نور ظاہر ہوتا یہ دونوں کیفیت معلوم ہوتی تھیں ایک شخص یہ حالت دیکھ کر معبر رہتا تھا جب تحقیق کیا امر واقعی دریافت ہوا کہ یہ آثار ان حضرت کا ہے غرضیکہ انہوں نے ضیاء القلوب لے کر ان نقشبندی کو واسطے نقل کے دی ہنگام نقل فیض ظاہر ہوا اور انبساط حاصل ہوا شکر یہ بجالائے اور ضیاء القلوب اپنے واسطے نقل کی (حاشیہ) قولہ سب فنا ہو جاتی اقول یعنی باعتبار ادراک کے نہ کہ واقع ہیں۔

(۶۴) فرمایا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بزرگوں کے حالات کی چھان بین میں رہتے ہیں یہ امر مذموم اور ممنوع ہے قال اللہ تعالیٰ لاتدخلوا بیوتا غیر بیوتکم بزرگوں کے حضور میں اپنے دل کی نگہداشت کرنا چاہیے۔

پیش اہل دل نگہدارید دل

ایک دن ایک صاحب میرے پاس آئے اور اپنی نسبت سے میرا تفتیش حال کرنے لگے میں نے کہا کہ یہ امر بہت برا ہے اہل نسبت اگر اپنی پونجی چھپانا چاہے تو پتہ بھی نہ لگنے دے یہ سن کر میرے زانو پکڑ لیے اور عذر کرنے لگے (حاشیہ) قولہ قال اللہ تعالیٰ لا تدخلوا بیوتا غیر بیوتکم اقول اس سے استدلال باشتراک علت ہے وھو الاطلاع مالا یرید صاحب البیت الاطلاع علیہ۔

(۶۵) فرمایا کہ الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ بصیغہ خطاب میں بعض لوگ کلام کرتے ہیں۔ یہ اتصال معنوی پر مبنی ہے لہ الخلق والامر عالم امر مقید بجہت وطرف وقرب و بعد وغیرہ نہیں ہے پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے

(حاشیہ) قولہ پس اس کے جواز میں شک نہیں ہے اقول یعنی جس کو اتصال معنوی مع الکشف نصیب ہو وہ اس قرب کے مکشوف ہونے پر بلاواسطہ خطاب کرسکتا ہے ورنہ یوں سمجھ لے کہ ملائکہ پہنچادیں گے البتہ اگر اس خطاب سے عوام میں مسفدہ ہو تو اس کا اظہار ممنوع ہوگا۔

(۶۶) فرمایا کہ وظائف میں عدد طاق عمدہ ہیں نو ہوں یا گیارہ۔

۶۷) ایک آدمی نے پوچھا کہ ہمہ اوست ولاموجود کے کیا معنی؟ فرمایا کہ دونوں مرادف ہیں جو کوئی طالب علم ہو اس کے معنی سمجھ سکتا ہے اس کی مثال یوں ہے کہ جیسے مہندس نقشہ کسی عمارت کا اپنے ذہن میں خیال کرے اور تصور کرے پس اصل میں وجود وقیام عمارت کا ہو گیا بعدہ جو درودیوار ظاہر ہوں گے وہ پرتو حاضر فی الذہن کے ہوں گے۔ اسی طرح صفات اللہ کے ہیں مثل علم وقدرت اور تمامی کائنات پرتو انہیں دوصفت کے ہیں۔ تمام مخلوق علم حق تعالیٰ میں تھی اسی کے موافق ظاہر ہوئی بس یہ سب پرتو وظل الہٰی ہے اور ظاہر ہے کہ خدا کے صفات اس کی ذات سے علیحدہ نہیں ہیں لامحالہ لاموجود الا اللہ وہمہ اوست پیدا ہے جملہ اول فانی آخر فانی اور درمیان میں جو کچھ ظاہر ہوا محض خیال وتصور ہے اور کہتے ہیں کہ یہ مسئلہ کشفی ہے میں کہتا ہوں کہ کشفی بھی ہے اور عقلی ونقلی بھی نہ صرف کشفی عقل کے کئی اقسام ہیں عقل معاش ومعاد عقل کل وجز ومعقولی جو عقل معاد نہیں رکھتے محض نامعقول ہیں۔

(حاشیہ) قولہ اس کی مثال یوں ہے اقول یعنی تقریب فہم کے لیے نہ کہ بعینہ یہی حال ہے تعالیٰ اللہ ۱۲ قولہ اس کی ذات سے علیحدہ نہیں ہیں اقول یہاں ایک مقدمہ مطوی ہے وہ یہ کہ پرتو اور ظل کا وجود مستقل نہیں پس وجود حقیقی ومستقل صرف حق تعالیٰ کے

لیے ہوا اور صفات کو پہلے ہی تغائر نہیں پس وجود حقیقی واحد ہی ہوا ۱۲ اقولہ جملہ اول فانی آخر فانی اقول یعنی جملہ اشیاء اول بھی معدوم تھی پھر بھی معدوم ہوں گی جس سے ان کے وجود کا غیر مستقل ہونا ثابت ہوا پس وجود مستقل واحد ہی ہوا اور خیال وتصور تشبیہا فرمایا وجہ تشبیہ عدم استقلال کی صفت ہے جو کہ خیال وتصور میں اظہر ہے ۱۲ اقولہ عقل کل وجزو اقول کل بمعنی کامل ۱۲

(۶۸) فرمایا کہ شیطان انواع واقسام سے انسان کو وسوسوں میں ڈالتا ہے کبھی بالکلیہ عبادت سے پھیر دیتا ہے اور کبھی عبادت اعلیٰ سے ادنیٰ پر مائل کرتا ہے۔

حج زیارت کردن خانہ بود حج رب البیت مردانہ بود

کبھی حج رب البیت سے باز رکھ کے رغبت حج مکان کی دیتا ہے اور جہاد اکبر سے جہاد اصغر کی طرف متوجہ کرتا ہے (حاشیہ) قولہ رغبت حج مکان کی دیتا ہے۔ اقول یعنی باوجود فرض نہ ہونے کے۔۱۲

(۶۹) فرمایا کہ تمام لطائف بالائے عرش ہیں۔ تصور کرنا چاہیے کہ ان کے حقائق سے فیض حاصل ہوتا ہے (حاشیہ) قولہ تمام لطائف بالائے عرش ہیں اقول یہ کنایہ ہے لامکانی ہونے سے اس لیے کہ وہ مجرد ہیں اور عرش منتہی ہے امکنہ کا پس وراء العرش کنایہ ہوا لامکان ہے۔۱۲

(۷۰) فرمایا کہ مذہب وملت عشق جدا ہے جیسا کہ مولانا روم فرماتے ہیں۔

ملت عاشق زملت ہا جدا است عاشقاں را ملت ومذہب خدا است

مجھ کو اس آیت سے تسکین وتشفی ہوگئی ماعلیک من حسابھم من شئی وما من حسابک علیھم من شئی (حاشیہ) قولہ مذہب وملت عشق جدا ہے اقول یعنی جب اس کا سکر وغلبہ ہو۔ ورنہ معذوری کی کوئی وجہ نہیں ۱۲ منہ قولہ مجھ کو اس آیت سے تسکین وتشفی ہوگئی۔ اقول یعنی اس مضمون میں کیونکہ آیت کا حاصل ان کی باطن کی تفتیش نہ کرنا ہے۔ کما صرح المفسرون بہ اور مبنیٰ اس عدم تفتیش کا اس

جماعت کے باب میں ان کا عاشق ہونا ہے کما دل علیہ وصفھم بقولہ یریدون وجھہ اس سے مستنبط ہوا کہ اگر ان کی کوئی باطنی حالت معذوری کی ہو اور قرائن قویہ اس پر دال ہوں تو ان کے باب میں کاوش نہ کی جائے۔۱۲

(۷۱) اور فرمایا کہ جو کچھ مثنوی میں ہے اس کی تعلیم روحانی جس کو حضرت مولانا روم نے فرمائی ہے۔

(۷۲) ذکر وفات و حیات و مجددیت حضرت سید احمد صاحبؒ کا ہوا فرمایا کہ معتقدین ان کو مجدد اس صدی کا کہتے ہیں اور بعضوں کا اعتقاد ہے کہ وہ زندہ ہیں مگر قرائن و آثار سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہید ہوئے ہیں اور اس ضمن میں واقعہ دیوبند کا بیان فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا کہ آدمیوں نے حضرت کا بدن پایا سر کہ بموجب وصیت کے جدا کر دیا گیا تھا نہیں ملا۔ امر سنگھ نے بتعظیم و اکرام عام مزار تیار کیا۔ (حاشیہ) قولہ واقعہ دیوبند کا بیان فرمایا۔ اقول یعنی وہاں ایک بزرگ نے حضرت سید صاحب کو بعد شہادت دیکھا ۱۲ قولہ سر کہ بموجب وصیت کے جدا کر دیا گیا تھا۔ اقول اس کی تحقیق میں نے نہیں سنی کہ ایسا کیوں کیا گیا۔۱۲

(۷۳) فرمایا کہ میں تین سال کا تھا کہ سید صاحب کی آغوش میں دیا گیا اور انہوں نے مجھ کو بیعت تبرک میں قبول فرمایا۔

(۷۴) فرمایا کہ انسان کا ظاہر عبد ہے اور باطن حق (حاشیہ) قولہ اور باطن حق اقول باطن حقیقت کو کہتے ہیں جس کا مظہر انسان ہے باطن کو جزء انسان نہ سمجھنا چاہیے ورنہ محال عقلی و نقلی لازم آوے گا۔۱۲

(۷۵) فرمایا نظر عارف کی اول ظاہر پر پڑتی ہے بعدہ مظاہرہ پر اس لیے اول کہتا ہے ھذا ربی پھر کہتا ہے لا احب الافلین.

(۷۶) فرمایا معنی ؎

من آن وقت کردم خدا را سجود | کہ ذات و صفاتِ خدا ہم نہ بود

کے یہ ہیں کہ جس وقت ظہور عینی ذات وصفات حق تعالیٰ کا نہ ہوا تھا۔ محض مرتبہ اعیان کا تھا اس وقت بھی اس مرتبہ میں میں اس کی عبادت میں تھا (حاشیہ) قولہ جس وقت ظہور عینی ذات وصفات حق تعالیٰ کا نہ ہوا تھا اقول یعنی مضاف محذوف اور اعیان ثابتہ کے مرتبہ میں عبادت کی حقیقت تو تعلق علمی ہے حق تعالیٰ کا اس کی عبادت فی وقتہا کے ساتھ اور اس میں قابل کی تخصیص نہیں مقصود غالباً یہ ہے کہ جب کسی کے قول کی تاویل ہو سکے اس پر لعن وطعن نہ کریں گو وہ قول غیر مفید ہی ہو۔۱۲

(۷۷) فرمایا عالم قدیم ہے مرتبہ اعیان میں کیونکہ یہ پرتو صفات الٰہیہ کا ہے اور صفات باری تعالیٰ قدیم ہیں (حاشیہ) قولہ فرمایا عالم قدیم ہے اقول مقصود غالباً یہ ہے کہ اگر کسی عارف کے کلام میں قدم عالم کا پایا جائے تو اس کی یہ تاویل ہے نہ یہ کہ بلا ضرورت قدم عالم کو گاتا پھرے۔۱۲

(۷۸) فرمایا جو کچھ ایک نگاہ میں حاصل ہوتا ہے دیرپا نہیں ہوتا اور جو ریاضت سے رفتہ رفتہ حاصل ہوتا ہے قائم رہتا ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے الذین جاهدوا فینا پس مجاہدہ بہتر وخوب ہے اس آیت کے دو معنی ہیں اول یہ کہ مجھ میں مجاہدہ کر کے فنا ہوتے ہیں اور دوسرے معنی مشہور (حاشیہ) قول یہ کہ مجھ میں مجاہدہ کر کے فناہ ہوتے ہیں۔ اقول یعنی جاہدو متضمن ہے معنی فنا کو یعنی جاهدوا و یفنون فینا اور معنی مشہور فی بمعنی لام یعنی لنا۱۲

(۷۹) فرمایا پاس انفاس جو صحبت شیخ میں دفعتہً میسر ہو جاتا ہے دیرپا نہیں ہوتا اور جو خیال سے رفتہ رفتہ حاصل ہوتا ہے دیرپا ہوتا ہے اس میں اسرار ہیں ورنہ ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ اول سے تمام مخلوق کو عارف پیدا کرتا اور حاجت ریاضت کی نہ ہوتی۔

(۸۰) فرمایا کہ اس زمانہ میں لوگوں سے مشقت نہیں ہو سکتی طلب کمال کرتے ہیں اور میں باوجود ضعف کے ایک دم میں دو سو پچاس ضرب کرتا تھا مولوی نور الحسن صاحب کاندھوی نے اسقدر کثرت درود شریف کی کی تھی کہ بے اختیار زبان پر جاری

ہو جاتا تھا اور یہ قدرت نہ ہوتی تھی کہ زبان کو روک لیں۔ یہاں تک کہ پاخانہ میں زبان کو دانتوں سے دباتے رہتے تھے کہ ایسا نہ ہو درود شریف منہ سے نکل جائے۔

(۸۱) فرمایا میں نے مثنوی شریف تین بار حضرت مولانا عبدالرزاق جھنجانوی پر عرض کی اور تحقیق بعض مقامات کی مولوی ابوالحسن کاندھوی سے کی۔

(۸۲) فرمایا کہ ایک مرید بہت غبی تھا مرشد نے چند اشغال تعلیم کئے باوجود مشقت و چلہ کشی کچھ اثر و لذت پیدا نہ ہوئی۔ عرض کیا کہ اب کیا کروں فرمایا دیوار میں سر دے مار وہ طالب صادق مستعد ہو کر دیوار کے پاس گیا اور قریب تھا کہ دیوار پر سر مار کر جان نثار کر دے کہ دفعتہ بے ہوش ہو کر گر پڑا ندا آئی کہ اس سے (مرشد سے) کہو کہ میرے دوستوں کا سر پھوڑواتا ہے۔ دونوں پیر و مرید کیفیت وجد میں ہو گئے پیر لذت خطاب سے بیتاب ہو گیا۔

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

عبس و تولی ان جاء و الاعمی اور مرید درجہ کمال کو پہنچ گیا (حاشیہ) قولہ دیوار میں سر دے مارا قول معنی حقیقی مقصود نہ تھے اور تھا غبی معنی حقیقی سمجھ گیا اور اسی پر عتاب ہوا کہ غبی سے ایسی بات کہی کہ وہ غلط سمجھ گیا اس کو تعلیم حقیقت کی کرنا چاہیے تھا کہ کیفیت مقصود نہیں۔

(۸۳) فرمایا اصل ذوق شوق محبت ہے کشف و کرامات ثمرات زائدہ ہیں ہوئے ہوئے نہ ہوئے نہ ہوئے عارف اس کو ایک جو کی برابر نہیں سمجھتے بلکہ اکثر حجاب ہوتا ہے (حاشیہ) قولہ اصل ذوق شوق و محبت ہے اقول عطف تفسیری ہے گو ذوق شوق درجہ شورش میں نہ ہو۔

(۸۴) فرمایا کہ تمام فنون میں پندار (خود بینی) ہوتی ہے اور پندار حجاب ہے چونکہ علم میں زیادہ پندار ہے لہٰذا العلم حجاب الاکبر کہا گیا پس دراصل حجاب غرور و پندار ہے۔ اور اسی وجہ سے فرمایا ہے کہ الغیبۃ اشد من الزنا کیونکہ غیبت میں پندار

ہے اور زنا میں عجاز وانکسار۔ آدم علیہ السلام وابلیس علیہ اللعن دونوں سے خطا ہوئی آدم علیہ السلام بوجہ عجز وانکسار مقبول ہوئے اور ابلیس اپنے حجاب کی وجہ سے مردود ہوگیا۔ فرمایا گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں باہی وجاہی آدم علیہ السلام کی خطا باہی ہے اور ابلیس کا گناہ جاہی۔ زناہ گناہ باہی ہے غیبت گناہ جاہی اس لیے یہ اشد ہے۔

(۸۵) فرمایا کہ حلقہ میں ذکر کرنا کچھ مضائقہ نہیں۔ جیسے سماع چند شرطوں سے مضائقہ نہیں زمان یعنی وقت نماز نہ ہو مکان یعنی محفوظ جگہ ہو کہ شور وشغب وہاں نہ پہنچ سکتا ہو اخوان یعنی تمام آدمی ہم جنس ہوں یہاں تک کہ قوال بھی اہل ذکر ہو جب سب باتیں یکجا ہوتی ہیں لذت وکیفیت حاصل ہوتی ہے (حاشیہ) قولہ تمام آدمی ہم جنس ہوں اقول یعنی طالبان حق ہوں جیسا آگے قوال کو اہل ذکر کہا گیا اور اسی سے لازم آگیا کہ کوئی امر خلاف شرع نہ ہو۔ ورنہ ایسا شخص طالب حق کہاں ہوگا۔۱۲

(۸۶) فرمایا کہ اویسیہ وہ گروہ ہے کہ کسی بزرگ کی روح سے مستفیض ہوا ہو جیسے حضرت اویس قرنی زیارت جناب رسالت مآب سے معذور رہے مگر آنحضرت سے فیضیاب ہوئے اسی مناسبت سے اویسیہ اویس سے منسوب کیا گیا جیسا کہ حضرت حافظ روحانیت حضرت علیؓ سے اور حضرت ابوالحسن خرقانی روحانیت بایزید بسطامی قدس سرہ سے کہ سو سال بعد وفات حضرت کے پیدا ہوئے تھے فیضیاب ہوئے اور بیعت عثمانی بھی اسی نوع سے ہے کہ جنگ حدیبیہ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت عثمانؓ کی غیبت میں بیعت لی اور یہی توجیہہ ہے بعینہ مشائخ کی کہ مرید کی غیبت میں کرتے ہیں (حاشیہ) قولہ بیعت عثمانی بھی اسی نوع سے ہے اقول یعنی من وجہ ۱۲

(۸۷) فرمایا کہ قلندریہ وہ گروہ ہے کہ روش ملامت اختیار کرلی ہے اور اس زمانہ میں قلندر اس کو کہتے ہیں کہ چند مخرعات ومہملات فرضی کا جواب ان کو دے سکے البتہ ان میں بھی بعض کامل ونیک ہوتے ہیں (حاشیہ) قولہ قلندریہ وہ گروہ ہے اقول یہ بھی ایک اصطلاح ہے ورنہ متقدمین کے نزدیک قلندر مقلل اعمال کو کہتے ہیں اور ملامتی کا

تم اعمال کو لیکن اس اصطلاح مستحدث پر وہ شخص مخالف شرع نہیں ہوتا اور مخالف شرع سے اس کی تفسیر کرنا لوگوں کو اس غلطی میں ڈالنا ہے کہ جن پہلے بزرگوں کا ذکر قلندروں میں دیکھا جاوے گا ان پر گمان خلاف شرع ہونے کا ہوگا۔ آگے جو ان میں بعض کو نیک بتلایا ہے وہ واقع میں ان میں نہیں ہیں تستر حالت کے لیے اپنے کو ان میں داخل کرلیا ہے مگر مخالف شرع نہیں ہیں لیکن محققین اس کو بھی پسند نہیں کرتے بلکہ ان کا مسلک وہ ہے جو اس کے مابعد ملفوظ میں ہے۔

(۸۸) فرمایا صورت نیکوں کی اختیار کرنا چاہیے سیرت اللہ تعالیٰ درست کردے گا کیونکہ وہ واہب فیاض ہے۔ دریافت کیا گیا کہ ساحران موسیٰ علیہ السلام مشرف بہ ایمان ہوئے اور فرعونیاں کافر رہے اس کی کیا وجہ تھی؟ فرمایا کہ ساحروں نے صورت موسوی اختیار کی تھی اس کے طفیل میں وہ نیک ہوئے۔

(۸۹) فرمایا اولیاء اللہ اپنے کو چھپانا چاہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ جس کے پاس دولت ہوتی ہے وہ چھپاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ ان میں سے بعض کو خدمت تعلیم وتلقین کی تفویض فرما کر ظاہر کرتا ہے امام مہدی علیہ السلام اپنے کو چھپانا چاہیں گے مگر ندائے غیبی ھذا خلیفۃ اللہ المھدی راز ظاہر کردے گی۔

(۹۰) فرمایا کہ کوئی جگہ اولیاء اللہ سے خالی نہیں ہے قال اللہ تعالیٰ وان من قریۃ الا خلافیھا نذیر حرم مکہ مکرمہ میں نماز پنجگانہ میں تین سو ساٹھ اولیاء اللہ شریک ہوتے ہیں اور جب اولیاء اللہ باقی نہ رہیں گے قیامت واقع ہوگی اولیاء اللہ و عائم عالم کے ہیں یعنی ستون (حاشیہ) قولہ قال اللہ تعالیٰ وان من قریۃ الا خلافیھا نذیر اقول تائید ہے اشتراک علت سے کیونکہ غایت ہدایت دونوں جگہ مشترک ہے ۱۲ قولہ تین سو ساٹھ اولیاء شریک ہوتے ہیں اقول غالباً یہ باعتبار اکثر حالات کے ہوگا ۱۲ قولہ جب اولیاء اللہ باقی نہ رہیں گے اقول کیونکہ ان کے باقی نہ رہنے سے پھر مومن بھی نہ رہیں گے اور مومنین کے باقی نہ رہنے پر قیامت آ جانا

احادیث میں وارد ہے۔۱۲

(۹۱) فرمایا کہ بالکل غذا ترک نہ کرنا چاہیے نہ اس قدر کھانا چاہیے کہ نفس امارہ قوی ہو جائے اور اسی وجہ سے خصی (ہجڑا) ہونا ممنوع ہے بلکہ ایک چوتھائی معدہ خالی رکھنا کافی ہے۔

(۹۲) فرمایا کہ صوفیہ نے اذکار اس لیے مقرر کئے ہیں کہ انسان صفات بشریہ سے نکل کر متص بصفات اللہ ہو جائے پس کوشش کرنا چاہییں

مشکلے نیست کہ آسان نہ شود   مرد باید کہ ہراساں نہ شود

ہمت مرداں مدد خدا راست بے کم و کاست ہے اللہ خلقکم وماتعملون جو کچھ افعال وغیرہ سے ظہور میں آتا ہے منجانب اللہ ہے باوجود اس کے بھی توجہ وصرف ہمت بھی عجیب امر عظیم ہے ہمت شرط ہے بعد محنت ومشقت فیوض و برکات از جانب مبداء فیاض وارد ہوتے ہیں (حاشیہ) قولہ متصف بصفات اللہ ہو جائے اقول کما قیل تخلقوا باخلاق اللہ اور اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے لیے صرف اذکار فی ہیں بلکہ اذکار معین ہیں اور تدبیر اس تخلق کی مجاہدہ ہے۔۱۲

(۹۳) فرمایا کہ کوئی چیز قریب تر انسان کے خدا سے نہیں ہے لیکن دیدۂ بنیا نہیں ہے آئینہ جب صاف ہوتا ہے عکس نظر آتا ہے قلب جب صاف ہوتا ہے مبصر ہوتا ہے اور اپنا چہرہ نہیں معلوم ہوتا مگر آئینہ کے ذریعہ سے اسی طرح مشاہدہ اللہ تعالیٰ کا بواسطہ قلب ہوتا ہے جب واسطہ درست ہوتا ہے کام آتا ہے مثل آئینہ کے فی الواقع آدمی خود اپنا حجاب ہے۔ پندار (خودی) حجاب اکبر ہے۔

(۹۴) فرمایا اذکار واشغال کے لیے استعمال مغزیات ومرکبات ضرور رکھنا چاہیے اور نسخہ سہل الاصول ومفید یہ ہے شکر سفید ایک سیر روغن زرد ایک سیر مرچ سیاہ ۲۵ تولہ سفوف کر کے سب ایک جا کر لے ایک دو تولہ علی الصباح کھالیا کرے بدون مرکبات

ہونا چاہیے تا کہ طالب کے علاج میں نشیب و فراز پر نظر رکھے حرارت (نار) کہ لطیف ہے ظاہر نہیں ہوتی جب تک کہ کثیف میں نہ مل جائے جیسے چراغ کہ بدون تیل و فتیلہ کثیف روشن نہیں ہوتا اسی طرح قلب و جسم کو کہ عناصر سے مرکب ہے قیاس کرنا چاہیے۔

(۹۵) فرمایا کہ لوگوں نے تصور شیخ کو کفر و شرک لکھا ہے بدلیل ماھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون اور تصور نور کو روا کہا ہے میں کہتا ہوں کہ عوام کی نظر ظاہر پر تھی لہٰذا رجز کیا گیا اور نظر صوفی کی باطن (وحقائق) پر ہوتی ہے شیخ چونکہ میزاب رحمت الٰہی ہے عارف اس سے آب فیض حاصل کرتا ہے اور میزاب پر توجہ بالذات نہیں رکھتا۔

اگر شیخ سے غیر نور بھی غیر ہے پس یہ ترجیح بلا مرجح ہے (حاشیہ) قولہ اگر شیخ غیر ہے نور بھی غیر ہے اقول یعنی اگر واسطہ کے درجہ میں بھی اس کی طرف توجہ ممنوع ہے اس لیے کہ وہ غیر ہے تو وہ نور بھی غیر ہے اس کا تصور کیسے جائز ہے۔

(۹۶) فرمایا ایک درویش مجھ کو بھٹہ کے پاس لے گئے اور فرمایا کہ اس میں ایک شخص نے جس دم کیا ہے جوگی وغیرہ تمام مخلوق پرستش حق (بگمان خود) کرتے ہیں اور اہل باطل کو صفائے نفس حاصل ہو سکتا ہے لیکن وہ سیر اسم مضل میں رہ جاتے ہیں۔ (حقیقۃ الحقائق) تک نہیں پہنچتے بخلاف اہل حق کے کہ سیر اسم ہادی وغیرہ کی بھی کرتے ہیں اور اس سے متجاوز بھی ہوتے ہیں۔

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ روند

(حاشیہ) قولہ اہل باطل کو صفائے نفس حاصل ہو سکتا ہے اقول یعنی صفات رذیلہ سے گو بدون ازالہ عقائد رذیلہ کے وہ صفات موجب قبول نہیں ۱۲ قولہ اور اس سے متجاوز بھی ہوتے ہیں اقول تجاوز سے ترک مراد نہیں بلکہ سبق مراد ہے۔ **کما قال تعالیٰ بعد ذکر اصحاب الیمنۃ والسابقون السابقون اولئیک المقربون** پس اسم ہادی کا فیض اصلاح اعمال واحوال ہے جو کہ اختیاری ہے اور اس سے سبق اختیاری

جو کہ غیر اختیاری ہے وجمع بینهما فی قوله تعالٰی الله يجتبى اليه من يشاء ويهدى اليه من ينيب جعل الاجتباء ثمرة مشية نفسه والهداة ثمرة الاناية ۱۲ اقولہ چوں نہ دیدند حقیقت رہ افسانہ زدند۔ اقول یہ اہل باطل کے حق میں فرمایا۔۱۲

(۹۷) فرمایا کہ فلاں مولوی صاحب شیخ اکبر سے نقل کرتے تھے کہ نار موجب حیات ہے یہ درست نہیں ہے بلکہ نار مظہر قابض ہوا مظہر باسط آب مظہر محی زمین مظہر ممیت اور مراد شیخ کی نار سے حرارت غریزی ہے نہ یہ نار۔

(۹۸) فرمایا بعضے کثرت ذکر سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہر دم ذکر کرنا بدعت ہے اور بے اصل میں کہتا ہوں آیات کثیرہ سے دوام ذکر ثابت ہے یذکرون الله قياما وقعودا وعلى جنوبهم ويتفكرون فى خلق السموت والارض الايه پس احوال انسان اس ایک حالت سے خالی نہیں ہے اب وہ کون حالت ہے کہ جس میں ذکر نہ ہوگا اور فرمایا ہے فاذکرونی اذکرکم وہ کون آدمی ہے جو یہ چاہتا ہے کہ اس کو خدا یاد نہ کرے اور فرماتا ہے قل الله ثم ذرهم فى خوضهم يلعبون اس سے ثابت ہے کہ ہر دم اللہ اللہ کرنا چاہیے اور ارشاد ہوا ہے وماخلقت الجن والانس الاليعبدون (حاشیہ) قولہ اس سے ثابت ہے کہ ہر دم اللہ اللہ کرنا چاہیے اقول بوجہ اطلاق گو آیت میں ایک استفہام کے جواب میں ہے مگر جو ایک نعمت یعنی انزال کتاب کی ولایت کی حیثیت سے مطلوب الذکر ہے وہ ولی نعم غیر متناہیہ ہونے کے اعتبار سے بدرجہ اولیٰ مطلوب الذکر ہوگا۔۱۲

(۹۹) فرمایا کہ عارف کو نعمائے دنیوی سے بھی ترقی ہوتی ہے کیونکہ نعمائے دنیوی عکس نعمائے اخروی ہیں جیسے کوئی شخص کسی بیابان میں شدت حرارت سے بہت پیاسا اور تکلیف میں ہو اور یکبارگی ایک پیالہ ٹھنڈا پانی اس کو ملجائے تو وہ پی کر بے اختیار ... سبحان الله کہنے لگے اور کیفیت مستانہ اس پر طاری ہو پس اگرچہ

پانی نعمت دنیوی تھا لیکن باعث کیسے امر نیک کا ہوا اسی طرح نعمت دنیاوی میں عارف کی نظر رہتی ہے۔

(۱۰۰) فرمایا ایک شخص کو خواب میں کیفیت حاصل ہوتی تھی خورد نوش وعبادت نفل بالائے طاق رکھ کر سویا کرتا تھا اسی طرح ایک آدمی بہت کھاتا تھا لوگوں نے سب دریافت کیا جواب دیا کہ پانی پینے میں کیفیت حاصل ہوتی ہے اور زیادہ خوری سے پانی زیادہ پیا جاتا ہے پس یہ ذریعہ قرب محبوب ہے (حاشیہ) قولہ فرمایا ایک شخص کو خواب میں کیفیت حاصل ہوتی تھی اقول یہ کاملین کے حالات ہیں ناقص کو قیاس نہ کرنا چاہیے۔

تو صاحب نفسی اے غافل میان خاک خوں میخور
کہ صاحب دل اگر زہرے خورو آں انگبیں باشد

(۱۰۱) فرمایا فیضان کی تین قسم ہیں فیضان حالی جیسا کہ عبداللہ نومسلم حلقہ حضرت حافظ محمد ضامن صاحب میں آیا اور گریہ شروع کر دیا۔ حافظ صاحب نے اس کے آنسو اپنی انگلیوں میں لے کر اپنی آنکھوں کے نیچے لگائے بمجرد اس کے ایک کیفیت ساری محفل پر طاری ہوگئی اور سب وجد میں آگئے۔ یہ فیضان حالی ہے قسم دوم فیضان قولی کہ کوئی عارف کچھ کہے اور اس سے وہ فائدہ مرتب ہو جو سالہا سال کی عبادت میں ممکن نہ ہو قسم سوم فیضان فعلی کہ ریاء شیخ اخلاص مرید سے بہتر ہے جیسے کہ شیخ کوئی عمل اس نیت سے کرے کہ مرید بھی اس پر عمل کریں۔

(۱۰۲) فرمایا کہ ایک شخص محب اللہ کہ پہلے قوم ہنود سے تھا مجاہدہ کیا کرتا تھا اور معنی توحید کے پوچھا کرتا تھا اور کسی سے اس کا مطب حاصل نہ ہوتا تھا میرے پاس آیا اور کیفیت بیان کی۔ اثناء گفتگو میں ایک لفظ زبان سے نکل گئی اور وہی مطلب تھا اس نے درخواست اسلام کی میں نے فوراً مقراض لے کر اس کے سر کے بال تراش کر داخل اسلام کیا اور اس نے قبل اسلام اتنی محنت کی تھی کہ چودہ طبق تک نظر پہنچتی تھی بعدہ بہاڑ

پر چلا گیا تھوڑے دنوں بعد زیارت سے مشرف ہوا اور پھر چلا گیا اس کو پہاڑ کے ساتھ نسبت ہوگئی اور وہاں کے راجہ ووالیان ملک اس کے بڑے معتقد ہوئے (حاشیہ) قولہ اس کو پہاڑ کے ساتھ نسبت ہوگئی اقول یعنی غیبی طور پر پہاڑی لوگوں کی نفع رسانی و کاربراری اس کے متعلق ہوگئی ۱۲

(۱۰۳) فرمایا کہ جتنے ہی شدائد مثل قریطینہ وغیرہ حرم محترم کی راہ میں حائل ہوتے جاتے ہیں اتنی ہی کشش زیادہ ہوتی جاتی ہے مقام حیرت ہے اور یہ حیرانی محمود ہے کہ علم سے ہوتی ہے اور حیرانی مذموم وہ ہے کہ جہل کی وجہ سے ہو حیرانی عارف کی حیرانی محمود ہے اس میں ایک لذت وکیفیت پاتے ہیں اور یہ سراسیمگی صرف ظاہری ہے۔

(۱۰۴) فرمایا کہ جستجو سے حاصل نہیں ہوتا مگر کرنا چاہیے یہی معنی عبدیت کے ہیں۔

یابم اورا یا نیابم جستجوئے می کنم   حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنم

(حاشیہ) قولہ جستجو سے حاصل نہیں ہوتا۔ اقول یعنی جستجو موثر حقیقی نہیں مگر کرنا اس لیے چاہیے کہ حسب وعدۂ حق موثر حقیقی یعنی عنایت حق کا سبب ہے۔۱۲

(۱۰۵) فرمایا کہ ایک طالب ایک بزرگ سے نسبت رکھتا تھا میرے پاس آیا اس کے مرشد نے چونکہ ایک لطیفہ میں کچھ صفائی حاصل کی تھی دوسرے میں مشغول کر کے مرید کو سیر لطائف میں ڈال رکھا تھا میں نے کہا کہ اپنے پیر سے کہو کہ بہت اچھی طرح سے پہلے ایک لطیفہ کی صفائی کی کوشش کریں تو ذرا سی توجہ سے تمام لطائف میں صفائی ہو جائے جب صفائے قلب حاصل ہو جائے گا تمام جسم وتمام لطائف کی اصلاح ہو جائے گی تمام جسم ذاکر ہے لیکن تو بے خبر ہے ان من شئی الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقھون تسبیحھم۔

انسان خود اپنا حجاب ہے۔

چشم بند ولب بہ بند وگوش بند   گر نہ بینی نور حق بر من بخند

[illegible]

لے تاکہ کوئی خلل ذکر میں واقع نہ ہو دوم یہ کہ تمام اعضاء کو امور ممنوعہ سے محفوظ رکھیں آنکھ کو دیدے بد سے کان کو آواز مذموم سے وعلیٰ ہذا القیاس۔

(۱۰۶) فرمایا کہ جو خود محتاج و قائم بالغیر ہے دراصل وجود نہیں ہے جیسے کاغذ پر جو حروف لکھے جاتے ہیں وہ کاغذ سے قائم ہیں دراصل بے بنیاد ہیں (حاشیہ) قولہ دراصل وجود نہیں ہے اقول یعنی وجود معتد بہ و مستقل نہیں۔۱۲

(۱۰۷) فرمایا کہ قم باذنی قرب نوافل ہے مرتبۂ الوہیت میں کہ عروج میں ہے پیش آتا ہے جیسا کہ شمس تبریز پر گذرا اور قم باذن اللہ قرب فرائض ہے اور یہ نزول بعد العروج پیش آتا ہے جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس مرتبہ میں تھے اور یہ مرتبہ اعلیٰ ہے اول سے شرک و کفر کہنا اس کو بھی جہل ہے (حاشیہ) قولہ قم باذنی قرب نوافل ہے اقول جس کی تعبیر اصطلاحی اس عنوان سے کرتے ہیں کہ عبد فاعل ہو اور حق تعالیٰ آلہ اور قرب فرائض کو اس عنوان سے تعبیر کرتے ہیں کہ حق تعالیٰ فاعل ہو اور عبد آلہ اور یہ اول سے اعلیٰ ہے۔ سوتم بادنی میں احیاء کی اسناد عبد کی طرف ہے اور باذن اللہ میں حق کی طرف تفصیل و تحقیق اس مسئلہ کی مسائل مثنوی میں مذکور ہے۱۲ قولہ شرک و کفر کہنا اس کو بھی جہل ہے اقول جس کا منشا ناواقفی ہے فن سے۱۲

(۱۰۸) فرمایا کہ حضرت ابوبکر خاتم الصدیقین و حضرت رسول کریم ﷺ خاتم النبیین و حضرت عیسیٰ خاتم الاولایت ہیں اور اس کی تعلیم کریں گے۔

(۱۰۹) فرمایا بعض فقراء خلق سے خصوصاً امراء سے روپوشی کرتے ہیں۔ حالانکہ فرمایا بزرگوں نے نعم الامیر علی باب الفقیر جو امیر کہ مجھ فقیر کے پاس آیا نعم ہو کہ آیا اس سے پرہیز کرنا خبث نفس ہے اور کبر و نخوت شیطان غرور میں ڈالتا ہے حق تعالیٰ تو اپنے بندوں کو میرے پاس بھیجے اور میں ان سے اعراض کروں ظاہر میں خلق کے ساتھ رہنا چاہیے اور باطن میں حق کے ساتھ اگر پانی کشتی کے اندر آوے کشتی غرق ہو جاوے اور اگر باہر رہے باعث نجات کشتی ہے

آب در کشتی ہلاک کشتی است   آب از بیرونِ کشتی پشتی است

اسی طرح محبت مال و اولاد وغیرہ دل سے دور کر دینا چاہیے کیونکہ موجب حجاب ہے قلب میں سوائے محبت خدا کے کسی چیز کو جگہ نہ دینا چاہیے (حاشیہ) قولہ خصوصاً امراسے روپوشی کرتے ہیں۔ اقول یعنی ان کو حقیر سمجھ کر ۱۲ قولہ اور میں ان سے اعراض کروں اقول حالت کمال کی یہی ہے لیکن ابتداء میں خلوت کی ضرورت ہوتی ہے ۱۲ قولہ ظاہر میں خلق کے ساتھ رہنا چاہیے اقول جن میں امرا بھی آ گئے ۱۲ قولہ کسی چیز کو جگہ نہ دینا چاہیے اقول پس غیر کی محبت مضر ہے نہ کہ اس کا وجود اور تلبس ۱۲

(۱۱۰) فرمایا باہر جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ساری چیزیں آدمی کے جسم میں موجود ہیں اگر سردی کا تصور کیا جائے جاڑا معلوم ہونے لگے۔

(۱۱۱) فرمایا کہ اس زمانہ میں نفع زیادہ ہوتا ہے جو چیز بزرگوں کو دس سال میں حاصل ہوتی تھی فی الحال دو تین برس میں مل جاتی ہے زمانہ نبوی ﷺ میں دس نیکیاں ایک کے برابر تھیں اور اس زمانہ میں ایک نیکی دس پر غالب ہے کیونکہ ہم لوگوں کی ہمتیں پست ہوگئی ہیں فضل الٰہی ادنیٰ ہمت میں متوجہ ہو جاتا ہے (حاشیہ) قولہ دس نیکیاں ایک کے برابر تھیں اقول باعتبار ثواب کے نہیں اس میں تو ایک نیکی برابر دس کے ہے بلکہ باعتبار اثر کے چنانچہ حدیث میں ہے کہ میرے زمانہ میں اگر مامور بہ کا عشر بھی چھوڑ دے ہلاک ہو جائے یعنی وہ نو حصہ بھی کافی نہ ہوں پورے دس کے دس حصے ہوں تب وہ سب مل کر ایک مامور بہ سمجھا جائے یہی مراد ہے اس عبارت سے اور دوسرے جملہ سے وہ مراد ہے جو اس حدیث کا تتمہ ہے کہ ایک زمانہ وہ آوے گا کہ اگر مامور بہ کا عشر بھی کوئی ادا کرے تو اس کو نجات ہو جاوے گی۔ ۱۲ منہ

(۱۱۲) فرمایا کہ تمام عالم کہ اعیان ثابتہ تھے باعتبار باطن قدیم ہیں اور بہ اعتبار ظاہر عادت (ناواقف) کہتے ہیں کہ مذہب صوفیہ مثل دہریوں کے ہے یہ غلط محض ہے

(موجودہ عالم) ظاہری کے قدیم کہتے ہیں (حاشیہ) قولہ باعتبار باطن (معنی) قدیم کہتے ہیں اقول تو در حقیقت عالم کو قدیم نہیں کہتے کیونکہ وہ عالم نہیں اعیان ثابتہ مرتبہ عالم کا ہے جو کہ صفت ہے اور عالم اس کا مظہر کبھی اس کو عالم مجازاً کہہ دیا جاتا ہے۔ جیسے عالم جبروت و عالم لاہوت کے اطلاق میں ۱۲

(۱۱۳) فرمایا کہ انی انا ربک فاخلع نعلیک جو طور پر آواز آئی تھی وہ حضرت موسیٰ ؑ کے باطن سے آئی تھی سب انسان میں موجود ہے خلق اللہ ادم علی صورتہ نزدیک علماء ظاہر کے مرجع صورت کا آدم ہے یعنی خلق آدم کا اس کی صورت پر عجیب و عمدہ ہوا ہے۔ اور نزدیک صوفیہ کے صورت کا مرجع (لفظ) اللہ ہے (حاشیہ) قولہ حضرت موسیٰ ؑ کے باطن سے آتی تھی۔ اقول باطن سے مراد جوف نہیں بلکہ وہ حقیقت مخفیہ جس کے مظہر موسیٰ علیہ السلام ہیں باطن اس کا لقب باعتبار حالت قبل ظہور کے ہے اور ظاہری اس کا لقب باعتبار حالت بعد ظہور کے ہے ۱۲ قولہ اور نزدیک صوفیہ کے صورت کا مرجع لفظ اللہ ہے۔ اقول مسئلہ مشکل ہے مگر اجمالاً اتنا سمجھنا ممکن ہے کہ صورت ظہور کو کہتے ہیں انسان چونکہ مظہر کامل صفات خداوندی کا ہے اس لیے یہ فرمایا گیا ۱۲

(۱۱۴) فرمایا ہمارا دین معقول ہے نا معقول نہیں ہے البتہ عقل معاد درکار ہے۔ ایک قطرہ منی نکلنے سے تمام بدن نجس ہو جاتا ہے۔ اس میں بھی ایک وجہ ہے (دوسرے دن) ارشاد فرمایا کہ منی ہر ہر جزو و اعصاب سے نکلتی ہے بخلاف پیشاب کے کہ اس کے واسطے ایک مقام مقرر ہے۔

(۱۱۵) فرمایا کہ اولیاء اللہ کو معراج روحانی ہوتی ہے اور معراج جسمانی مخصوص حضرت رسالت پناہ سے ہے بخلاف معراج معنوی ہے (حاشیہ) قولہ معراج روحانی ہوتی ہے۔ اقول ایہام کے سبب اس کو عروج کہتے ہیں الصلوۃ معراج المومنین اس کی اصل...

(۱۱۶) فرمایا ایک مرشد نے مراقبہ اللہ حاضری کا تعلیم فرما کر مرید سے کہا کہ یہ کبوتر ایسی جگہ ذبحکر جہاں کوئی نہ ہو۔ چونکہ تصور اللہ حاضری کا کیا تھا کوئی جگہ خالی نہ تھی کہ ذبح کرتا۔ واپس آ کر کہا کہ ہر جگہ اللہ حاضر و موجود ہے کہاں ذبح کروں مرشد نے کہا کہ اب تو پختہ ہوا اللہ پاک سب جگہ موجود ہے۔ وہ سب کو دیکھتا ہے اور اس کو کوئی نہیں جیسے کوئی شخص چلمن ڈال کر بیٹھے وہ سب کو دیکھے گا۔ اور اس کو کوئی نہ دیکھے گا۔

(۱۱۷) ایک بزرگ مراقبہ اللہ حاضری میں مستغرق تھے ہر دم متحیر رہتے تھے۔ کوئی طواف میں کوئی نماز کوئی وظیفہ میں غرضیکہ ہر کوئی عبادت میں مصروف رہتا تھا لیکن یہ اگر طواف کا قصد کرتے تو متحیر ہو کر کھڑے رہ جاتے اور نماز شروع کرتے تو حیرت میں رہ جاتے تمام ارکان کجا ایک عورت بھی اسی حال و حیرت میں تھی۔ جانور اس کے سر پر بیٹھتے تھے۔ مگر اس کو خبر نہ ہوتی تھی یہ حیرت محمودہ ہے ؎ دیوانہ باش تاغم تو دیگراں خورند۔

(۱۱۸) فرمایا کہ تمام عالم برباد ہے کیونکہ زمین گاؤ پر ہے اور گاؤ مچھلی پر مچھلی پانی پر پانی ہوا پر لیس تمام عالم برباد (ہوا پر) اور ناپائدار ہوا (حاشیہ) قولہ پس تمام عالم برباد اقوال یہ لطیفہ ہے۔۱۲

(۱۱۹) فرمایا علماء ایک تجلی حق ہے اس کو بعضے مخلوق کہتے ہیں اور بعضے غیر مخلوق۔ (حاشیہ) قولہ عماء ایک تجلی حق ہے اقوال جو کہ حدیث کان فی عماء میں واقع ہے اس کو توجیہ مختلف ہے اگر کوئی مرتبہ الٰہیہ مراد ہے تو صیف کا تجلی ہونا ظاہر ہے اور اگر کوئی مرتبہ کونیہ مراد ہے تو تجلی بمعنی مطلق ظہور ہے اور حارث بھی ظہور سے قدیم کا ۱۲

(۱۲۰) فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام کو تجلی بصورت آگ (شعلے) کے ہوئی جس صورت میں تجلی ہو حق ہے موسیٰ علیہ السلام مجاز (یعنی آگ ظاہری) سے حقیقت کو پہنچے۔ اس لئے کہ وہ تجلی ظہور نور الٰہی تھی۔ (حاشیہ) قولہ جس صورت میں تجلی ہو حق ہے۔ اقوال میں نے متجلی حق ہے گو بواسطہ حادث کے ہو بلا اتحاد و بلا حلول ۱۲ قولہ

(آگ ظاہری) سے حقیقت کو پہنچے۔ اقوال یعنے واصل الی الحقیقۃ ہوئے باعتبار ادراک وتوجہ کے ۱۲

(۱۲۱) فرمایا کہ اس عالم میں بھی رویت حق تعالیٰ ہوتی ہے۔ لیکن انسان اس وقت آپ میں نہیں رہتا (یعنی حواس ظاہری و پندار خودی سے معطل ہو جاتا ہے) پس ادراک نہیں ہوتا اور اس فنا میں علم فنا باقی رہتا ہے اس سے بڑھ کر وہ مرتبہ ہے جس میں علم فنا بھی فنا ہو جاتا ہے (حاشیہ) قولہ رویت حق تعالیٰ ہوتی ہے اقول رویت ذات کی مراد نہیں بلکہ تجلی مثالی مگر وہ مثال دوسرے مظاہر سے اقرب ہے اس لئے اس کو رویت کہہ دیا گیا ۱۲ منہ

(۱۲۲) فرمایا کہ مراتب (عرفا) چار ہیں۔ مجذوب۔ سالک۔ مجذوب سالک۔ سالک مجذوب اور یہ سب سے بڑا مرتبہ ہے۔ ایک آدمی قوم ہندو ناتھو نامی حالت جذب میں تھا ایک دن مجھ سے کہا کہ اولے گریں گے ایسا ہی ہوا اگر کافر سے ایسا ظاہر ہو تو اسے استدراج کہتے ہیں اور ایسے آدمی حالت کفر میں مرتے ہیں۔

(۱۲۳) فرمایا کہ اس شعر سے مجھے خلجان تھا۔

علم حق در علمِ صوفی گم شود　　　　این سخن کے باورِ مردم شود

حضرت مولانا روم کو عالم معاملے میں دیکھا فرمایا کہ ملکی اعظم من ملک اللہ قول بایزید کا ہے تم نے نہیں سنا۔ اس میں غور کرو فوراً معنی شعر کے سمجھ میں آ گئے ملک بایزید کا خدا ہے اور ملک خدا تمام کائنات ہے اور خدا اعظم ہے سب سے پس ملکی اعظم من ملک اللہ کے معنی حاصل ہو گئے اور یہی معنے شعر کے ہیں علم صوفی خدا ہے (حق) اور علم خدا تمام مخلوقات کہ مظہر اُس کے علم کی ہے۔ پس حق کے مقابلہ میں مخلوقات کیا چیز ہے۔

(۱۲۴) فرمایا کہ بوجہ سمجھنے معنی وحدت الوجود کے بہت سے فرقے ہو گئے بعض قائل بحلول و بعضے اتحادیہ ہوئے۔

(۱۲۵) فرمایا کہ مبتدی کی نظر اول مظاہر پر پڑتی ہے اور منتہی کی نظر اول ظاہر پر (حق پر) پڑتی ہے۔

(۱۲۶) فرمایا کہ اقسام تفصیلہ فنا کے بہت ہیں اوصاف ذمیمہ اوصاف حمیدہ میں فنا ہوتے ہیں جیسے قناعت میں حرص اور اسی طرح ہے۔

(۱۲۷) فرمایا کہ مقام حق الیقین کا ہمیشہ نہیں رہتا ہے کبھی دن میں ایک بار اور کبھی ہفتہ میں ایک بار موافق قرب (مرتبہ) کے ہوتا ہے اس مرتبہ میں تکالیف (شرعیہ) جاتے رہتے ہیں بعضے جب اس مرتبہ پر پہنچتے ہیں غلطی سے نماز روزہ وغیرہ سب ترک کر دیتے ہیں وقت غلبۂ حال و بیخودی کے اگر نماز روزہ ترک ہو جاوے معذوری ہے اور اگر بغیر اس حالت کے ترک کرے گا عند الشرع گنہگار و ماخوذ ہوگا۔ باوجود کھانے و پینے اور بولنے و چلنے وغیرہ کے ترک نماز گناہ ہے اگر اپنی حالت (اختیاری) میں نہ رہے اور کوئی کام آپ سے نہ کر سکتا ہو اس حالت میں ترک نماز مضائقہ نہیں ہے (بلکہ یہ ترک کیسے ہوا کیونکہ ترک تو قصداً ہوتا ہے اور یہ حالت بیخودی میں واقع ہوا (حاشیہ) قولہ نماز روزہ وغیرہ سب ترک کر دیتے ہیں۔ اقوال جس کا منشا یہ ہے کہ جہل سے اس کے اثر باقی کو جو کہ غلبہ کے درجہ کا نہیں ہوتا موثر کے حکم میں سمجھ جاتے ہیں جو کہ درجۂ غلبہ تک تھا ۱۲

(۱۲۸) فرمایا عارف کی نظر پہلے ظاہر پر پڑتی ہے پھر مظاہر پر اسی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج و چاند کو دیکھ کر کہا ہذا ربی جس چیز پر نظر کرو اس کے صفات کے مظہر ہیں دیواروں میں صفت قیومی ہے اور جامع وصی یہ سب کیا ہے اور کہاں سے ہے (حاشیہ) قولہ دیواروں میں صفت قیومی ہے اقول یعنی اس صفت کا ظہور ۱۲ قولہ جامع وحی اقول یعنے بعض مخلوقات مظہر ہیں صفت جامع وصفت حی کے ۱۲

(۱۲۹) فرمایا لوگ کہتے ہیں کہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا میں کہتا ہوں کہ اہل حق جس طرف نظر کرتے ہیں دریافت و ادراک غیبات کا ان کو ہوتا ہے اصل میں یہ علم

حق ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ و حضرت عائشہ کے معاملات سے خبر نہ تھی۔ اس کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے

(حاشیہ) قولہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا۔ اقول یعنی اسرار مخفیہ پر قصد سے ان کو اطلاع نہیں ہوسکتی ۱۲ قولہ ادراک غیبات کا ان کو ہوتا ہے اقول یعنی بعض اوقات جیسے بعض مدرکات عقل بعض اوقات فکر سے مدرک ہوجاتے ہیں ۱۲ قولہ اصل میں یہ علم حق ہے اقوال اسی کا ظہور اس محل میں ہوگا قولہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے اقول اور عارف بلا اذن توجہ نہیں فرماتا سو ممکن ہے کہ آپ نے توجہ نہ فرمائی ہو یہ ایک جواب ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ توجہ سے کبھی انکشاف نہیں ہوتا ممکن ہے کبھی ہوتا ہو کبھی نہ ہوتا ہو پس دعویٰ موجبہ جزئیہ کا ہے اور سالبہ جزئیہ اس کا نقیض نہیں ۱۲

(۱۳۰) فرمایا کہ نزدیک حضرات نقشبندیہ کے واسطے طے مقامات کے دوائر مقرر ہیں دراصل وہ حجاب ہیں (حاشیہ) قولہ وہ حجاب ہیں اقول یعنی بعض حالت میں جبکہ ان ہی کو مقصود سمجھ لے ۱۲

(۱۳۱) فرمایا کہ آدمیوں میں تین قسم کے لوگوں کا مجھے بڑا خیال رہتا ہے (۱) طالب علم اور دو آدمی کہ بصورت فقیر و درویش ہو (۲) سید۔ (۳) جو کوئی عمر میں اپنے سے بڑا ہو کر اکثر ان میں صادق ہوتے ہیں ان سے خدمت لینا مجھے بہت شاق ہوتا ہے (حاشیہ) قولہ اکثر ان میں صادق ہوتے ہیں اقول جس کے سبب سے قلب میں ان کی عظمت ہوتی ہے ۱۲

(۱۳۲) فرمایا کہ ایک بزرگ نے ابلیس کو دیکھا کہ گرد میں لوٹ رہا ہے پوچھا کہ اے ملعون کیا (آفت) پڑی کہا کہ حبیب عجمی کو چھینک آئی اس سے میں درہم و برہم ہوگیا۔

(۱۳۳) حضرت مولانا اشرف علی نے استفسار کیا کہ بعض کتب میں مدح ابلیس کی

اہل سنت و جماعت کے لئے وہابی دیوبندی حوالہ جات

حق ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حدیبیہ و حضرت عائشہ کے معاملات سے خبر نہ تھی۔
اس کو دلیل اپنے دعویٰ کی سمجھتے ہیں یہ غلط ہے کیونکہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے
(حاشیہ) قولہ علم غیب انبیاء و اولیاء کو نہیں ہوتا۔ اقول یعنی اسرار مخفیہ پر قصد سے ان کو اطلاع نہیں ہو سکتی ۱۲ قولہ ادراک غیبیات کا ان کو ہوتا ہے اقول یعنی بعض اوقات جیسے بعض مدرکات عقل بعض اوقات فکر سے مدرک ہو جاتے ہیں ۱۲ قولہ اصل میں یہ علم حق ہے اقوال اسی کا ظہور اس محل میں ہو گا قولہ علم کے واسطے توجہ ضروری ہے اقول اور عارف بلا اذن توجہ نہیں فرماتا سو ممکن ہے کہ آپ نے توجہ نہ فرمائی ہو یہ ایک جواب ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ تو لازم نہیں آتا کہ توجہ سے کبھی انکشاف نہیں ہوتا ممکن ہے کبھی ہوتا ہو کبھی نہ ہوتا ہو پس دعویٰ موجبہ جزئیہ کا ہے اور سالبہ جزئیہ اس کا نقیض نہیں ۱۲

(۱۳۰) فرمایا کہ نزدیک حضرات نقشبندیہ کے واسطے طے مقامات کے دوائر مقرر ہیں دراصل وہ حجاب ہیں (حاشیہ) قولہ وہ حجاب ہیں اقول یعنی بعض حالت میں جبکہ ان ہی کو مقصود سمجھ لے ۱۲

(۱۳۱) فرمایا کہ آدمیوں میں تین قسم کے لوگوں کا مجھے بڑا خیال رہتا ہے (۱) طالب علم اور دو آدمی کہ بصورت فقیر و درویش ہو (۲) سید۔ (۳) جو کوئی عمر میں اپنے سے بڑا ہو کر اکثر ان میں صادق ہوتے ہیں ان سے خدمت لینا مجھے بہت شاق ہوتا ہے (حاشیہ) قولہ اکثر ان میں صادق ہوتے ہیں اقول جس کے سبب سے قلب میں ان کی عظمت ہوتی ہے ۱۲

(۱۳۲) فرمایا کہ ایک بزرگ نے ابلیس کو دیکھا کہ گرد میں لوٹ رہا ہے پوچھا کہ اے ملعون بچھتر کیا (آفت) پڑی کہا کہ حبیب عجمی کو چھینک آئی اس سے میں درہم و برہم ہو گیا۔

(۱۳۳) حضرت مولانا اشرف علی نے استفسار کیا کہ بعض کتب میں مدح ابلیس کی

پائی جاتی ہے کہ چونکہ توحید و عشق اس کا اعلیٰ درجہ کا تھا۔ سجدۂ آدم گوارا نہ کیا فرمایا کہ ابلیس نابکار نے ظاہر پر نظر کی اور کہا خلقتنی من نار و خلقته الایہ. یہ نہ سمجھا کہ یہ خطاب کس نے فرمایا ہے اور واجب الاتباع ہے اور نظر باطن پر نہ کی کہ آدم مظہر کس کے ہیں کیا ہم بیت اللہ کو سجدہ کرتے ہیں حالانکہ وہ پتھروں سے بنایا گیا ہے نہیں لیکن چونکہ یہ اس کا (خدا کا) مظہر ہے پس مسجود الیہ ہوا وہ نابکار ابلیس مظہر مفصل تھا اپنی حقیقت میں واصل ہوا اور اپنی مراد کو پہنچا۔ ایک درویش بھی اس کو عاشق کہتے تھے۔ اور یہ کہ بے مراد ہے غلط ہے کیونکہ معنی بمرادی عاشق کے اور ہیں کہ وصال معشوق میں اس طرح سے فناہ ہو جاوے کہ لذت وصال و مکالمت کی نہ پاوے (تمیز نہ کر سکے) اللہ تعالیٰ اس کے (شیطان کے) مکر سے محفوظ رکھے۔ ایک دن میں پیشاب کرتا تھا ایک نور چاروں طرف سے محیط ہو گیا اور تجلی نمودار ہوئی غیب سے القاء ہوا کہ لاحول پڑھ چونکہ اس حالت (پیشاب کرنے کی) میں معذور (زبان سے پڑھنے میں) تھا۔ اپنے دل میں لاحول کہا (نور) غائب ہو گیا۔ حضرت غوث الاعظمؒ پر ایک ابر سایہ ڈالتا تھا ایک دن میں اس میں ایک چہرہ نورانی حسین نمودار ہوا۔ اور چونکہ حضرت پیاسے تھے سونے کے پیالے میں پانی پیش کیا۔ حضرت نے فرمایا طلائی برتن میں پینا شریعت میں ممنوع ہے جواب دیا کہ میں جنت سے لایا ہوں کیونکہ وہاں استعمال ظروف طلائی جائز ہے آپ نے فرمایا کہ جب تک اس عالم ناسوت (دنیائے فانی) میں ہوں حرام ہے (چہرہ نے) کہا کہ تمہارے علم نے تم کو بچا لیا پیالہ پھینک کر غائب ہو گیا۔ مکائد شیطانی سے بچنے کے لیے علم حاصل کرنا لابدی ہے حضرت نظام الدین بلخی حضرت عبدالقدوس گنگوہی کی خدمت میں آئے فرمایا اول تحصیل علم کرو عرض کیا کہ عمر شریف آخر ہو آئی ہے شاید حضرت کو پھر نہ پاؤں فرمایا میں موجود رہوں گا۔ جلال الدین تھانیسری میرا خلیفہ موجود ہے گویا کہ میں خود موجود ہوں اس سے تحصیل کرنا (حاشیہ) قولہ استفسار کیا اقول مقصود یہ تھا کہ حقائق کی رو سے اس کا کیا

جواب دیا جاوے ۱۲ قولہ اور اپنی مراد کو پہنچا۔ اقول مراد بمقتضائے استعداد ۱۲ قولہ بے مراد ہے غلط ہے اقول ایک وجہ تو غلطی کی وہ ہے جو حاشیہ سابقہ میں گزری یہاں دوسری وجہ ہے کہ اگر اس مراد سے قطع نظر کر کے مردویت کو نامرادی کہا جائے تب بھی ہر نامراد کا عاشق ہونا لازم نہیں البتہ ہر عاشق نامراد ہے اور نامرادی کے وہ معنی ہیں جو آئندہ مذکور ہیں ۱۲

(۱۳۴) فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل شہیدؒ موحد تھے چونکہ محقق تھے چند مسائل میں اختلاف کیا اور مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہؒ وغیرہ پر انکار فرمایا وحدت الوجود کے قائل تھے ان کے مرشد حضرت سید صاحب مسلک وحدت الشہود کا رکھتے تھے باہم گفتگو ہوئی سید صاحب کچھ کبیدہ ہوئے عرض کیا کہ یہ اور بات ہے کہ دن کو رات کہئے یہ حکایت مقام محہ میں واقع ہوئی۔ ایک شخص نے اس کو مجھ سے بیان کیا جو اس مجلس میں حاضر تھے۔ وحدت الوجود میں آپ نے (مولانا اسمٰعیل نے) مثنوی بھی تصنیف فرمائی ہے (حاشیہ) قولہ مسلک پیران خود مثل شیخ ولی اللہؒ وغیرہ پر انکار فرمایا اقول یعنی بعض مسائل پر ۱۲ قولہ مثنوی تصنیف فرمائی ہے اقول مقام آرہ میں چھپ گئی ہے ۱۲

(۱۳۵) فرمایا کہ تجلی ذاتی سیاہ مثل غلاف خانہ کعبہ و دیدۂ چشم کے ہے (حاشیہ) قولہ تجلی ذاتی سیاہ اقول یہ ایک اصطلاحی امر ہے اس نوع کی تجلی کو تجلی ذاتی کہتے ہیں یہ نہ سمجھا جاوے کہ وہ خدائے تعالیٰ کی ذات ہے ۱۲

(۱۳۶) فرمایا کہ عذاب و ثواب اس جسم پر نہیں ہے بلکہ جسم مثالی پر کہ خواب میں نظر آتا ہے ہوگا و نیز روح اعظم انسانی پر کہ ایک تجلی حق ہے عذاب نہ ہوگا وہ مثل آفتاب کے ہے اور روح حیوانی مانند چراغ (حاشیہ) قولہ عذاب و ثواب اس جسم پر نہیں ہے اقول ورنہ اگر اس جسم کو درندہ کھا جائے یا وہ خاک ہو جاوے تو چاہیے کہ عذاب ہی نہ ہو اور یہ باطل ہے ۱۲ قولہ روح اعظم انسانی پر کہ ایک تجلی حق ہے عذاب نہ ہوگا اقول بلکہ اس روح انسانی پر ہوگا جو روح اعظم نہیں ہے بلکہ ہر انسان میں جدا جدا ہے اور

روح اعظم واحد ہے اوران سب ارواح کی مربی ہے اس کی شان مثل ملائکہ کے ہے کہ کائنات کے مدبر و مربی ہیں امرونہی تکلیفی کے وہ مخاطب نہیں اوراس روح کا وجود کشف سے معلوم ہوا ہے روح حیوانی ان کے علاوہ ہے جس کواطباء روح کہتے ہیں اور ظاہراً اس عبارت میں روح حیوانی روح انسانی غیر مشترک کومجازاً کہدیا ہے بقرنیہ تقابل ۱۲

(۱۳۷) فرمایامن عرف نفسه فقد عرف و به میں نفس حقیقی مراد ہے اہل ظاہر کے نزدیک اس کے دوسرے معنی ہیں اور نزدیک اہل تحقیق و اہل باطن کے اور معنی ہیں دوسرے معنی جب دل میں آویں گے بیان کروں گا۔ جب کوئی شخص طالب ہوتا ہے اور مجمع (صحبت) میں کوئی غیر نہیں ہوتا زبان پر (مطلب) آتا ہے جیسے دودھ کہ سب عورتوں کی پستان میں موجود ہے لیکن جب تک اس کا کھینچنے والا نہیں ہوتا نہیں نکلتا۔ جب نکلنے کا وقت آتا ہے کھینچنے والا پیدا ہو جاتا ہے۔

(۱۳۸) فرمایا کہ اشیاء خیسہ عالم مظہر مذل ہیں مگر ان کا حق کہنا بے ادبی ہے (حاشیہ) قولہ ان کو حق کہنا بے ادبی ہے اقول لینے عارف کے لیے گووہ اصطلاح اور تاویل سے کہتا ہو اور جاہل کے لئے تو بالکل ہی کفروشرک ہے۔ کیونکہ وہ اصطلاح کو نہیں جانتا جو تاویل کرے ۱۲

(۱۳۹) فرمایا کہ عاشق کی کئی قسمیں ہیں عاشق ذاتی کہ نامراد ہو۔

گر مرادت را مذاق شکر است   بیمرادی نیمرادِ دلبر است

اگر ایسا شخص بیمار ہو کر حرم میں نماز نہ پڑھ سکے کبھی تاسف نہیں کرتا ان کے نزدیک نعم وقم برابر ہے۔

گر طرب را باز دانی از بلا   پس زبون وسوسہ باشی دلا

اور عاشق صفاتی و عاشق احسانی جیسے ہم لوگ اور عاشق حسنی۔

(۱۴۰) شدائد حج کا ذکر چلا فرمایا یہ شدائد دلیل عظمت حرمین ہیں۔

رنج وراحت شد چو شد مطلب بزرگ   گردِ گلہ توتیائے چشم گرگ

اور جولوگ طالب صادق ہیں ان شدائد کو حصول مطلب کے مقابلہ میں کچھ نہیں گنتے۔ متاع جان جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے۔

(۱۴۱) فرمایا کہ حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب نے مجھ کو چار چیزیں تلقین فرمائیں (۱) طلب رزق حلال (۲) تمام عالم سے اپنے کو بدتر سمجھنا (۳) مراقبہ احسان (۴) ترک اختلاط غیر جنس

(۱۴۲) فرمایا کچھ موجود نہیں ہے سب فنا ہے جس چیز کے اوّل و آخر فنا ہے اُس کی حالت متوسط کا کیا اعتبار الوجود بین العدمین عدم کالطھر بین الدمین دم (حاشیہ) قولہ کچھ موجود نہیں ہے اقول یعنی موجود معتد بہ بقرینہ مابعد ۱۲

(۱۴۳) فرمایا کہ حضرت سید حسن دہلوی کے ملقب بہ رسول نما ہیں دو ہزار روپیہ لیکر زیارت حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف کرتے تھے یہ تدبیر واسطے مجاہدہ و تزکیہ نفس کے تھی جب محبت مال کی قلب میں نہ رہی پس مجاہدہ نفس حاصل ہوا اور قابلیت زیارت حضور پر نور پیدا ہوگئی میں اُن کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں (حاشیہ) قولہ دو ہزار روپیہ اقول یا ایک ہزار کچھ شک سا ہے ۱۲

(۱۴۴) فرمایا فدا حسین رسول شاہی نام جو شخص دہلی میں تھا صاحب باطن تھا شاہ عبدالعزیز صاحب نے کسی کو مناظرہ کے لئے نہیں بھیجا جو مشہور ہے غلط ہے (حاشیہ) قولہ صاحب باطن تھا اقول یہاں باطن سے مراد ریاضت و مجاہدہ سے جو کشف و تصرف حاصل ہو جاتا ہے خواہ مقبول نہ ہو کیونکہ قبول بدون اتباع شریعت حاصل نہیں ہوتا ۱۲ قولہ جو مشہور ہے غلط ہے اقول حضرت کو یہ روایت کسی غیر ثقہ سے پہنچی ہوگی اور اجتہاداً اس کو حضرت شاہ صاحبؒ کے طرز کے خلاف سمجھا ہوگا ۱۲

(۱۴۵) فرمایا کہ مجذوب جو کچھ مشاہدہ کرتے ہیں زبان سے کہہ ڈالتے ہیں اور سالک زبان کو روکے رہتے ہیں لیکن لازم ہے کہ بزرگوں کے حضور میں دل کو خطرات

وخیالات ناہموار سے پاک رکھیں اپنے دل پر مراقب رہیں مبادا اثر دل مکدر قلب اہل باطن پر پڑے اور کچھ اس کی زبان پر آ جاوے تو شرمندگی ہو اسی وجہ سے کہا گیا ہے۔

پیش اہل دل نگہدارید دل تا نباشید از گمان بد خجل

(حاشیہ) قولہ دل کو خطرات وخیالات ناہموار سے پاک رکھیں اقول اور اُن کٹے ان پر نہ لانے سے یوں نہ سمجھیں کہ اُن کو ادراک نہیں ہوا ممکن ہے ادراک ہو جاوے اور ممکن ہے کہ کبھی زبان پر بھی لے آویں ۱۲

(۱۴۶) فرمایا کہ جب عرفان حاصل ہو جاتا ہے تمام اعتراض جاتے رہتے ہیں (حاشیہ) قولہ تمام اعتراض جاتے رہتے ہیں اقول موثر حقیقی کے مشاہدہ سے سب کو مثل مضطر کے دیکھتا ہے اور محقق گو کالمصطر نہ دیکھے مگر اس کا انکار اعتراضاً نہیں ہوتا اصلاً ہوتا ہے ۱۲

(۱۴۷) فرمایا زبان ظہور مہدی بہت سخت وخوفناک ہے اکثر لوگ مخالف ہوں گے وہ خود امام مستقل ہوں گے تقلید حنفی وشافعی کی اس وقت نہ رہے گی اکثر علما داسی وجہ سے مخالفت کریں گے اللہ تعالی اُس وقت ایمان سلامت رکھے برحمۃ و بجرمۃ نبیہ المصطفی ﷺ

(۱۴۸) فرمایا کہ اس زمانہ کے بعض نقشبندیہ اپنے کو تمام خاندانوں سے افضل سمجھتے ہیں اور پابندی شریعت کو دلیل لاتے ہیں یہ اُن کی غلطی ہے کیونکہ کوئی بزرگ ایسا نہیں ہے کہ مخالف شریعت کا ہوا اور اُس کو کوئی لطف عرفان کا حاصل ہوا ہو۔

(۱۴۹) فرمایا انوار کی چار قسمیں ہیں انوار ذاتی۔ انوار صفاتی۔ انوار آثاری۔ انوار افعالی اور انوار لطائف انوار صفاتی کی قسم سے ہیں (حاشیہ) قولہ انوار لطائف اقول مردوہ انوار ہیں جن کا ادراک لطائف سے ہوتا ہے نہ وہ جن سے خود لطائف متصف ہیں ۱۲

(۱۵۰) فرمایا کہ بعضے لوگ ہمارے قافلہ میں ایسے موجود ہیں کہ اپنے دل میں کچھ بات خیال کرتے ہیں اور کہتے ہیں (دل ہی میں کہ) اگر یہ (حضرت صاحب قبلہ مدفیضہ) مطلع ہو کر بتلاویں تو البتہ شیخ ہیں بزرگوں کا امتحان لینا بے ادبی ہے اُن کو کیا ضرورت۔ ہے کہ تمہارے دل کا حال بیان کریں بزرگوں کے حضور میں چاہیے کہ کاسئہ دل کو خالی آگے رکھ کے تمنا و آرزو اخذ فیض کی کریں شاید کچھ حاصل ہو جائے۔

(۱۵۱) فرمایا کہ بعضے کہتے ہیں کہ ہم کو اپنے سینہ سے کوئی چیز (فیض) دیجئے شیخ کا کام تخم ریزی ہے اور آبپاشی وغیرہ کام مرید کا ہے مگر شیخ کی توجہ سے قلب ذاکر ہو گا دیرپا نہیں ہوسکتا۔ جب چھوڑ دیا جائے گا اور ذکر نہ کیا جاوے گا قلب اصلی حالت (سابق) پر رجوع کرے گا بعد اُس کے پھر اس وقت ذاکر ہو گا جب نفی و اثبات کی مداومت کی جاوے اور محنت کے ساتھ قلب ذاکر کیا جاوے رفتہ رفتہ ذکر قلب حاصل ہو گا۔

(۱۵۲) فرمایا کہ اس زمانہ میں جہاں ذرا سا اثر ذکر کا قلب پر پیدا ہوتا ہے قبل اُس کے پختہ ہونے کے دوسرے لطیفہ پر (طالب) متوجہ ہو جاتے ہیں اس سے فائدہ نہیں ہوتا۔

(۱۵۳) فرمایا کہ توجیہ و شفقت بزرگان ہمیشہ فقیر پر (حضرت صاحب مدفیضہ پر) مبذول رہی ایک دن مدینۂ منورہ میں حضرت شاہ احمد سعیدؒ کی خدمت میں عیادت کے لیے گیا انہوں نے اپنے بھائی شاہ عبدالغنی صاحب سے فرمایا کہ میری بیماری تک خدمت حاجی صاحب کی تمہارے ذمہ ہے۔

(۱۵۴) فرمایا کہ غیر مقلدین انکار تقلید کرتے ہیں یومنون بالغیب میں (صاف اشارہ بلکہ تصریح) تقلید موجود ہے حنفی و شافعی کی تقلید سے منع کرتے ہیں اور اپنی تقلید کا حکم کرتے ہیں کیونکہ اُن کا یہ کہنا کہ تقلید کوئی چیز نہیں ہے ہم تقلید نہیں کرتے تم بھی نہ کرو مستلزم اس کا ہے کہ ہمارے طریقے پر چلو اور ہماری ہی پیروی اختیار کرو...

بھی حکم تقلید کا کرتے ہیں۔ (حاشیہ) یومنون بالغیب میں (صاف اشارہ بلکہ تصریح) تقلید موجود ہے اقول کیونکہ اکثر عوام مومنین دلیل نہ جانتے تھے اور نہ سب اہل مشاہدہ تھے پھر ایمان تقلیدی نہ ہوا تو کیا ہوا جب اصول میں تقلید شروع ہے فروع میں کیسے انکار کیا جاوے گا۔۱۲

(۱۵۵) فرمایا کہ ایک مرتبہ میں دہلی کے بازار میں چلا جاتا تھا ایک عاشق مزاج کو دیکھا کہ ایک دکان پر بیٹھا ہوا بڑے ذوق وشوق سے رسالہ دردنامہ غمناک کہ مصنفہ میرا (حضرت صاحب کا) ہے پڑھتا ہے اور اُس پر کیف طاری ہے میں نے کہا کہ مجھ کو قال تھا اور اس کو حال ہے دوسرے دن پانی پت کے راستہ میں بھی ایک آدمی کو اسی حالت سے دیکھ کر میں نے پوچھا کیا پڑھتے ہو وہ غصہ ہو کر کہنے لگا کہ اپنی راہ لو تم کیا جانو (کہ کیا پڑھتے ہیں) میں ہنسنے لگا جب اُس کو معلوم ہُوا کہ یہ مصنف رسالہ تھے حاضر ہو کر خطا معاف کرائی اور آمد ورفت رکھنے لگا۔

(۱۵۶) مولانا اشرف علی صاحب نے ایک حکایت بیان کی کہ حضرت فریدالدین عطارؒ نے لکھا ہے کہ ایک مرید نے اپنے مرشد سے شکایت عدم رویت حق تعالیٰ کی کی جواب دیا کہ اس وقت نماز عشاء کی نہ پڑھو مقصد حاصل ہو جائے گا اُس کو تعجب ہوا اور فرض کا ترک کرنا گوارا نہ ہُوا صرف سنت نہیں پڑھی رات کو حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا (خواب میں) کہ ارشاد فرماتے ہیں کہ میں نے کیا کیا کہ تو نے میرے سنت ترک کر دی صبح کو اُس (مرید) نے مرشد سے کیفیت بیان کی انہوں نے کہا اگر فرض (نماز) ترک کرتے خدا کا دیدار حاصل ہوتا ہے فرمایا کہ گناہ کرنے سے بعد واعراض ہوتا ہے نہ کہ قرب ووصل لیکن چونکہ اس شخص کو خدا کی طرف سے کشش تھی اور مرتبہ محبوبیت میں تھا نماز ترک کرنے سے اُس کا مرتبہ گھٹ جاتا اور یہ اللہ تعالیٰ کو گوارا نہ تھا پس واسطے تنبیہ کے لامحالہ تجلی ہوتی اور مقصد حاصل ہوتا (حاشیہ) قولہ تجلی ہوتی اور مقصد حاصل ہوتا اقول فی الواقع اسرار کو عارفین سمجھتے ہیں ہم اندھوں کو نہ

چاہیے کہ دم حقیقت کا بھر کر شریعت کے خلاف کریں پیر کو مرید کا مقام معلوم تھا کہ اس کی نماز وتق پر ضرور ہو جائے گی تو واقع میں ترک نماز کو جائز نہیں رکھا ۱۲

(۱۵۷) فرمایا کہ مولانا فخر الدین شاہ ولی اللہ و خواجہ میر درد و مرزا مظہر جانجاناں رحمہم اللہ تعالیٰ کی کسی شخص نے ضیافت کی اور اپنے گھر بیٹھا کر خود غائب ہو گیا اور بہت دیر کے بعد یہاں تک کہ وقت نماز کا آ گیا آ کر دو پیسے سب کے ہاتھ پر رکھ دیئے مولانا صاحب پر چونکہ اخلاق رحمت و انکسار غالب تھا آپ نے اس کی تعظیم اور پیسوں کو سر و چشم سے لگا کر قبول کیا اور مرزا صاحب چونکہ بہت نازک طبیعت ولطیف مزاج تھے (یہاں تک کہ زمانہ بچپن میں بدصورت دایہ کی گود میں نہ جاتے تھے) کہنے لگے کہ میاں اگر یہی ارادہ تھا تو خواہ مخواہ اتنی دیر کی اور دوسرے حضرات نے کچھ نہیں کہا۔

(۱۵۸) فرمایا کہ ایک آدمی نے حضرت مرزا صاحب سے شکایت سماع خواجہ میر درد کی کی۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی آنکھوں کا مریض ہوتا ہے اور کوئی کانوں کا اُنکو کانوں کا مرض ہے اور مجھ کو آنکھوں کا کہ حسن پرست ہوں (حاشیہ) قولہ اور مجھ کو آنکھوں کا کہ حسن پرست ہوں اقول یہ مقتضی لطافت طبع کا تھا جیسا کہ دایہ کے قصہ سے معلوم ہوتا ہے نہ کہ خواہش نفسانی جو کہ اس وت بلائے عام ہے نعوذ باللہ ۱۲

(۱۵۹) فرمایا کہ ایک بزرگ نے لکھا ہے کہ ایک ایسا زمانہ آوے گا کہ نیک لوگ مکہ سے چلے جاویں گے۔ یہ وہی زمانہ ہے اس زمانہ میں پورا دین نہ مکہ میں ہے نہ مدینہ میں اس زمانہ میں دیندار وہ ہے جو پہاڑ پر جا کر مصروف ذکر الٰہی ہو ایک وہ زمانہ تھا کہ اہل مکہ بیع و اشرا میں ایک کلام کہتے تھے اگر کوئی کچھ کمی و بیشی کہتا تھا تو دوکاندار تعجب سے اس کو دیکھ کر کہہ دیتا تھا حی رح (چلے جاؤ) اور اب ہندیوں کے اختلاط کی وجہ سے دروغ و فریب چل گیا ہے (وائے قسمت! ہندیو اب بھی جاگو۔ دیکھو تمہارا کیا حال ہے اور کیسے الزام کے ملزم بنے ہو افسوس) اور مظالم حکام و کج خلقی عوام اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ ہر شے میں تشدد بڑھ گیا ہے ایک وقت کا [illegible]

ریال تھااوراب نوبت چالیس تک پہنچ گئی ہے اوراگلے وقتمیں کوئی حرم مدینہ میں دھیمی آواز سے بھی بات نہیں کرتا تھا اگر کوئی بولنا چاہتا تھا نسف حیات النبی کہہ کر خاموش کر دیتے تھے اور سارے شہر میں نزاع وفساد اور زور سے بولنا معدوم تھا اتنا ادب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے اوراب بالکل حالت بدل گئی ہے تاہم اُن کے اخلاق باوجود تغیر وکمی کے اور ہیں اور اہل مکہ کے اور وہ (اہل مدینہ) نوراخلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منور ہیں اور یہاں (مکہ مکرمہ میں) ظہور صفات جلالیہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔

(۱۶۰) ایک شخص آیا اور یہ آواز بلند رونے لگا اور کیفیت علالت اپنی زوجہ کی بیان کرنے لگا فرمایا بھلا یہ کون سا موقع رونے کا روح قفس سے رہا ہوتی ہے اور وطن اصلی کو جاتی ہے یہ امر قابل مسرت ہے نہ لائق رنج کہا اس سے مجھ کو آرام تھا فرمایا جب وہ نہ تھی تب تیرا کام کیسے ہوتا تھا کہا پہلے سے میرے پاس ہے ہنس کر فرمایا کیا اُس کو ساتھ لائے ہو؟ جب شکایت شروع کی فرمایا شکایت اس مقام کی بھلا نہیں معلوم ہوتی عرض کیا کہ میرا ارادہ مدینہ طیبہ کا تھا فلاں شخص کفیل زاد وسامان کا ہوا ہے اور وعدہ کیا ہے فرمایا یہ شرک کی باتیں مت کرو خاموش رہو (حاشیہ) قولہ کیا اُس کو ساتھ لائے ہو اقول یعنی ماں کے پیٹ سے ۱۲

(۱۶۱) فرمایا کہ میں نے وقت تہجد کے ایک شخص قوی ہیکل زشت رو کو دیکھا کہ داہنی طرف آ کر مجھ پر حملہ کرنا چاہا ناگاہ دو آدمی آئے اور اُس کو پکڑے گئے اُس کے بعد دیکھا کہ دو آدمی اور بائیں طرف سے مجھ کو ایذا پہنچانا چاہتے ہیں میں نے اُن جھڑک دیا وہ غائب ہو گئے ایک خادم نے عرض کیا کہ حضور کے دشمن ذلیل ہوں گے فرمایا نفس وشیطان یہی دشمن ہیں شاید یہی آئے ہوں اور اگر کوئی بلاوجہ میرے ساتھ برائی کا ارادہ کرے گا خود اُس پر اُلٹ پڑے گا۔

(۱۶۲) فرمایا کہ مرتبہ اولی رجاء وخوف ہے بعدہ قبض وبسط وبعدہ ہیبت وانس۔

بعض کو ہیبت ہوتی ہے اور بعض کو اُنس اور بعض کو دونوں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم جامع تھے ان دونوں کے اسی وجہ سے جب انس غالب ہوتا تھا ارشاد فرماتے تھے کلمینی یا حمیرا تا کہ طرف سے اپنے ممنب ثبوت کے رجوع فرماویں اور شفقت برحال مخلوق کم نہ ہو اور جب ہیبت غالب ہوتی فرماتے ارحمنی یا بلال تا کہ توجہ الی اللہ میسر ہو (حاشیہ) قولہ مرتبۂ اولیٰ رجاء خوف ہے اقول یعنی اسی خوف ورجا کو اگلے مقام میں قبض وبسط وانس وہیبت کہتے ہیں ۱۲۔

(۱۶۳) (لطیفہ) ایک خادم (حضرتصاحب کے) نے کسی کتاب میں کلمۂ امداد اللہ پڑھا اور کہا نام نامی حضور کا اور مدح وثنائے عالی پہلی کتابوں میں بھی موجود ہے ہنس کر فرمایا۔ جہاں نظر کرو امداد اللہ ہے ظہور (عالم) کا امداد اللہ سے ہے اگر مدح وثناء امداد اللہ نہ کریں کمبختی آوے۔

(۱۶۴) ایک سائل آ کر بیٹھا آپ نے کچھ پیش فرمایا وہ لے کر چلا گیا ارشاد فرمایا کہ وہی دیتا ہے اور وہی دلاتا ہے میں نے ہر چند چاہا کہ زیادہ ہاتھ میں آوے بار بار اسی قدر آتا تھا۔ اس سے زیادہ اس کی قسمت میں نہ تھا۔ بلکہ اسی قدر تھا۔

(۱۶۵) فرمایا جب تک کہ اپنی جنس کے لوگ رہتے ہیں طبیعت منبسط وخوش رہتی ہے اور جب کوئی غیر آ جاتا ہے منقبض وست ہو جاتی ہے اور چاہتی ہے کہ جلد اُس کو رخصت کیجئے۔ (حاشیہ) قولہ فرمایا جبتک اپنی جنس کے لوگ رہتے ہیں اقول چونکہ وہ سائل طالب دنیا تھا اس لئے اس تقریب سے یہ مضمون فرمایا اور آئندہ مضمون سخاوت کے متعلق بھی اسی تقریب سے ارشاد ہوا اسی طرح اشیاء کا مذموم مطلق نہ ہونا بوجہ مظہریت صفت کمال کے ۱۲ (۱۶۶) گدا سخاوت کا آئینہ ہے جسنے چہرہ کے حالات بدون آئینہ کے معلوم نہیں ہوتے ایسے ہی صفت سخا مخفی ہے بدون گدا کے۔

(۱۶۷) اگر غور کیا جاوے تو کوئی چیز من کل الوجوہ مذموم نہیں ہے کیونکہ حقیقت تمام اشیاء کی اعیان ثابتہ ہے اور وہ علم الٰہی ہے اور علم الٰہی تمام تر محمود ہے پس کوئی چیز

مخلوقات سے بہ نسبت حق تعالیٰ کے مذموم نہیں ہے ذم و مدح (بھلائی برائی) جو کچھ ہے باعتبار ہمارے ہے۔

(۱۶۸) فرمایا کہ ایک دن مجھ سے اور فلاں مولوی صاحب سے گفتگو ہونے لگی بڑا مجمع ہو گیا میں نے پوچھا کہ تحصیل علم سے کیا غرض ہے کہنے لگے مجہولات کا جاننا۔ اثنائے گفتگو میں نے کہا کہ مقصود تحصیل علم سے اگر صرف جاننا ہے تو مسجد منہدم کر کے مدارس بنوانے چاہیں۔ مولوی صاحب ساکت ہو رہے یوں ہی دیر تک گفتگو رہی میں مختصر جواب دیتا رہا بعدہ تمام رات مولوی صاحب بیقرار رہے اور میں پشیمانی میں گرفتار رہا کہ مجھ کو زیبا نہ تھا کہ عالم سے مقابلہ کروں۔ صبح کو مولوی صاحب نے آدمی بھیج کر صلح کر لی افسوس کہ اب میرے دوستوں میں کوئی نہیں رہا۔

(۱۶۹) جب مثنوی شریف ختم ہوگئی بعد ختم حکم شربت بنانے کا دیا اور ارشاد ہوا کہ اس پر مولانا (روم) کی نیاز بھی کی جاوے گی گیارہ گیارہ بار سورۂ اخلاص پڑھ کر نیاز کی گئی اور شربت بٹنا شروع ہوا آپ نے فرمایا کہ نیاز کے دو معنی ہیں ایک عجز و بندگی اور وہ سوائے خُدا کے دوسرے کے واسطے نہیں ہے بلکہ ناجائز اور شرک ہے اور دوسرے خدا کی نذر اور ثواب خدا کے بندوں کو پہونچانا یہ جائز ہے لوگ انکار کرتے ہیں اس میں کیا خرابی ہے اگر کسی عمل میں عوارض غیر مشروع لاحق ہوں تو اُن عوارض کو دور کرنا چاہیے نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے ایسے امور سے انکار کرنا خیر کثیر سے باز رکھنا ہے جیسے قیام مولد شریف اگر بوجہ آنے نام آنحضرت کے کوئی شخص تعظیماً قیام کرے تو اس میں کیا خرابی ہے جب کوئی آتا ہے تو لوگ اُس کی تعظیم کے واسطے کھڑے ہو جاتے ہیں اگر اُس سردار عالم و عالمیان (روحی فداہ) کے اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا (حاشیہ) قولہ اُس پر مولانا (روم) کی نیاز بھی کی جاوے گی اقول یہ مطلب نہیں کہ اُس کو سامنے رکھ کر بلکہ اُس موقع پر بلا اعتقاد توقف وصول ثواب شریعت سے ثابت ہے ۱۲ قولہ نہ یہ کہ اصل عمل سے انکار کر دیا جائے اقول یہ حضرت رحمتہ اللہ

علیہ کی اجتہادی تحقیق ہے فقہ حنفی میں اس میں تفصیل ہے کہ اُس عمل کی مطلوبتہ بالذات کے وقت تو یہی حکم ہے ورنہ رضوان عوام کے لیے اصل سے بھی منع کر دیا جاوے گا آگے تفریعات اسی تحقیق اجتہادی پر ہیں جس میں تفصیل ذکر کا قائل متفق ہو گا مگر چونکہ حضرت کا اجتہاد بعض علماء کے موافق ہے اس لئے حضرت کو معذور رکھا جاوے گا ۱۲ اقول اسم گرامی کی تعظیم کی گئی تو کیا گناہ ہوا۔ اقول البتہ اصرار کرنا کہ تارکین سے نفرت کرے زیادتی ہے ۱۲

(۱۷۰) ایک شخص نے اجمیر شریف کہا دوسرے نے کہا کہ اجمیر اجمیر ہے شریف کیونکر ہو گیا اُس نے جواب دیا تمہارا مزاج کو شریف کہا جاوے اس پر خوش ہوتے ہو اور منع نہیں کرتے ہو اور اجمیر کی شرافت پر کہ مقبولان الٰہی کی وجہ سے پیدا ہوئی (شرافت) اُس کا ایسا انکار۔

(۱۷۱) جب منکر نکیر قبر میں آتے ہیں مقبولان الٰہی سے کہتے ہیں تم کنومۃ العروس عرس کو رائج ہے اسی سے ماخوذ ہے اگر کوئی اُس دن کو خیال رکھے اور اس میں عرس کرے تو کون سا گناہ لازم ہوا۔ مولانا محمد اسحاق صاحب عشرۂ محرم کے دن بادشاہ کے پاس تشریف لے گئے بادشاہ چونکہ سونے کے کڑے پہنے تھا آستین سے بند کر لیا اور جب تک مولانا بیٹھے رہے مودب بیٹھا رہا اُس مجلس میں سر الشہادتین پڑھی جاتی تھی ایک خادم نے عرض کیا کہ اگلے بادشاہ درویش ہوتے تھے فرمایا بادشاہ دراصل وہی ہے جو گدا ہے۔

گدا بادشاہ ست و نامش گدا۔ البتہ اہل ہند مولد شریف میں اکثر ایسے اشعار پڑھتے ہیں کہ جن میں پیغمبروں کی اہانت ہوتی ہے یہ بڑا گناہ ہے ایک خادم نے عرض کیا ملا جامی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے ۔ غلامے بود یوسفؑ زر خریدہ۔ فرمایا کہ یہ مقام توحید ہے خدا کے آگے بھی عزت ہی ذلت نہیں ہے حضرت یوسف علیہ السلام کیا اگر جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت کہا جاتا بھی ... (اشعر

تو لہا گر کوئی اُس دن کو خیال رکھے اور اُس میں عرس کرے اقول تعیین یوم میں آنے والوں کو سہولت ہے باقی اس تعیین کو مثل احکام مقصود کے سمجھنا غلو ہے اور یہاں بھی وہی حاشیہ دیکھ لیا جاوے جو اس سے اوپر والے کے قبل کے ملفوظ پر ہے ۱۲ قولہ یہ مقام توحید ہے اقول یعنی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام توحید میں یہ کہا ہے تو اس مقام پر آپ کے تعین پر نظر نہیں ہوگی بلکہ مبداء تعین پر اور وہ حقیقت الٰہیہ ہے جس کے مظہر حضور اقدس ہیں ۱۲

(۱۷۲) فرمایا جب کوئی عارف کوئی کام کرتا ہے اُس کو خُدا کی طرف سے وسعت زمانی مرحمت ہوتی ہے حضرت امام العارفین امام غزالی رحمتہ اللہ کی عمر قریب باون سال کے تھی اور تصانیف اُن کی بے شمار ہیں کہ اتنی مت میں غیر ممکن ہیں یہ وسعت زمانی تھی یونہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ ایک رکاب میں قدم مبارک رکھتے تھے اور دوسری تک پیر جاتے جاتے قرآن ختم کر دیتے عالم خلق وامر سب خدا کے دست (قدمت) میں ہے جس سے چاہے اُس سے متعلق فرمادے تمہارے اوپر خدا کا فضل ورحمت ہے کہ اتنی قلیل مدت میں اتنا ترجمہ کرتے ہو یہ خطاب حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے فرمایا (الحمدللہ کہ صرف چند دن کے قیام میں جو خدمت اس سے وجناب حاجی محمد مرتضٰی خاں صاحب سے ہوسکی اُس کے باب میں حضور نے اکثر زبان فیض ترجمان سے ایسے ہی الفاظ ارشاد فرمائے فالحمد لله علي ذلك ۱۲ مترجم (حاشیہ) قولہ قرآن ختم کر دیتے تھے اقول مجھ کو اس روایت کی تحقیق نہیں ۱۲ قولہ یہ خطاب حضرت مولانا اشرف علی صاحب سے فرمایا۔ اقول وقت ترجمہ تنویر کے ۱۲

(۱۷۳) فرمایا پستی عجب چیز ہے زمین میں کہ پستی ہے کیسے کیسے پھول اگتے ہیں۔ اور پہاڑوں و پتھروں میں (باوجود رفعت) کچھ نہیں (پیدا ہوتا) اور پانی پستی میں ہوتا ہے اُس میں کیسے کیسے فائدے ہیں (حاشیہ) قولہ کچھ نہیں (پیدا ہوتا) اقول اور جہاں ہوتا ہے نہیں اجزائے ارضیہ کی بدولت ۱۲

(۱۷۴) فرمایا کہ جب آدمی کسی کام میں بخوبی مصروف ہو کر کوشش کرتا ہے اور بالکل اُسی کا ہو جاتا ہے تو اُس کام میں صفت الٰہی کرتی ہے اور وہ کام عجیب الصنعۃ نظر آتا ہے کیونکہ اُس میں خدا کی صفت ہوتی ہے لیکن (افسوس) اُس کا کرنیوالا یہ خیال کرتا ہے۔ کہ یہ میری کاریگری ہے جیسا کہ اہل صنائع جدیدہ خیال کرتے ہیں (حاشیہ) قولہ اُس کام میں صنعت الٰہی ظہور کرتی ہیا قول مراد صنعت کی شان خاص ورنہ مطلق صنعت کا ظہور تو ہر موضوع میں ہے ۱۲

(۱۷۵) فرمایا کہ نزول مولانا روم علیہ الرحمہ کا یہ نسبت نزول شیخ اکبر کے کامل ہوتا ہے۔

(۱۷۶) فرمایا کہ شیر خاں صاحب خلیفہ حضرت میانجی شاہ نور محمدؒ صاحب قدس سرہ میرے برادر ارشادی جب قریب رحلت ہوئے وقت نزع لوگوں نے تلقین کلمہ شروع کیا اور وہ منہ پھیر لیتے تھے سب کو تعجب تھا کہ ایسے بزرگ کی یہ حالت ہے کہ جس سے سوء خاتمہ کا خیال ہوتا ہے۔ جب حضرت مرشد تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا حال ہے فرمایا الحمد للہ لیکن یہ لوگ مجھ کو پریشان کرتے ہیں اور مسمی سے طرف اسم کے لاتے ہیں پس مراتب لوگوں کے مختلف ہیں اعراض کلمہ سے سوء خاتمہ پر استدلال نہ کرنا چاہیے ممکن ہے اُس میں کوئی وجہ خاص ہو جیسے ذکر ہوا (حاشیہ) قولہ ممکن ہے اسمیں کوئی وجہ خاص ہو جیسے ذکر ہوا اقول پس وہ شخص معذور ہوگا لیکن اس سے زیادہ کمال جامعیت ہیکہ باوجود مشاہدہ مسمی۔ کے اسم کا حق بھی ادا کرے ۱۲

(۱۷۷) فرمایا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ لباس عمدہ پہنتے تھے اور کھانا لذیذ کھاتے تھے یہ سب عکس نعمائے اخروی تھا اور وہ عکس صفات حق تعالیٰ تھی۔ حضرت شیخ ان عکوس میں معائنہ اصل کا کرتے تھے پس یہ چیزیں اُن کے واسطے بمنزلہ آئینہ کے تھیں۔

آئینہ حق پس عورت مظہر و آئینہ حق تعالیٰ ہے اور اس میں جمال ایزدی ظاہر و نمایاں ہے۔ ملاحظہ کرنا چاہیے (حاشیہ) قولہ فرمایا کہ عورت مظہر مرد کی ہے اقول یعنی بلاواسطہ ورنہ عورت بھی مظہر ہے حق کی مگر بواسطہ اور منشا اس کا تکون حوا کا ہے آدم علیہ السلام سے قولہ ملاحظہ کرنا چاہیے اقول یعنی حلال عورت میں اور حرام سے بجز بعد و حرمان کے کیا ہے۔

(۱۷۹) فرمایا کہ جب میں (حضرت صاحب) پہلے مکہ آیا تو نوبت فاقوں کی پہنچ گئی کئی کئی دن تک اتفاق کھانے کا نہیں ہوتا تھا میں نے عرض کیا کہ بار آلہا مجھ میں طاقت امتحان نہیں ہے بعدہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ لاکھوں روپیہ کا خرچ تمہارے ہاتھوں مقرر ہوگا میں نے عرض کیا کہ اس مہم کی طاقت نہیں رکھتا ہنس کر فرمایا کہ تمہاری حاجت بند نہیں رہنے کی اس وقت سے خرچ ماہانہ کہ اقل مرتبہ سو روپیہ ہے خدا اپنے خزانہ رحمت سے پہنچاتا ہے۔

(۱۸۰) فرمایا کہ الله لاالهالا هو له الاسمائالحسنى الايه. اس آیت میں ایک راز مکنون ہے۔ پہلے نفی غیر کی فرما کر اثبات وحدۃ الوجود کا فرمایا ہے بعدہ فرماتا ہے کہ سوائے میرے جو کچھ ہے وہ اسماء صفات میری ہے یعنی جو کچھ غیر ذات اُس کے معلوم ہو وہ سب مظاہر صفات ہیں (حاشیہ) قولہ وہ اسماء و صفات میری ہے اقول مطلب یہ ہے کہ جب لا اله الا هو سے غیر کی نفی ہوگئی تو سوال وارد ہوا کہ یہ کائنات کیا ہیں؟ له الاسماء الحسنیٰ میں اس کا جواب ہے کہ اُن کے جو اسماء ہیں یہ کائنات اُن کے مظاہر ہیں موجود مستقل نہیں یہ باب اشارہ سے ہے تفسیر نہیں ۱۲

(۱۸۱) فرمایا منقول ہے کہ شب معراج کو جب آنحضرت حضرت موسیٰؑ سے ملاقات ہوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفسار فرمایا کہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل جو آپ نے کہا ہے کیسے صحیح ہوسکتا ہے حضرت حجۃ الاسلام امام غزالیؒ حاضر ہوئے اور سلام باضافہ الفاظ برکاتہ و مغفرتہ وغیرہ عرض کیا حضرت موسیٰ علیہ

اہل سنت و جماعت کے لئے وہابی دیوبندی حوالہ جات

السلام نے فرمایا کہ یہ کیا طوالت بزرگوں کے سامنے کرتے ہو آپ (امام غزالی) نے عرض کیا کہ آپ سے حق تعالیٰ نے صرف اس قدر پوچھا تھا۔ ماتلک بیمینک یاموسی تو آپ نے کیوں جوابمیں اتنا طول دیا کہ ھی عصایے اتوکاء علیھا واھش بھا علی غنمی ولی فیھا مارب اخری الایہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ادب یا غزالی (حاشیہ) قولہ ادب یا غزالی اقول یہ کسی بزرگ کا کشف ہوگا اور یہ معراج جس میں مکالمہ ہوا نیز اُن بزرگ کو مکشوف ہوئی ہوگی جس میں ان ارواح کا اجتماع ہوگیا وہ معراج جسدی حضور کی مراد نہیں کہ ابعد عن الابعد ہے اور کشفیات میں ایسے واقعات بعید نہیں کہ حقیقت اُن کی امثلہ ہوتی ہیں بعض حقائق کے ۱۲

(۱۸۲) فرمایا کہ جنبلی کے نزدیک جمعرات کے دن کتاب احیاء تبرکاً ہوتی تھی جب ختم ہوئی تبرکاً دودھ لایا گیا اور بعد دعا کے کچھ حالات مصنف کے بیان کئے گئے طریق نذر و نیاز قدیم زمانہ سے جاری ہے اس زمانہ میں لوگ انکار کرتے ہیں (حاشیہ) قولہ اس زمانہ میں لوگ انکار کرتے ہیں اقول البتہ اصرار بالمعنی المذکور افراط ہے اور ملفوظ (۱۶۶) کا حاشیہ یہاں بھی دیکھ لیا جاوے ۱۲

(۱۸۳) ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور ایک کتاب پڑھی جاتی ہے جس کو حضور کمال توجہ سے سن رہے ہیں دریافت فرمایا کہ یہ کون سی کتاب ہے کہا گیا احیاء العلوم حجۃ الاسلام امام غزالی کی ہے فرمایا کہ یہ لقب عطیہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(۱۸۴) فرمایا کہ نیستی و عدم ایک لذیذ چیز ہے ہر شخص اپنے عدم کا عاشق ہے دیکھو جب تعب ہوتا ہے سونا اختیار کرتا ہے اور نیند ایک قسم کا عدم ہے۔

(۱۷۵) فرمایا کہ اگر تمامی جسم و صفات سے ایک چیز کو لو اور اُس میں غور کرو مثلاً تکلم میں فکر کرو کہ کہاں سے آتا ہے اور کون کہتا ہے آخر نوبت خدا تک پہنچ گئی اور ماسوائے

خدا معدوم وفنا معلوم ہوگا مجھ کو رگ رگ میں وہی نظر آتا ہے (حاشیہ) قولہ تکلم میں فکر کرو کہ کہاں سے آتا ہے اقول یعنی موثر کون ہے اور اُس کے مشاہدہ کا جب غلبہ ہوتا ہے مظہر کی طرف التفات نہیں رہتا اور اُس کی صفت کی اسناد غلبہ کے سبب موثر کی طرف متوہم ہونے لگتی ہے جملہ کون کہتا ہے کا منشا یہی ہے ۱۲

(۱۸۶) فرمایا کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واصل بحق ہیں عباد اللہ کو عباد رسول کہہ سکتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قل یا عبادی الذین اسر نوا علی انفسھم مرجع ضمیر متکلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا کہ قرنیہ بھی انہیں معنی کا ہے آگے فرماتا ہے لاتقنطوا من رحمۃ اللہ اگر مرجع اُس کا کلمہ ہوتا فرماتا من رحمتی تاکہ مناسبت عبادی کی ہوتی۔ ارشاد فرمایا اے (حاشیہ) قولہ مرجع ضمیر متکلم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اقول یعنی اور بزرگوں کے کلام میں بھی یہ مضمون موجود ہے۔ یہ مرتب حقیقت میں ہے جیسا اس کا مبنی واصل بحق ہونا اوپر فرمایا ہے جس کو عارفین ہی سمجھ سکتے ہیں اور باعتبار ظاہر کے چونکہ عبد بمعنی عابد آتا ہے اس لئے احتیاط کی جاتی ہے البتہ عبد بمعنی مملوک لیکر توجیہ ممکن ہے مگر عوام کو ابہام سے بچانا بھی واجب ہے ۱۲ قولہ مولانا اشرف علی صاحب نے فرمایا اقول منشا اس تقریر کا فناء فی الشیخ ہے اس لئے حجت نہیں ۱۲

(۱۸۷) ایک دن فرمایا کہ یہ مکان جس میں میری نشست ہے نشستگاہ حضرت شیخ اکبر رحمتہ اللہ علیہ کی ہے۔

(۱۸۸) فرمایا کہ یاایھا الذین امنوا اطیعو اللہ و اطیعو الرسول واولئی الامر منکم ای من المتقین یہ خطاب اُن مومنین سے ہے کہ جو ایمان کامل رکھتے ہوں نہ مطلق مومنین پس جو کوئی اولی الامر صاحب باطن ہوا اور تزکیۂ نفس وتصفیۂ قلب کر چکا ہو وہ واجب الاطاعت ہے ورنہ نہیں کیونکہ منکم فرمایا ہے یعنیا سے صحابہ جیسے کہ تم کامل الایمان صافی القلب پاک طینت ہوا یسے ہی اگر اولی الامر بھی ہوں تو

واجب الطاعت ہیں ورنہ نہیں وھکذا المومن مراۃ الاموص مراد اسے مومن کامل ہے نہ مطلق مومن کیونکہ مراءۃ وہی ہوگا جو کہ صاف وشفاف ہو پس جس شخص کا قلب صاف ہو وہ قابلیت مرآۃ (آئینہ) ہونے کی رکھتا ہے ورنہ نہیں (حاشیہ) قولہ وہ واجب الاطاعت ہے ورنہ نہیں اقول یعنی علی الاطلاق کیونکہ ایسا شخص خلاف اللہ و رسولؐ کے ہرگز نہ کہے گا ورنہ امور موافقۃ للشرع میں ظاہری اولی الامر کی بھی اطاعت واجب ہے البتہ لاطاعتہ لمخلوق فی معصیۃ الخالق ۱۲

(۱۸۹) فرمایا کہ اوتاد جمع وتد کی ہے بمعنی میخ چونکہ اُن کی بدولت آفات وزلزلات سے حفاظت رہتی ہے لہذا اوتاد کہتے ہیں اور ابدال کہ سات ہیں اور ہر اقلیم میں مقرر ہیں جب ایک اُن میں سے فوت ہوتا ہے دوسرا قائم کیا جاتا ہے اسی وجہ سے اُن کو ابدال کہتے ہیں میں نے دہلی میں ایک ابدال کو دیکھا تھا ایک آن واحد میں مختلف مقامات پر دیکھا جاتا تھا۔

(۱۹۰) فرمایا کہ اولیائی تحت قبائی اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو مخفی فرمایا۔ اس میں ایک مصلحت ہے کیونکہ اگر لوگ باوجود ظہور ان کی مخالفت کرتے تو معاتب اور معذب ہوتے اس لئے کہ وہ (اولیاء) متصف بصفات الٰہی میں اُن کی مخالفت (گویا) مخالفت حق ہے اور جو کوئی مخالف حق ہو وہ مردود مقہور قابل عذاب ہے اور حالت ناواقفیت میں معذور ہیں (حاشیہ) قولہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیاء کو مخفی فرمایا اقول یعنی اُن کی ولایت کو نہ اُن کی ذات کو ۱۲

(۱۹۱) فرمایا کہ حرمین میں بعض امور عجیب و پسندیدہ ہیں۔ وحدت الوجود لوگوں میں بہت مرتکز ہے۔ میں مدینہ میں مسجد قبا کی زیارت کو گیا ایک آدمی کو دیکھا کہ اندر مسجد کے جاز ولکشی میں مشغول ہے جب زیارت سے فارغ ہو کر میں باہر آیا اور جوتہ پہننے کا قصد کیا تو سنا کہ کہتا ہے یا اللہ یا موجود اور دوسرا جو بیرون مسجد تھا کہتا تھا بل فی کل الوجود اس کو سنکر مجھ پر ایک حالت طاری ہوئی بعد وہ لڑکوں کو شغف میں دیکھا

کہ کھیل رہے ہیں اور ایک لڑکا کہہ رہا ہے یا اللہ لیس غیرک اس سے میں نہایت بیتاب ہوا اور کہا کیوں ذبح کرتے ہو اور تنازع کی حالت میں جب کوئی صل علی النبی کہہ دیتا ہے غیض وغضب بالکل کافور ہو جاتا ہے اور درود پڑھنے میں مصروف ہو جاتے ہیں اتنی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے رکھتے ہیں اور شجاعت وسخاوت عرب کی مشہور ہے۔ رجبی میں بڑی خوشی کرتے ہیں اور جو کچھ ایک سال میں پیدا کرتے ہیں مدینہ منورہ میں جا کر خرچ کر ڈالتے ہیں اور بعد واپسی کے شکریہ کی دعوت کرتے ہیں اتنی الفت ومحبت حضرت (روحی فداہ) کے ساتھ رکھتے ہیں نیک بات جس طرح کی جائے عمدہ ہے (حاشیہ) قولہ نیک بات جس طرح کی جائے عمدہ ہے۔ اقول ملفوظ (۱۶۶) کا حاشیہ یہاں بھی دیکھ لیا جائے ۱۲

(۱۹۲) فرمایا کہ تطویل دعا واسطے عوام کے ہے اور عارف کے لیے اس قدر کافی ہے۔ اللھم اسئلک رضاک والجنۃ واعوذبک من سخطک والنار (حاشیہ) قولہ عارف کے لیے اس قدر کافی ہے اقول کیونکہ اس کی اصل عبادت ذکر ہے جس کی اصل حدیث میں بھی ہے من شغل قراءۃ القرآن عن دعائی و مسئلتی الخ اخرجہ العراقی عن ابن شاھین ۱۲

(۱۹۳) فرمایا کہ آیۃ انک لا تسمع الموتی میں نفی سماع حواس خمسہ ظاہرہ سے مراد ہے نہ مطلقاً اسماع اور استماع موتی حواس باطنیہ سے پیغمبروں واولیائے کرام کو ممکن ہے جیسا کہ حدیث قلیب میں مصرح ہے وھکذا قولہ تعالی لاتدرکہ الابصار الآیہ نیز رویت حق تعالیٰ دنیا میں ممکن ہے آیۃ میں نفی ادراک کی فرمائی ہے نہ نفی روایت کیونکہ جب رویت حاصل ہوتی ہے فنایت محیط ہو جاتی ہے اور ہوش و حواس کچھ باقی نہیں رہتے پھر ادراک کیسے ہوسکتا ہے بعضوں کا گمان ہے کہ اس دیدۂ ظاہر سے رویت میسر ہوئی۔ یہ غلط ہے رویت اُس کے حواس باطنیہ سے متعلق ہے نہ حواس ظاہرہ سے اور جیسا کہ حواس ظاہرہ کے لیے نور آفتاب وغیرہ شرط ہے ویسے ہی

حواس باطنیہ کے لئے نورحق تعالیٰ شرط ہے **فانہ بنظر بنور اللہ** **وروایت ربی بو ربی** کے یہی معنی ہیں اگر مرشد کچھ تعلیم کرے اور وہ خلوت میں کسی تاریک جگہ میں کیا جائے تو انوار کا مشاہدہ ہوتا ہے **اللھم ارزقناہ** (حاشیہ) قولہ جیسا کہ حدیث قلیب میں مصرح ہے اقول یعنی یہاں بھی نفی باعتبار بصر حسی کے ہے نہ مطلقاً اور یہ ایک توجیہ ہے منجملہ توجیہات رافعہ اشکال کے اور متعین نہیں یہ اس وقت ہے جب ادراک رویت کو عام لے لیا جائے دوسرا جواب آگے ہے یعنی ادراک کی نفی سے رویت کی نفی لازم نہیں آتی مگر یہ رویت آخرت کی سی نہیں ہے محض تجلی مثالی ہے ۱۲ قولہ بعضوں کا گمان ہے کہ اس دیدۂ ظاہر سے رویت میسر ہوئی اقول یہ تفریع ہے ماقبل پر باعتبار توجیہ اول کے ۱۲ قولہ اگر مرشد کچھ تعلیم کرے اقول یہ مضمون نورحق کے مناسبت سے فرمایا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ انوار انوار حق ہوں کبھی لطائف کے انوار ہوتے ہیں کبھی اخلاط کا اشتعال اور یہ مشاہدہ لازم نہیں ۱۲

(۱۹۴) فرمایا کہ **رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا** **الآیہ** یہ دعائے جامع و کافی ہے ایک آدمی بہت روتا تھا پوچھا کہ اس کی ذات رحیم وغفور ہے کیوں اتنا روتے ہو اُس نے کہا کہ اپنے گناہوں سے ڈر کر میں نہیں روتا کیونکہ اگر میرے گناہ آسمان و زمین و پہاڑوں کی برابر ہوں تو بھی خدا کی رحمت اُس پر غالب ہے اُس کی وسعت رحمت ہے میں ذرا بھی (گناہوں کا) خوف نہیں کرتا لیکن چونکہ ایک ذرہ محبت و معرفت حاصل ہوئی ہو ڈرتا ہوں کہ مبادا زائل و سلب نہ ہو جائے اسی وجہ سے روتا ہوں پس یہ دعا اس مہم کے لیے کافی ہے۔

(۱۹۵) فرمایا کہ علماء ظاہر کے نزدیک تفسیر آیت **فمنکم کافر و منکم مومن** کی وہ ہے جو مشہور ہے اور صوفیہ کے نزدیک اُس کی تفسیر یہ ہے کہ ذات واحد میں کافر و مومن موجود ہیں خوف کرنا چاہیے کہ رگ کفر جہنم کی طرف نہ لیجا دے۔ مولانا اشرف علی صاحب مدفیضہ نے مثنوی کا شعر عرض کیا اور حضرت نے مسلم رکھا۔

علت ابلیس انا خیر بدست　　　ایں مرض در نفس ہر مخلوق ہست

موسیٰ وفرعون در ہستی تست (حاشیہ) قولہ صوفیہ کے نزدیک اُس کی تفسیر یہ ہے اقول باب اشارہ کو تفسیر مجازاً فرمایا اور من بعیضیہ کا استعمال اس معنی میں بھی آتا ہے ۱۲

(۱۹۶) فرمایا کہ جب حالت ظاہری فرش وفروش وتکیوں سے درست تھی سب تو نگر سمجھ کر قصد اعطانہ کرتے تھے اس وقت بکثرت زیارت انبیاء اولیاء وملائکہ سے شرف ہوتا تھا بھوک عجیب چیز ہے۔

(۱۹۷) فرمایا کہ جو کوئی مہم پیش آوے سورہ یٰسین پڑھیں اور ہر مبین پر پہنچ کر سات بار سورہ فاتحہ مع تسمیہ پڑھیں اور اوّل و آخر سورہ کے دُرود شریف پڑھیں درود مثل صندوق کے ہے کہ اپنے اندر لپیٹ کر (وظیفہ ودعا کو) لیجاتا ہے ویا سورۂ مزمل سات بار پڑھیں کہ معمولات مشائخ سے اور مجرب ہے اور سورۂ فاتحہ اکتالیس بار جو میں نے اپنے آدمیوں (مریدوں) پر لازم کیا ہے اس سے بہتر امور دینی و دنیاوی کے لئے کچھ نہیں ہے فقط

ترجمہ بعض ملفوظ نوشتہ مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ

(۱۹۸) فرمایا عشق سماع عشق معائنہ سے زیادہ قوی ہے کیونکہ معائنہ صرف آنکھوں سے ہے اور سماع دل سے متعلق ہے (حاشیہ) قولہ کیونکہ معائنہ صرف آنکھوں سے ہے اقول یعنی غالب اُس میں ادراک حسی ہے غالب کو مبالغہ کل کہدیا اور عشق سماع میں غالب ادراک قلبی اور یہ توازن عشق میں ہے نہ کہ ہوی نفسانی میں کہ اُس میں اس کا عکس ہے ۱۲

(۱۹۹) اگر طلب دنیا کی ہو تو اُس کو (دنیا کو) ترک کرے تاکہ درپے اُس کے ترک کرنے والے کے) ہو۔

(۲۰۰) شعر میں تین باتوں کا لحاظ رکھنا چاہیے وزن' زبان' مثال

(۲۰۱) ۔ پیش اہل دل نگہدارید دل تا نہ باشید از گمان بدخجل

(۲۰۲) اخلاق جبلیہ زائل نہیں ہوتے البتہ درویشوں کی صحبت سے اس میں تہذیب آ جاتی ہے۔

(۲۰۳) مولوی اسمٰعیل صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ حب ایمانی بعد وصول روبہ ترقی ہوتی ہے اور جب عشقی زائل ہوتا ہے مگر میری رائے برعکس ہے قال علی رضی اللہ عنہ لو کشف العظاء ماازدرت یقیناً اور مولانا روم فرماتے ہیں ۔ عشق دریائیست قعرش ناپدید۔ البتہ مولوی صاحب کا قول باعتبار عشق مجازی صحیح ہے کہ اس میں محبوب کے کمال کی حدو انتہا مقرر ہے والمحبوب الحقیقی لایتناھی

(۲۰۴) تمام اعمال میں دو جہت ہوتے ہیں مثلاً زکوٰۃ کہ عوام کے لئے وہ قاعدہ (اور عمل) ہے۔ جو مشہور ہے اور خواص کو قل العفو اور اخص الخاص یعنی صدیقین کو تمام مال دنیا (مثال دے کر) ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ ہمارے (عوام) کے واسطے یہ ہی کہ موت کو تہلکہ سمجھتے ہیں اور عارفین زندگی کو (یعنی برعکس)

(۲۰۵) ایک صاحب علم مدنیہ سے آئے فرمایا۔

خوشا سعادت آں بندۂ کہ کرد نزول گہے بہ بیت خدا و گہے بہ بیت رسولؐ

بعدہٗ امن راہ کا سوال کیا دانشمند نے عرض کیا کہ فلاں بزرگ ہمارے ساتھ تھے ہم مع الخیر پہنچے فرمایا تب کیسے امن نہ ہوتا اور یہ شعر اپڑھا۔

صاحب دہ بادشاہ جسم ہاست صاحب دل شاہ دلہائے شماست

(حاشیہ) قولہ تب کس لیے امن نہ ہوتا اقول اقتضائے اصلی کبھی عارض کے سبب ظاہر نہیں ہوتا فلا ایراد ۱۲

(۲۰۶) رباعی۔

بحر در جوش کہ آں گوہر نایاب کجاست
چرخ سرگشتہ کہ خورشید جہانتاب کجاست
دیر زیں غصہ در آتش کہ چہ رنگ ست صنم
کعبہ زیں درد سیہ پوش کہ محراب کجاست

(حاشیہ) قولہ کعبہ زیں درد سیہ پوش کہ محراب کجاست اقول یعنی سب طالب ہیں اپنی اپنی استعداد کے موافق قال تعالی کل قد علم صلاتہ و تسبیحہٗ

(۲۰۷) فقیر کو چاہیے کہ نہ طمع کرے نہ منع کرے۔

(۲۰۸) عارف اگر ہذیان بھی کہے تو وہ بھی معرفت ہی ہوتا ہے کیونکہ علم باشیاء حجاب حقیقت ہے۔

(حاشیہ) قولہ علم باشیاء حجاب حقیقت ہے اقول اور عارف سے یہ حجاب ہر حالت میں مرتفع ہے پس وہ ہر حالت میں حقیقت پر واصل ہے تو اسی کے ساتھ تکلم کرے گا اور نہاں ہونا ان ہی حجب یعنی علم باشیاء سے ہے ۱۲

(۲۰۹) شیخ فریدالدین رحمتہ اللہ علیہ کا مکاشفہ ہے کہ میرا سلسلہ مغرب تک پہنچے گا ایک بزرگ نے فرمایا کہ یہ کشف آپ کی نسبت ہے کہ بواسطہ آپ کے فیض چشتیہ اقصائے عالم میں پہنچا۔

(۲۱۰) ایک درویش صاحب سلسلۂ خاندان مولویہ نے بلاد روم سے آکر بیعت کی اور اثنائے تذکرہ میں عرض کیا کہ میں کچھ نہیں ہوں تبسم کر کے (حضرت نے) فرمایا کہ یہ درویش اپنی تعریف کروانا چاہتے ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ میں کچھ نہیں ہوں کیونکہ کچھ نہ ہونا (مدارج) فنا سے ہے۔

(۲۱۱) هو الذی خلقکم فمنکم کافر ومنکم مومن کی تفسیر نزدیک علماء ظاہر مشہور ہے اور علماء باطن کہتے ہیں کہ ہر کوئی مومن و کافر ہے کیونکہ سب میں قومی محمودہ مذموم ہوتے ہیں۔ (حاشیہ) قولہ سب میں قوی محمودہ و مذمومہ ہوتے ہیں۔ اقول ملفوظ (۱۱۹) میں گذر چکا ہے۔

(۲۱۲) ایک شخص نے امن راہ مدینۂ طیبہ کے لئے دعا پوچھی فرمایا لا الہ الخ بقصد نفی بلیات ولایلاف ستر بار اور صلوٰۃ تنجینا پڑھا کرو۔

(۲۱۳) موت مدینہ سے مراد مقام عبدیت ہے۔

ہر کجا دلبر بود خرم نشیں　　فوق گردوں ست نے قصرِ زمیں

ہر کجا یوسف رخے باشد چو ماہ　　جنت است آں گرچہ باشد قعرِ چاہ

مگر جامعیت اس میں ہے کہ مدینہ میں وفات پاوے

(۲۱۴) فرمایا کہ میں نے چھ بار حرفاً حرفاً مثنوی مطالعہ کی ہے۔

(۲۱۵) فرمایا کہ مولوی قلندر صاحب کو ہر روز زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآ[illegible]

وسلم کی ہوتی تھی ایک دن کسی جمال کے لڑکے کو کہ سید تھا طمانچہ مارا اس دن سے زیارت منقطع ہوگئی مدینہ منورہ کے مشائخ سے رجوع کی انہوں نے ایک زن ولیہ مجذوبیہ کا حوالہ فرمایا جب وہ عورت مسجد نبوی میں آئی مولانا نے عرض کیا سنتے ہی جوش میں آئی اور مولانا کا ہاتھ پکڑ کر کہا شف ھذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس (مولانا نے) بیداری میں چشم ظاہر سے زیارت کی اس سے پہلے اُس لڑکے سے خطا بھی معاف کرائی تھی مگر کچھ مفید نہ ہوا تھا۔

(۲۱۶) دعائے مشروع ضرور مستجاب ہے اور غیر مشروع کافروں کے حق میں اکثر مستجاب ہوتی ہے۔

(۲۱۷) لذت دیدار بہت دُور ہے طالب کو لذت نام کافی ہے۔

(۲۱۸) ابراہیم علیہ السلام و اسحٰق علیہ السلام بہت ہی مشابہ تھے واسطے فرق کے دعا فرمائی بال سفید ہونا شروع ہوئے (حاشیہ) قولہ بہت ہی مشابہ تھے اقول مجھ کو اس رویت کا ماخذ معلوم نہیں ۱۲

(۲۱۹) فرمایا کہ تم لوگوں کو میرے ساتھ گمان نیک ہے ظنوا المومنین خیرا امید ہے کہ تمہاری گواہی سے خدا مجھ کو اور تم کو (سب کو) بخشدے

(۲۲۰) فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ وآلہ وسلم مظہر ہو الظاہر ہیں مولوی روم فرماتے ہیں۔

گردو پنداری قبیح آمد نہ خوب۔ شاہ عبدالعزیز فرماتے ہیں۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر حضرت ابوالارواح و مربی ارواح ہیں اگر جملہ انبیاء کی طرف توجہ فرمائیں کیا عجب ہے۔

(حاشیہ) قولہ گردو پنداری قبیح آمد نہ خوب اقول غیریت اصطلاح کی نفی ہے۔ یعنی مظہریت و ظاہریت کا تعلق نہ ہونا اور باوجود اس تعلق کے عام ہونے کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اولیت فی المظہریۃ کا امتیاز حاصل ہے چنانچہ ابوالارواح ہونا

اسی پر متفرع ہے نہ کہ تغائر کی نفی کہ دوسرا مصرعہ مثبت ہے تغائر کا لفظ بعد اس میں نص ہے ۱۲

(۲۲۱) جوانی میں خوف اور پیری میں رجا غالب ہونا چاہیے مولوی مظفر حسین صاحبؒ دعا میں اپنے موئے سفید کو وسیلہ کرتے تھے (حاشیہ) قولہ مولوی مظفر حسین صاحبؒ اقول یہ تفریع ہے غلبۂ رجاء پر ۱۲

(۲۲۲) فرمایا کہ کل ذنب ذنب الاذنب العاشق کل دم دم الادم الشهيد

ملت عاشق ز ملتہا جداست عاشقاں را ملت و مذہب خداست

قال الله تعالی ماعلیک من حسابهم من شیء وما من حسابک علیهم من شیء بیخودی میں بعضے امور ظاہر اخلاف شرع سرزد ہو جاتے ہیں (حاشیہ) قولہ کل ذنب ذنب الاذنب الخ اقول وجہ استثناء بیخودی کا غلبہ ہے جو آگے مذکور ہے کرائی موسیٰ علیہ السلام تحقیق اس کی (ملفوظ ۶۹) کے حاشیہ میں گذری ہے ۱۲

(۲۲۳) ایک درویش کے بارے میں فرمایا کہ اُس کا حال مثل حال وزیر خادع کے ہے کہ مثنوی شریف میں قصہ اُس کا مذکور ہے

(۲۲۴) فرمایا کہ ایک موحد سے لوگوں نے کہا کہ اگر حلوا و غلیظ ایک ہیں تو دونوں کو کھاؤ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کو کھالیا پھر بصورت آدمی ہو کر حلوا کھایا اس کو حفظ مراتب کہتے ہیں جو واجب ہے (حاشیہ) قولہ انہوں نے بشکل خنزیر ہو کر گوہ کھالیا اقول اس معترض کی عبادت کے سبب اس تکلیف و تصرف کی ضرورت پڑی ورنہ جواب ظاہر کہ یہ اتحاد مرتبۂ حقیقت میں ہے نہ کہ احکام و آثار میں ۱۲

(۲۲۵) فرمایا کہ مجھ کو فخر ہے کہ تھانہ بھون میں ایسے ایسے عشاق گذرے ہیں کہ عشق

علی صاحب سے فرمایا تھا (حاشیہ) قولہ مجھ کو فکر ہے کہ تھانہ بھون میں ایسے ایسے عشاق گذرے ہیں (اقول یہ فخر نفس عشق پر ہے نہ کہ اس کے محل کی قید کے ساتھ جیسے ایک بزرگ کی حکایت ہے کہ ایک مصلوب سارق کے پاؤں چومے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس کے استقلال کی تعظیم کرتا ہوں قطع نظر اُس کے مصرف کے ۱۲

(۲۲۶) فرمایا کہ مرض بھی رزق ہے اُس کو نعمت شمار کرنا چاہیے۔

(۲۲۷) مومن خاں (دہلوی) مجھ سے بہت اعتقاد رکھتے تھے میں نے پوچھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مثنوی کی نظم سست ہے جواب دیا کہ کوئی جاہل کہتا ہوگا اساتذہ کے نزدیک مثنوی سند ہے بعد انتقال خاں صاحب کے لوگ حسب وصیت ان کی قبر پر گئے۔ ان کا حال عمدہ پایا۔

(۲۲۸) فرمایا حضرت جنید بغدادی بیٹھے تھے ایک کتا سامنے سے گذر آپ کی نگاہ اس پر پڑ گئی اس قدر صاحب کمال ہو گیا کہ شہر کے کتے اس کے پیچھے دوڑے وہ ایک جگہ بیٹھ گیا سب کتوں نے اس کے گرد حلقہ باندھ کر مراقبہ کیا (حاشیہ) قولہ اس قدر صاحب کمال ہو گیا اقول کمال خاص مراد ہے نہ کمال مطلوب ۱۲

(۲۲۹) جب نسبت روحانی حاصل ہوتی ہے وقت میں وسعت ہوتی ہے لانہ ای الووح من عالم الامور (یہ آپ نے اس وقت فرمایا تھا کہ ایک خادم نے عرض کیا کہ اگر ختم خواجگان باقی ہو میں تمام کروں) اور حضرت قریب بہ فراغ تھے۔

(۲۳۰) اسمائے الٰہیہ غیر متناہی ہیں اور نو دو نہ نام کلی واجمالی ہیں۔

(۲۳۱) اتفاق ہونے کی یہ صورت ہے کہ ہر کوئی دوسرے کو اپنے سے افضل خیال کرے۔

(۲۳۲) الفقر فخری عارف کے واسطے ہے کہ اُس سے لذت حاصل کرتا ہے۔ اور الفقر سواد الوجہ فی الدارین محجوب کے واسطے ہے (حاشیہ) قولہ الفقر فخری

واسطے ہے اقول کیونکہ وہ فقر سے معاصی میں مبتلا ہو جاتے ہیں ۱۲

(۲۳۳) فرمایا کہ لوگ کہتے ہیں کہ خدا انبیاء و محبوبان خود کو بلا میں کیوں ڈالتا ہے یہ نہیں سمجھتے کہ اس میں مشاہدہ جمال و جلال ہے جلال بدن اور جمال روح پر بدن روح کے واسطے بمنزلہ آستین کے ہے اگر پہاڑ ڈالا جائے تو (صلحاء و محبوبان) کچھ پروا نہیں ہوتے۔

(۲۳۴) الخرم سوالظن ای بنفسه لا بغیره.

(۲۳۵) رزق چار قسم کا ہے مضمون و مقسوم و مامن ولبۃ۔ موعود و من تیق اللہ۔ معلوم جائداد و نوکری وغیرہ مبوسط اللہ یبسط الرزق لمن یشاء (حاشیہ) قولہ رزق چار قسم کا ہے اقول ان اقسام میں تغائر اعتباری ہے حقیقی نہیں ذاتا باہم مجتمع بھی ہوتے ہیں ۱۲

(۲۳۶) وابتغوا من فضل الله ای صبحبة عباد الله (حاشیہ) قولہ ای صحبة عباد الله اقول تاویل بلسان الاشارہ ارادبہ ان الرزق المنصر بہ فصل اللہ ہوالرزق المغوی ۱۲

(۲۳۷) معالجہ میں یہ حکمت ہے کہ اسم شافی ظاہر ہوتا ہے اور اگر صحت نہ ہو۔ قدرت ثابت ہوتی ہے۔

(۲۳۸) ابراہیم علیہ السلام جب آگ میں ڈالے گئے مقام عروج میں تھے اسباب پر نظر نہ فرمائی اور جس وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے ذبح پر مامور ہوئے۔ تو مقام نزول میں تھے مجبوراً فرمایا فانظر ماذاتری اور اس وقت اسمٰعیل علیہ السلام مقام عروج میں تھے پس مقام ابراہیم علیہ السلام اکمل ہے۔

(۲۳۹) حدیث ہے انا عند المنکسرة قلوبهم ای الذین افنت دلوبهم الحقیقة قلوبهم الصنوبرية

(حاشیہ قولہ حدیث ہے انا عند المنکسرة الخ اقول المراد الحدیث

السلام کما فی شرح الاحیاء روی ابونعیم فی الحلیة بسنده عن مالک بن دینار قال قال موسی علیه السلام یارب این ابغیک قال عندالمنکسرة قلوبهم ۱۲ قوله ای الذین افنت قلوبهم الحقیقة قلوبهم الصنوبریة اقول حاصله انه هذا الانکسار هو الذی حصل بالکسر و هو من باب الاشارة ۱۲

(۲۴۰) فرمایا کہ حافظ غلام مرتضیٰ صاحب غلبۂ جذب میں لوگوں کو پتھر مارتے تھے اور جب میں حاضر ہوتا تھا شفقت فرماتے تھے اور بشارت دیتے تھے کہ توحید تم پر منکشف ہوگی۔

(۲۴۱) مولوی قلندر صاحب کسی کو یہاں تک کہ بھنگ پینے والے کو بھی محروم نہیں رکھتے تھے بلکہ یہ فرماتے تھے کہ یہ نہ کہو کہ بھنگ پیوں گا ہاں لو اور خرچ کرو فرمایا کہ یہ سخاوت الٰہی ہے اور سخات محمدیؐ حفظ حدود کو کہتے ہیں (حاشیہ) قولہ یہ سخاوت الٰہی ہے۔اقول لانه لایسئل عما یفعل ولم یکلف العبد بهذا بل قدبهی عند فی بعض الاحوال یعنی اس سخاوت کی بعض احوال میں اجازت نہیں خواص حق سے ہے ۱۲

(۲۴۲) العلم حجاب اکبری للبعد لانه یورث الحجب اوالقرب کما للسلاطین اور معنی ثالث بطرز حقائق ہین کہ علم باشیاء حجاب حقیقت ہے۔

(۲۴۳) ۔

پرتو حسنت نہ گنجد در زمیں و آسماں	درحریم سینہ حیرانم کہ چوں جا کردۂ
حُسن خویشا زروئے خوباں آشکارا کردہ	پس بچشم عاشقاں خورد اتماشا کردۂ

(۲۴۴) فرمایا کہ سید صاحب سید صاحب بجائے تعویز کے خداوندا اگر منظور داری حاجتش رابراری لکھتے تھے ایک صاحب نے عرض کیا کہ فقرۂ اولیٰ مصرع ہے دوسرا بھی قدرے تغیر سے مصرع ہوسکتا ہے مثلاً بفضلت حاجت اورابراری۔ فرمایا کہ ہاں بھائی

تم شاعر ہو ہمارے نزدیک تو کمی و بیشی روا نہیں ہے ایک بزرگ نے کسی کو قل ہو اللہ تعلیم کیا اُس نے قل ہو اللہ پڑھا کچھ نہ ہوا فرمایا کہ میری زبان سے پڑھو (جیسا کہ تعلیم کیا ہے) (حاشیہ) قولہ قل ہو اللہ پڑھا کچھ اثر نہ ہوا اقول ظاہراً اثر نہ ہونے کا سبب اس شخص کا اعتراض ہے بطور تنقیص کے اُس بزرگ پر کہ اُن کو قرآن بھی پڑھنا نہیں آتا حالانکہ معذور پر ملامت جائز نہیں اور یہ فرمایا کہ میری زبان سے پڑھو یہ لطیفہ ہے اس کے یہ معنی نہیں کہ باوجود صحیح پڑھ سکنے کے غلط پڑھنا فی نفسہ مطلوب ہے بلکہ غلط پڑھنا بہ نسبت اعتراض و تنقیص کے اہون ہونے کے سبب مطلوب اضافی ہے اس مضمون کو اس عنوان سے بطور لطیفہ کے تعبیر کر دیا ۱۲

(۲۴۵) بوجہ ادب کے تعویذ میں بجائے حروف ہندسہ لکھنا مقرر کیا گیا ہے۔

(۲۴۶) کسی شخص نے خط میں کوئی فرمائش عرض کی تھی فرمایا کہ میں بہت کاہل ہوں لوگ کیوں مجھے کسی کام کو کہتے ہیں (حاشیہ) قولہ لوگ کیوں مجھ سے کسی کام کو کہتے ہیں اقول یعنی ایسی کام کو جو ضروری نہ ہو اور مذاق کے خلاف ہو جیسے اکثر لوگ فضول دنیا کے لئے بزرگوں کو پریشان کیا کرتے ہیں ۱۲

(۲۴۷) فرمایا کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے پوچھا کہ میں نوکری چھوڑ دوں میں نے (حضرت نے) جواب دیا کہ جب ایسی حالت ہو کہ پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے تب چھوڑیو۔

(۲۴۸) نسبت شریعت و طریقت کی مثل وضو و نماز کے ہے (حاشیہ) قولہ نسبت شریعت و طریقت کی اول شریعت کے وہ معنی مراد ہیں جو عرف عام میں ہیں اس میں اور طریقت میں شرط و مشروط کا تعلق ہے ورنہ عرف خاص میں جو اُس کے معنی ہیں وہ تو مجموعہ ہے اصلاح ظاہر و باطن کا اُس میں اور طریقت میں جز و کل کا تعلق ہے ۱۲

(۲۴۹) فرمایا کہ بنائے مدارس دین فقیر نے آغاز کی ہے (حاشیہ) ولہ بنائے مدارس دین فقیر نے آغاز کی ہے اقول جو مدارس دین کہلائے جا سکتے ہیں ان سب

میں اول مدرسہ دیوبند ہے اور باقی اس کے سب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خواص ہیں جن کو حضرتؒ نے متوجہ کیا تھا۱۲

(۲۵۰) تصوف چار علم ہے۔ شیر اخلاق، سلوک، حقائق

(۲۵۱) زمین مظہر چند صفات کی ہے۔ علم، صنع، عدل، امانت، زمین عجیب چیز ہے کہ مظہر جسم محمدؐ ہے۔

(۲۵۲) قضا کا علاج بھی قضا ہے۔ ہم درو گریزم ار گریزم

(۲۵۳) مولوی بحر العلوم صاحب پر توحید ایسی غالب ہوگئی تھی کہ مدارس میں بجائے قرآن کے مثنوی شروع کردی تھی۔

(۲۵۴) یوسف ہمدانی نے خواب میں مولانا روم سے اجازت وظیفہ مثنوی شریف حاصل کی تھی۔

(۲۵۵) مواخذہ انا پر ہے اس کو محو کرے اور مطلق ہو جاوے مواخذہ جاتا ہے۔ یہ محو ہستی جبر محمود ہے اور دعوی محض جبر مذموم تو بھی اگر کوئی قصور ہو جائے اپنی طرف نسبت کرے یہ ادب ہے کا دم علیہ السلام۔

(۲۵۶) مثال شیخ مثال طوطی و آئینہ کے ہے کہ وجود مطلق لباس مجانس میں فیض دیتا ہے (حاشیہ) قولہ لباس مجانس میں فیض دیتا ہے اقول یعنی اس مثال میں معلم انسان ہوتا ہے لیکن طوطی کی رعایت ہے آئینہ اُس کے سامنے رکھ دیتا ہے جس میں اُس کا مجانس نظر آتا ہے انسان جو کچھ بتلاتا ہے وہ طوطی اپنے مجانس کو ناطق سمجھ کر سیکھ لیتی ہے اس طرح فیاض حقیقی حضرت حق ہے مگر درمیان میں واسطہ مستفیض کے مجانس کو بنادیا وہ شیخ ہے اور لباس سے مراد مظہر۱۲!

(۲۵۷) معمول مشائخ کا ہے کہ بعد نماز کے تین بار نفی و اثبات کرتے ہیں۔ **فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکر واللہ** (حاشیہ) **فاذا قضیتم الصلوٰۃ فاذکر واللہ.** اول یعنی اگر عقیدہ فاسد نہ التزم وغیرہ کا تو یہ اس آیت کے تحت میں آسکتا ہے۱۲

(۲۵۸) توجہ امراء بدرویش اس کی دلیل ہے کہ اس درویش میں رگ دنیا باقی ہے۔
الجنس یمیل الی الجنس.
(۲۵۹) ایک عالم کا فتوی کہ قبول حج بدل میں عذر پیش کرتے تھے نقل کیا کہ شاید سلطان پر حج فرض بھی نہ ہو (حاشیہ) قولہ شاید سلطان پر حج فرض بھی نہ ہو اقول کیونکہ وہ اموال میں ملک ہے مالک نہیں فقہاء نے بھی اس سے تعرض کیا ہے ۱۲
(۲۶۰) واخاف ان یاکلہ الذئب ای الحسد (حاشیہ) قولہ داخان ان یاکلہ الذئب ای الحسد اقول ھذا بلسان الاشارۃ و کان ھذا واقعاً لم یاکلہ الذئب السبع ۱۲
(۲۶۱) اول مدارج وحدت اخوۃ ہے پھر کنفس واحدۃ (حاشیہ) قولہ اول مدارج وحدت اخوۃ ہے اقول جس میں تغائر غالب ہے ۱۲
(۲۶۲) صوفیہ کے نزدیک متشابہات ظاہری المعنی ہیں (حاشیہ) قولہ متشابہات ظاہری المعنی ہیں اقول یعنی بعض ۱۲
(۲۶۳) سبقت رحمتی علی غضبی سبق زمانی بھی ثابت ہے کہ اولاً اسمائے جمالیہ ظاہر ہوتے ہیں عالم عدم سے باہر آتے ہیں جب املاک نزدیک ہوتا ہے اسمائے جلالیہ قہر وغیرہ ظاہر ہوتے ہیں اس میں زمان قریب ہے لہذا عارف شکوہ نہیں کرتا (حاشیہ قولہ اس میں زمان ریب ہے۔ اقول شبہ ہوتا ہے کہ ناسخ سے کچھ تغیر ہو گیا ہے آ کر یہی عبارت ہے تو یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ سبقت میں ماضی کا زمانہ عارف کو قریب نظر آتا ہے جس میں وہ بلاء میں بھی آثار رحمت کو مشاہدہ کرتا ہے اس لئے شکوہ نہیں کرتا واللہ اعلم۔
(۲۶۴) دعا میں درود مثل صندوق کے ہے۔
(۲۶۵) اپنے شیخ کے حق میں ایسا اعتقاد رکھنا چاہیے کہ اس سے بہتر میری کوشش سے نہ ہاتھ آوے گا۔

(۲۶۶) کشف میں خطرات کی تمیز بہت دشوار ہے۔

(۲۶۷) قادیانی اگر راہ پر بھی ہوتا ہم بوجہ اپنے علم کے انکار پر معذر رہیں (حاشیہ) قولہ قادیانی اگر راہ پر بھی ہوا قول نہایت بلیغ اصلاح ہے جس سے وسوسہ کی جڑ ہی قطع ہوتی ہے یعنی اگر کسی کو وہم ہو کہ شاید وہ حق پر تو ہم انکار میں گنہگاروں کے جواب میں تقریر ظاہر ہے تو یہ اگر بسبب احتمال نہیں بلکہ بطریق فرض محال ہے ۱۲

(۲۶۸) ایک شخص نے دہلی میں فقراء کو جمع کر کے دیر تک بٹھا رکھا دیر کے بعد دو دو پیسے سب کو دیئے مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مرد آدمی اگر یہی منظور تھا تو اتنا ہرج کیوں کیا اور جو چشتی (فقراء) تشریف فرما تھے بدیں وجہ کہ اُن کا شعار پستی ہے لفظ بھی نہ بولے بلکہ خاموش رہے۔

(۲۶۹) کسی نے مرزا صاحب سے عرض کیا کہ میر درد سماع سنتے ہیں فرمایا کہ کوئی آنکھ رس ہوتا ہے اور کوئی کان رس کیونکہ مرزا صاحب بغایت جمال پسند تھے حتیٰ کہ اگر کوئی چیز بے موقع دیکھتے تھے تو کلدر ہوتے تھے۔ (حاشیہ) قولہ کوئی آنکھ رس ہوتا ہے اقول یعنی میں آنکھوں کا بیمار ہوں مجھے کانوں کے بیمار کی شکایت کرتے ہو اور دونوں بزرگوں کی صورت پسندی وصوت پسندی۔ (از راہ نفس نہ تھی ۱۲)

(۲۷۰) اھدنا اور (دنیا کا لاتزغ قلوبنا کا وہ ہمیشہ رکھنا چاہیے۔ فقط

مقالات شریفہ حصہ سوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۲۷۱) فقیر (مولانا احمد حسن صاحب راوی ملفوظات) خدمت میں حاضر تھا ایک شخص پانی دم کروانے کو لایا حضرت نے بعد دم کرنے کے فرمایا کہ مجھ کو تعویذ گنڈہ کچھ نہیں آتا اکثر مشائخ کے تعویذ و گنڈے خوب چلتے ہیں (بعض کا نام بھی لیا وہ حضرت کے متوسلین نہ معتقدین میں ہیں) بعض مشائخ نے مجھ کو عایت کرنا چاہا میں نے انکار

کر دیا ایک مرتبہ میں اپنے شہر میں اپنے رفقاء کے ساتھ صحن مسجد میں بیٹھا تھا ایک شخص اجنبی چہرہ چھپائے ہوئے آئے اور مسجد میں سلام کر کے چلے گئے کھانے کے وقت میں نے ان کو بلا بھیجا انہوں نے اپنا کھانا مسجد میں طلب کیا وہیں بھیج دیا گیا دو تین دن یہی دستور رہا تیسرے دن میں سہ دری میں (کہ متصل مسجد کے میں نے بنوائی تھی) بعد نماز عشا کے قبل سونے کے مثنوی شریف (مولانا روم) دیکھ رہا تھا اور سہ دری میں پردہ پڑا تھا ان صاحب نے آ کر آہستہ سے پردہ اٹھایا میں نے پوچھا کون ہے کیا شاہ جیویں بولے اگر اجازت ہو تو کچھ شمع کے سامنے لکھ لوں میں نے کہا آیئے اندر آ کر انہوں نے قلم دوات نکالی زعفران کی روشنائی اور انار کی لکڑی کے قلم سے کوئی نقش لکھ کر فرمایا کہ یہ نقش اگر روز لکھا جاوے تو ہر روز پانچ روپیہ فتوح ہوتا ہے اور اگر کبھی کبھی لکھا جاوے تو بھی ایسا ہی روپیہ آتا ہے غرضکہ ہر بار لکھنے میں پانچ روپیہ ملتے ہیں میں نے جواب دیا کیا شک ہے بزرگوں کے پاس ایسے ایسے عمل ہوتے ہیں ان کی یہ غرض تھی کہ فقیر (حضرت صاحب) استدعا کرے اور میں مضامین مثنوی شریف میں غرق تھا کچھ التفات نہیں کیا انہوں نے پھر کہا کہ اس میں کچھ وقت و مشقت بھی نہیں صرف نقش کو زعفران کی روشنائی اور انار کے قلم سے لکھ کر فلاں دعا پڑھ کر چھوڑ دیا جاتا ہے جب پانچ روپیہ لینا ہو ایسا کرے میں نے پھر بھی کچھ خیال نہ کیا آخر الامر انہوں نے کھل کر کہا کہ آپ کے لنگر خانہ میں ایسا عمل ہونا ضروری ہے اکثر مہمان آتے ہیں یہ عمل باعث اطمینان ہے فقیر نے کہا کہ جو کچھ آپ کے سینہ میں ہے وہ عنایت فرمایئے تو البتہ ورنہ ایسے عملوں کی مجھے ضرورت نہیں ہے ابھی میرا اعتماد اس رازق حقیقی پر ہے کہ جو میرے رزق کا ذمہ دار ہے اور پھر میرا اعتماد اس عمل پر ہو جائے گا۔ مجھ کو غیر پر اعتماد کی ضرورت نہیں کیونکہ اسی لیے میں نے اپنی جائداد وغیرہ ترک کر دی مسجد میں قیام اختیار کیا ہے ان بزرگ نے میری ہمت کی تحسین کر کے دعا دی اور فرمایا کہ ایسا شخص محروم نہیں رہتا۔

(۲۷۲) مولوی عبدالرحمٰن صاحب جلال آبادی کا قصہ بیان کیا کہ جمال شاہ مجذوب جلال آباد میں مقیم تھے مولوی عبدالرحمٰن صاحب باوجود فضل و کمالی چندے اُن کی صحبت میں بیٹھے کچھ حالت جذب کی سی ہوگئی پھر تو مولوی صاحب ہر وقت مجذوب جمال شاہ کی خدمت میں رہنے لگے بایں ہیبت کذائی کہ کوئلوں کا تھیلا گلے میں اور ناریل ہاتھ میں ان کے پیچھے پیچھے پھرتے تھے جب مجذوب صاحب کو حقہ کی ضرورت ہوتی آپ (مولوی عبدالرحمٰن) ناریل تیار کر کے سامنے رکھ دیتے تھے جب مولوی صاحب کا انتقال ہوگیا (وہی) مجذوب صاحب آ کر کہنے لگے کہ مولوی صاحب ہمارا بوجھ نہ اٹھا سکے دفعتہً بوجھ اٹھا لیا اگر تدریجاً اٹھاتے تو سنبھال لیتے فرمایا کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب ایک دفعہ میرے پاس آئے سطر رکھا تھا اٹھا کر ایک نقش اس کی پشت پر لکھ کر مجھے فرمایا کہ یہ نقش پندرہ دفعہ زمین پر لکھ کر مٹا دیا جاوے پھر لکھا جاوے میں نے کچھ توجہ نہیں کی اتفاقاً ایک مرتبہ اٹھ روز کا فاقہ ہوگیا میں نے اس نقش کو جیسا انہوں نے کہا تھا لکھا (اگرچہ انہوں نے کچھ تاثیر نہ بیان کی تھی مگر میں نے احتمال سے اس کو استعمال کیا) بہت فتوح ہوئی معلوم ہوا کہ نقش فتوح کا تھا میں نے دو چار مرتبہ لکھ کر پھر ترک کر دیا اور باوجود فقر و فاقہ کبھی استعمال میں نہیں لایا۔ چنانچہ ۱۲۹۹ھ میں جب میں (مولانا احمد حسن) حضور میں حضرت کے حاضر ہوا تھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ جب اول اول مکہ مکرمہ آیا فقر و فاقہ کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ نو روز تک بجز زمزم شریف کے کچھ نہ ملا تین چار دن کے بعد بعض احباب سے قرض مانگا انہوں نے باوجود وسعت انکار کیا مجھے معلوم ہوا کہ یہ امتحان ہے پس عہد کر لیا کہ اب قرض بھی نہ لوں گا اور ضعف سے یہ حالت تھی کہ نشست و برخاست دشوار تھی آ کر نویں دن حضرت خواجہ اجمیری عالم واقعہ تشریف لائے اور فرمایا کہ اے امداد اللہ تم کو بہت تکالیف اٹھانے پڑے اب تیری ہاتھوں پر لاکھوں روپیہ کا خرچ مقرر کیا جاتا ہے میں نے انکار کیا کہ یہ امانت بہت سخت ہے ارشاد ہوا کہ اچھا تمہاری مرضی مگر اب مایحتاج خرچ

تمہیں ملا کریگا تب سے بلا منت دیگرے مصارف روزمرہ چلتے ہیں۔

(۲۷۳) احقر (راوی) نے عرض کیا کہ کبھی کوئی کیمیا گر بھی آپ کو ملا ہے ارشاد فرمایا کہ ہاں ملا بھی اور کیمیا بھی دینا چاہی مگر میں نے منظور نہیں کیا۔ چنانچہ جب میں مدینہ منورہ گیا اور کچھ روز قیام ہوا ایک بزرگ مغربی کونے میں حرم کے بیٹھا کرتے تھے اُن سے بھی ملتا تھا ایک دن فرمانے لگے کہ ہند میں ایک بوٹی سے اس سے کیمیا خوب بنتی ہے بلکہ اسی وجہ سے مغربی لوگ اہل ہند کو کیمیا گر جانتے ہیں تم اس کے اہل ہو چاہو تو سیکھ لو میں نے عرض کیا کہ حضرت میں مدینہ منورہ سے دنیا لیکر جانا نہیں چاہتا اگر کچھ باطن سے عنایت فرمایئے ہے قسمت یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور دعا دی۔

(۲۷۴) فرمایا کہ ایک مرتبہ میں اور حافظ ضامن صاحب تھانہ سے رامپور یا نانوتہ جا رہے تھے جب جلال آباد پہنچے خیال آیا کہ اگر شاہ جمال صاحب مجذوب سے ملاقات ہو جائے تو بہت اچھا ہو اسی وقت (مجذوب صاحب) ایک گلی سے نکل کر ہنستے ہوئے سامنے آ گئے۔

(۲۷۵) فرمایا کہ ایک دفعہ میرے حوائی قلب میں بشدت درد تھا اس حالت میں بعض اوقات مجھے قہقہہ شروع ہو جاتا تھا اگرچہ شدت قہقہہ سے درد زیادہ ہو جاتا تھا مگر میں مجبور تھا۔ روک نہ سکتا تھا۔

(۲۷۶) فرمایا کہ حضرت داود طائی کی ہمشیرہ کو ایک دفعہ چلنے میں ٹھوکر لگی جس سے ناخن الگ ہو گیا ان کو قہقہہ شروع ہوا رفقاء نے سوال کیا کہ یہ وقت رونے کا ہے نہ ہنسنے کا جواب دیا کہ مجھے اس کی پاداش نظر آ گئی اس کے روبرو یہ درد کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

(۲۷۷) فرمایا کہ جبریل امین نے حضرت ایوب علیہ السلام سے بعد صحت دریافت کیا کہ مرض میں آپ کا کیا حال تھا۔ اور اب کیا ہے فرمایا کہ جو مزہ بیماری میں تھا۔ وہ تندرستی میں نہیں ہے بیماری میں ہر صبح کو حضرت حق سے آواز آتی تھی کہ اے ایوبؑ کیسے ہو اس نے نشہ میں شام تک مست رہتا تھا۔ اور شام کو بھی ایک آواز ایسی ہی آتی

تھی کہ صبح تک مستی رہتی تھی بعد صحت کے یہ آواز کبھی نہیں آئی۔

(۲۷۸) فرمایا کہ جو مزہ میں نے فقر و فاقہ میں دیکھا اور اس میں میرے مراتب کی ترقی ہوئی اور انبیاء علیہم السلام و ملائک مقربین کی زیارت ہوئی اور انوار و تجلیات مجھ پر نازل ہوئے وہ امور پھر فراغت میں میسر نہ ہوئے فرمایا فقر و فاقہ بڑی نعمت ہے حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں الفقر فخری (حاشیہ قولہ الفقر فخری اقول روایت بالمعنی کیا عتبار سے حدیث فرمادیا گیا۱۲

(۲۷۹) فرمایا کہ میرے حضرت یعنی میاں جیو صاحب باوجود اخفائے احوال کے ایسا تصرف قوی رکھتے تھے کہ جس سے عقل حیران ہو جاتی تھی۔ حافظ محمود صاحب داماد مولانا مولوی مملوک علی صاحب ایک مرتبہ حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں بعد بیعت کے حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ مجھے تصور شیخ کی اجازت دیجئے تاکہ تصور شیخ کیا کروں حضرت نے فرمایا کہ جب محبت و عقیدت غلبہ کرتی ہے تب تصور شیخ کون کرتا ہے غلبہ محبت سے تصور شیخ خود بخود بڑھ جاتا ہے حضرت کے اس فرمانے سے ایسا تصور شیخ ان پر غالب ہوا کہ ہر جگہ صورت شیخ کی نظر آتی تھی چلتے چلتے حیران ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے کہ صورت شیخ کی سامنے کھڑی ہے جہاں قدم رکھتے ہیں وہاں بھی صورت شیخ موجود ہے نماز میں سجدہ کی جگہ صورت شیخ دیکھ کر نماز کی نیت توڑ دیتے تھے۔ حضرت سے عرض کیا کہ اب تو نماز پڑھنی مشکل ہو گئی ہے کس کی نماز پڑھیں حضرت کی ادنیٰ توجہ سے جیسے یہ حالت پیدا ہوئی تھی جاتی رہی اور دوسری حالت ہو گئی۔

(۲۸۰) اسی ضمن میں اپنے دادا پیر کا بیان فرمایا کہ ایک ڈوم آپ سے مشرف بہ بیعت ہوا اس نے عرض کیا کہ مجھ کو کوئی وظیفہ بتلایئے حضرت نے کسی امر شنیع سے منع نہیں کیا صرف یہ فرمایا کہ جب اذان کی آواز سنو اسی وقت نماز میں شامل ہو جاؤ

بجانے سے کیوں نہ منع فرمایا جواب دیا کہ میرے دل میں القا کیا گیا کہ ان الصلوٰۃ تنھی عن الفحشاء والمنکر اس ڈوم نے حضرت کے حکم کو اپنے اوپر واجب کر لیا اور بغور سننے اذان کے مسجد میں چلا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ جب گانے بجانے کا وقت ہوتا تھا تو کسی سے کہہ دیتا تھا کہ اذان ہو تو مجھے بتا دینا ایسا نہ ہو کہ شور وغل میں اذان نہ سنوں اور حضرت کے حکم کی تعمیل نہ ہو سکے تھوڑے دنوں میں وہ ڈوم سب باتیں ترک کر کے حضرت کی خدمت میں آ بیٹھا۔

(۲۸۱) فرمایا کہ ایک دفعہ میرے حضرت بعد نماز جمعہ کوئی وصیت کرنے لگے جس سے لوہاری والے بہت مغموم ہوئے اور عرض کیا کہ ہم تو جانتے تھے کہ ہمارے گھر میں دولت رکھی ہے جب چاہیں گے مستفید ہوں گے آپ کی باتوں سے ہمارا دل پاش پاش ہوا جاتا ہے۔ ارشاد ہوا گھبراؤ نہیں میرے بہت سے یار تمہارے پاس موجود ہیں۔ ان کو میرا قائم مقام سمجھو خصوصاً حافظ ضامن صاحب کو حضرت پیر و مرشد نے مجمع عام میں تو بالتصریح خلیفہ بنایا اور ضمناً ہم لوگوں کو بھی مجاز کیا۔ البتہ خاص لوگوں سے بالتصریح یہی فرمایا کہ ہم نے فلاں فلاں کو اجازت عام دی ہے۔ بعد اس کے حضرت بیمار ہوئے فرمایا کہ مجھے میرے وطن جھنجانہ لے چلو۔ جب چلتے وقت آپ تھانہ بھون تشریف لائے اور مسجد کے پاس میانہ رکھوا دیا۔ میں بھی حاضر خدمت شریف ہوا حضرت نے فرمایا کہ تم مجرد تھے اور حافظ ضامن و مولوی شیخ محمد صاحب عیالدار میرا ارادہ تھا کہ تم سے مجاہدہ و ریاضت لوں گا مشیت باری سے چارہ نہیں ہے عمر نے وفا نہ کی جب حضرت نے یہ کلمہ فرمایا میں پٹی و میانہ کی پکڑ کر رونے لگا۔ حضرت نے تشفی دی اور فرمایا کہ فقیر مرتا نہیں ہے۔ صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں میری ذات سے ہوتا تھا۔ فرمایا حضرت صاحب نے کہ میں نے حضرت کی قبر مقدس سے وہی فائدہ اٹھایا۔ جو

(۲۸۲) بیان فرمایا کہ میرے بڑے بھائی شیخ ذوالفقار علی صاحب جب ملک پنجاب سے واپس آئے اور مجھ کو اوراد کا شائق پایا۔ فرمانے لگے کہ مجھ کو ایک فقیر نے ایک عمل بتلایا ہے تم سیکھ لو میں نے اس کو ان سے لے لیا۔ ایک مرتبہ میرا دہلی جانا ہوا۔ وہاں عبداللہ مسند نشین درگاہ حضرت صابر بخش نے تقریب عرس میں مجھ کو بلوایا اور کسی اپنے مرید کا ہاتھی سواری کو بھیجا جب میں ان کے مکان پر پہنچا تو دیکھا کہ لوگ بڑی شان و شوکت سے جمع ہیں میں فقیرانہ حالت سے گیا تھا۔ مجھ کو دیکھتے ہی تمام لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور دست بوسی کر کے مسند صدر پر بٹھایا مجھ کو بڑا تعجب تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے جب رات کو وظیفہ پڑھنے لگا۔ تب خیال ہوا کہ یہ سب اسی وظیفہ کا اثر ہے خواب میں حضرت پیر و مرشد نے فرمایا کہ اس اعزاز سے کیا حاصل مجھے معلوم ہوا کہ آپ اس عمل سے ناراض ہیں اسی وقت ترک کر دیا پھر نہیں پڑھا۔ (حاشیہ) قولہ تقریب عرس میں مجھ کو بلوایا۔ اقول ممکن ہے کہ منکرات سے خالی ہو۔ پس اس سے استدلال نہ کیا جاوے ۱۲

(۲۸۳) فرمایا کہ میرے دادا پیر حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب و شیخ محمد جان صاحب ولایت سے خدا کی طلب میں ہندوستان تشریف لائے اور رحم علی شاہ سے خاندان قادریہ میں بیعت کی۔ بعد ان کے انتقال کے پھر طلب کا تقاضا ہوا پھرتے پھرتے امروہہ پہنچے وہاں حضرت شاہ عبدالباری کی شہرت تھی۔ ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چند دن بعد شاہ عبدالباری صاحب کو مطالعہ مثنوی شریف کی کیفیت ہوئی۔ خدام سے کہا کہ محمد جان سے کہدو کہ تمہارا حصہ شاہ غلام علی صاحب دہلوی کے یہاں ہے اور شاہ عبدالرحیم صاحب کو میرے پاس بلا لاؤ۔ جب شاہ عبدالرحیم صاحب حاضر ہوئے حضرت نے ان پر اسی کیفیت میں نظر ڈالی۔ پہلے تو شاہ صاحب کو حالت گریہ طاری ہوئی بعدہ قہقہہ شروع ہوا مگر دوسری حالت شاہ عبدالرحیم صاحب کا مقصد دلی

خلائق تھے وقت زیارت حرمین سنا ہے۔

(۲۸۴) فرمایا کہ مومن خاں صاحب دہلوی فرماتے تھے کہ ایک بار چند حضرات شاہ عبدالعزیز صاحب سے حدیث شریف پڑھ رہے تھے شاہ صاحب نے تذکرہ اکابر دین کا کیا ہم لوگوں نے عرض کیا کہ اب بھی کوئی ایسا ہے شاہ صاحب نے فرمایا کہ پرسوں ہمارے پاس فلاں حلیہ کا ایک شخص مسئلہ دریافت کرنے آوے گا۔ وہ مرد کامل ہے اور سمت و وقت بھی معین کر دیا ہم لوگ روز موعود میں زینت المساجد میں کہ کنارے جمنا کے واقعہ ہے ان کے اشتیاق میں بیٹھے تھے۔ وقت مقررہ پر دریا کے کنارہ سے اسی حلیہ کے ایک بزرگ صاحب نمودار ہوئے ہم لوگ دوڑے اور زیارت سے مشرف ہوئے وہ شاہ عبدالرحیم صاحب تھے۔ مومن خاں صاحب اس واقعہ کی وجہ سے بہت محبت کرتے تھے۔

(۲۸۵) فرمایا کہ حمزہ علی خاں رئیس لوہاری حضرت عبدالرحیم صاحب کے مرید تھے ان پر ایسا رعب غالب تھا کہ حضرت کو دیکھ نہ سکتے تھے دیکھتے ہی حالت طاری ہو جاتی تھی۔ بلکہ اگر وہ مکان میں ہوتے اور حضرت اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر تشریف لاتے تو وہ گھوڑے کی ٹاپ سن کر بے ہوش ہو جاتے تھے۔ یہ ثمرہ محبت کا ہے۔

(۲۸۶) فرمایا کہ مفتی الٰہی بخش صاحب حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے۔ طلبا ان کے گرد بیٹھے تھے اور خود تخت یا پلنگ پر لیٹے تھے اسی حالت میں حدیث شریف کا سبق ہو رہا تھا۔ حضرت دادا پیر صاحب سبق سننے کے لیے اس حلقہ میں تشریف لے گئے۔ مفتی صاحب گھبرا کر بیٹھ گئے۔ اور ادھر ادھر دیکھنے لگے جب حضرت کو دیکھا تو فرمانے لگے کہ شاہ صاحب تشریف رکھتے ہیں یہ انوار و برکات آپ کی تشریف آوری کے باعث پیدا ہوئے ہیں۔ (حاشیہ) قولہ اور خود تخت یا پلنگ پر لیٹے تھے۔ اقول ممکن ہے کہ کتابیں اونچی رہتی ہوں ہاتھوں میں یا کسی تپائی وغیرہ پر ۱۲

(۲۸۷) [illegible]

سے مجھ سے اور میانجیو نور محمد صاحب سے ملاقات ہے اس چالیس سال میں کبھی آپ کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔ الاستقامة فوق الکرامة آپ کا استقامت اعلیٰ درجہ کی ہے۔

(۲۸۸) فرمایا کہ میں نے ایک بار حضرت پیر و مرشد کی شان میں ایک مخمس کہا چونکہ مجھ میں تاب سنانے کی نہ تھی۔ کسی اور کی معرفت حضرت کو سنوایا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا اور رسول کی صفت وثنا بیان کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے غیر خدا و رسول کی مدح نہیں کی تیسرے روز حضرت نے فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم صاحب نے تم کو سرخ رنگ کا جوڑا عنایت کیا ہے گویا وہ خلعت صلہ اس مخمس کا تھا۔ فرمایا کہ کپڑے رنگین سرخ کنایہ دو امر کا ہوتے ہیں ایک مرتبہ محبوبیت دوم شہادت محبوبیت کا مرتبہ تو بڑے لوگوں کو ملتا ہے ہم کیسے اس کے مستحق ہو سکتے ہیں۔ البتہ مرتبۂ شہادت عطا ہو تو بعید نہیں (یہ محض آپ کا انکسار ہے۔ ورنہ رتبۂ محبوبیت میں کیا کلام ہے تمام مخلوق عوام وخواص کا آپ کو نظر محبت دیکھنا اس کی دلیل ہے جیسا کہ صحاح ستہ میں حدیث وارد ہے کہ جب خدا کسی کو اپنا محبوب بناتا ہے جبرائیل امین سے کہتا ہے کہ ہم نے فلاں شخص کو اپنا محبوب بنایا ہے تم اس کو اپنا محبوب سمجھو اور آسمان و زمین میں اس کی محبوبیت کی منادی کر دو۔ پھر تمام مخلوق اس سے بنظر محبت پیش آتی ہے) اس مخمس کے چند اشعار یہ ہیں۔

تم ہوائے نور محمد خاص محبوب خدا
ہند میں ہو نائب حضرت محمد مصطفیٰ
تم مددگار مدد امداد کو پھر خوف کیا
عشق کی پرسن کے باتیں کانپتے ہیں دست و پا
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا
جام الفت سے ترے میں ہی نہیں اک جرعہ نوش

سینکڑوں در پر ترے مدہوش ہیں اے میفروش
دل میں ہے ان کے بھرا اک بادۂ وحدت کا جوش
پر یہی کہہ اٹھے ہیں جب ہے آیا ان کو ہوش
اے شہ نور محمد وقت ہے امداد کا
آسرا دنیا میں ہے از بس تمہاری ذات کا
تم سواروں سے ہرگز نہیں ہے التجا
بلکہ دن محشر کے بھی جس وقت قاضی ہو خدا
آپ کا دامن پکڑ کر یہ کہوں گا برملا
اے شہ نور محمدؐ وقت ہے امداد کا

(حاشیہ) قولہ غیر خدا اور سول کی مدح نہیں کی اقول یعنی جب منشاء اس مدح کا آپ کا تعلق خدا اور رسول کے ساتھ ہے تو آپ کی مدح خدا اور سول ہی کی مدح ہے ۱۲

(۲۸۹) فرمایا کہ حضرت شیر خاں صاحب جب حالت نوکری میں وقت شب ذکر نفی واثبات کرتے تھے تو ان کے منہ سے ظلمت و نور دونوں نکلتے تھے۔ مدت تک کسی کو معلوم نہ ہوا۔ ایک دفعہ وہ مسجد میں ذکر کر رہے تھے ایک شخص کا ادھر گزر ہوا اس نے دیکھا کہ مسجد میں کبھی اندھیرا ہو جاتا ہے اور کبھی روشنی ہو جاتی ہے متحیر ہو کر سبب دریافت کرنے کو مسجد کے اندر آیا۔ آپ کو دیکھا کہ ذکر میں مصروف ہیں جب لا الہ کہتے ہیں منہ سے ایک تاریکی نکلتی ہے اور جب الا اللہ کہتے ہیں روشنی نمودار ہوتی ہے بعدہ اور کئی آدمیوں نے دیکھا اور اس کا چرچا ہونے لگا جب شیر خاں صاحب کو اطلاع ہوئی چونکہ آپ کو یہ تو پیر و مرشد کے اظہار کمال سے تنفر تھا گھبرا کر نوکری چھوڑ دی۔ حضرت پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت کی حیات ہی میں انتقال فرمایا۔ (حاشیہ) قولہ منہ سے ایک تاریکی نکلتی ہے اقول یہ صورۃ مثالیہ تھی نفی کی اور

اہل سنت و جماعت کے لئے وہابی دیوبندی حوالہ جات

نہ لازم ہے نہ کمال ۱۲

(۲۹۰) میں (راوی ملفوظات) حضرت کی خدمت میں غذائے روح کا وہ سبق و حضرت شاہ نور محمد صاحب کی شان میں ہے سنا رہا تھا جب اثر مزار شریف کا بیان آیا آپ نے فرمایا کہ میرے حضرت کا ایک جولاہا مرید تھا۔ بعد انتقال حضرت کے مزار شریف پر عرض کیا کہ حضرت میں بہت پریشان اور روٹیوں کو محتاج ہوں کچھ دستگیری فرمایئے۔ حکم ہوا کہ تم کو ہمارے مزار سے دو آنے یا آدھ آنہ روز ملا کرے گا۔ ایک مرتبہ میں زیارت مزار کو گیا وہ شخص بھی حاضر تھا اس نے کل کیفیت بیان کر کے کہا کہ مجھے ہر روز وظیفہ مقرر یہیں قبر سے ملا کرتا ہے (حاشیہ) قولہ وظیفہ مقررہ۔ اقوال یہ منجملہ کرامات کے ہے ۱۲

(۲۹۱) فرمایا کہ جہاں میرے حضرت پیر و مرشد کا مزار ہے وہاں ایک احاطہ امام سید محمود صاحب کا مشہور ہے اور اس احاطہ میں کسی نئی قبر کا حکم نہ تھا۔ آپ وہاں اکثر آیا کرتے اور دیر تک مشغول رہتے تھے۔ انتقال کے وقت وصیت فرمائی کہ اگر ممکن ہو مجھے اسی جگہ جہاں میں اکثر جاتا ہوں۔ دفن کرنا وہاں سے مجھے بوئے انس آتی ہے الحاصل وہاں کے مجاوروں کو کچھ دے کر آپ کا مزار وہاں بنایا گیا۔ لیکن مجاوروں میں باہم تکرار ہوئی کہ نئی قبر کس نے بنوائی اور سرباز اور نزاع ہوئی اسی حالت تکرار میں ایک آدمی کو کچھ غنودگی سی طاری ہوئی دیکھا کہ حضرت پیر و مرشد و سید محمود صاحب فصیل احاطہ پر کھڑے ہیں اور حضرت اپنا ہاتھ سید صاحب کے ہاتھ سے چھڑاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تمہارے بعض مجاور ناراض ہیں اب ہم یہاں نہ رہیں گے لیکن سید محمود صاحب نہیں چھوڑتے اور فرماتے ہیں کہ ہم کو ایک ہی تو یار غار ملا ہے ہم کیسے چھوڑیں گے اور منکر کو بہت لعن کیا۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوا تمام واقعہ بیان کیا اور اپنے انکار سے باز آیا اور یہ کیفیت عام طور سے مشہور ہوگئی۔ اور جنہوں نے بابت دفن کے

(۲۹۲) فرمایا کہ مزار مقدس آپ کا خادم ہے البتہ حلقہ پختہ ہے۔ لوگوں نے چاہا کہ ایک ہاتھ سے اونچا کر دیں۔ آپ نے کسی کو خواب میں اشارہ کیا کہ خلاف سنت نہ کرو۔ ایک ہی ہاتھ اونچا رہنے دو۔

(۲۹۳) فرمایا کہ حضرت پیرومرشد کے کوئی قریب حج کو تشریف لائے مجھ سے دریافت کیا کہ اجازت ہو تو قبر مبارک از سر نو درست کر دیجائے میں نے کہا کیا مضائقہ ہے بعض فقہاء جائز لکھتے ہیں۔ پھر حضرت نے فرمایا کہ میں کیسے منع کر دیتا۔ جس مزار سراپا انوار سے میں نے فیض حاصل کیا ہو میرے نزدیک اس کی درستی و اصلاح تو فرض ہے (حاشیہ) قولہ میرے نزدیک اس کی درستی واصلاح تو فرض ہے اقول مجاز ہے اور درستی سے پختگی لازم نہیں قطبین بھی کافی ہے۔ آگے عوام کا فعل ہے جس کی اجازت ثابت نہیں ۱۲

(۲۹۴) فرمایا کہ امروہہ میں ایک ہندو تھا وہ حضرت عبدالباریؒ سے کمال اعتقاد رکھتا تھا۔ اس نے آپ سے عرض کیا کہ میرے کوئی اولاد نہیں ہے تعویذ دیجئے۔ حضرت نے تعویذ دے کر فرمایا کہ ابھی تو اپنی بیوی کے بازو پر باندھ دو اور بعد تولد فرزند اس کے بازو پر باندھ دینا۔ تعویذ کی برکت سے اس کے لڑکا پیدا ہوا۔ جب وہ سن تمیز کو پہنچا باغوائے بعض ہنود اس تعویذ کو کھول ڈالا اس میں اڑری بھنیری ساون آیا لکھا تھا کہ پڑھ کر اس نے تعویذ پھینک دیا۔ تعویذ پھینک کر وہ نہانے کو گیا دریا میں ڈوب کر مر گیا (حاشیہ) قولہ اڑری بھنیری ساون آیا اقول اس میں خلاف شرع تو کوئی بات ہے نہیں رہ گئی مناسبت مضمون کی سو یہ بھی کوئی ضروری بات نہیں مقصود تسلی ہوتی ہے حاجت مند کی سو وہ بدوں مناسبت بھی حاصل ہو ۱۲

(۲۹۵) اس امر کا تذکرہ تھا کہ عارف جنتی دوزخی کو اسی عالم میں جان لیتا ہے مناسب اس کے حکایت بیان فرمائی کہ ہمارے پیر بھائی شیخ امام الدین تھانوی ایک

جب شیخ صاحب اپنے وطن واپس آنے لگے۔ حضرت نے فرمایا کہ جس نے دنیا میں جنتی دیکھنا ہوان کو دیکھ لے۔ (حاشیہ) قولہ عارف جنتی دوزخی کو اسی عالم میں جان لیتا ہے اقول یعنی ظناً نہ کہ قطعاً ۱۲

(۲۹۶) فرمایا کہ حضرت حافظ ضامن صاحب میرے پیر بھائی مقام منصور میں چھ مہینے رہے مگر بسبب توجہ پیر و مرشد دم انا الحق کا نہیں مارا اور کبھی کلمات شطحیات سے زبان پر نہیں لاوے۔ بلکہ اسم و مسمّٰی میں مستغرق رہتے تھے اور ذکر قلبی ولسانی دونوں ایک وقت میں کرتے تھے۔ اور یہ اجتماع بہت مشکل ہے۔

(۲۹۷) مثنوی معنوی کے درس میں شیخ کامل کی صحبت کے فوائد کا بیان تھا۔ میں نے (مولانا احمد حسن صاحب نے) عرض کیا کہ کیا مجرد صحبت بدوں ذکر و شغل کے بھی مفید ہوتی ہے۔ فرمایا مفید ہوتی ہے۔ بلکہ شیخ کامل کی پہچان کا ایک طریقہ مقرر کیا گیا ہے کہ اگر کسی شیخ کی صحبت سے دنیا سے دل سرد ہوتا جاتا ہو۔ اور عقبیٰ کی طرف میلان زیادہ ہو تو وہ شیخ کامل ہے۔ اور اگر وہ شیخ مکار ہے تو اول بابت تشابہ ظاہری کے دل میں کچھ انوار ظاہر ہوں گے۔ مگر بعد کو تیرگی ہو جاوے گی مناسب اس کے حکایت بیان فرمائی کہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کثرت سے نکاح کرتے تھے اور بہت جلد طلاق دیدیتے تھے' ایک شخص کے کئی لڑکیاں تھیں اس نے حضرت سے یکے بعد دیگرے سب کا نکاح کر دیا اس کے احباب نے پوچھا کہ باوجودیکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ تمہاری لڑکیوں کو طلاق دیدیتے ہیں پھر کیوں دوسری لڑکیوں کا نکاح ان سے کرتے ہو۔ اس میں کیا اسرار ہے؟ اس نے جواب دیا کہ حضرت امام صاحب حسب ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جنتی ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کا جسم شریف میری لڑکیوں سے مس ہو جاوے تاکہ وہ سب کی سب بدولت بدولت آپ کی صحبت کے پاک و جنتی ہو جائیں۔ (حاشیہ) قولہ فرمایا مفید ہوتی ہے۔ اقول لیکن یہ فائدہ عمل سے مستغنی نہیں کرتا۔ بلکہ اس سے استعداد عمل کی قوی ہو جاتی ہے پھر وصول الی المقصود عمل سے ہوتا

ہے۱۲ اقول وہ سب کی سب بدولت آپ کی صحبت کے پاک و جنتی ہو جائیں۔ اقول اس فضیلت صحابی پر غیر صحابی کا قیاس مع الفارق ہوگا۔ کیونکہ یہ برکت منصوص ہے مگر مقصود اس سے مطلق برکت کا اثبات ہے۱۲

(۲۹۸) فرمایا کہ جب ۱۲۶۱ھ میں حج کو آیا تھا تو بندر مخہ میں اتر کر حضرت ابوالحسن شاذلی کی زیارت باسعادت سے شرف اندوز ہوا اور حضرت زین الدین مسند نشین درگاہ حضرت ابوالحسن سے بھی ملاقات ہوئی ان سے حزب البحر کی اجازت حاصل ہوئی۔ اگرچہ اس کی اجازت مجھے حضرت پیر و مرشد سے تھی۔ مگر تبرکاً دوسری اجازت بھی ان سے حاصل کر لی۔ کیونکہ جامع حزب البحر کے حضرت ابوالحسن شاذلی تھے۔ ان کے خاندان سے اجازت لینا نور علی نور ہے۔ طریقہ زکوٰۃ جو ان سے مجھے حاصل ہوا ہے بہت سہل ہے اور حزب البحر کے ساتھ طبع ہو گیا ہے۔

(۲۹۹) فرمایا کہ جب میں مکہ مکرمہ میں مہاجر ہو کر آیا یہاں کے اکثر مشائخ سلسلہ ظاہریہ و باطنیہ کے تھے وہ مجھ سے بہ الفت تمام پیش آتے تھے ایک بار میں عمرہ کے لیے تنعیم کو جا رہا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا کہ میں تازہ ہند سے آیا تھا ایک مرد صالح مجھ کو دیکھ کر اپنی سواری پر سے اتر پڑے اور جب میں آگے نکل گیا۔ تب وہ سوار ہوئے لوٹتے وقت پھر وہ ملے اور ایسا ہی کیا۔ میں حیران تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے اس کے بعد ایک شخص نے میری دعوت کی جب میں ان کے مکان پر پہنچا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ وہی بزرگ ہیں جو مسجد تنعیم کی راہ میں ملے تھے۔ پھر معلوم ہوا کہ وہ بڑے نامی گرامی و صاحب سلسلہ بزرگ مکہ معظمہ میں ہیں نام مبارک ان کا ابراہیم رشیدی ہے۔ جو ملا نواب صاحب و محمد اسمٰعیل صاحب کے پیر و مرشد ہیں فرمایا کہ ابراہیم رشیدی صاحب آغا الماس کی رباط میں کئی بار میری خلوت میں تشریف لائے۔ اور بہت عنایت فرماتے تھے اور جب ملتے تھے تو فرماتے تھے۔ محبتک فی فوادی اور اپنے قلب کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

(۳۰۰) فرمایا کہ ایک بار مجھے ایک مشکل پیش تھی اور حل نہ ہوتی تھی۔ میں نے حطیم میں کھڑے ہوکر کہا کہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ یہاں رہتے ہو۔ اور تم سے کسی غریب کی مشکل حل نہیں ہوتی تو پھر تم کس مرض کی دوا ہو۔ یہ کہہ کر میں نے نماز نفل شروع کردی میرے نماز شروع کرتے ہی ایک آدمی کالا سا آیا اور وہ بھی پاس ہی نماز میں مصروف ہوگیا اس کے آنے سے میری مشکل حل ہوگئی جب میں نے نماز ختم کی وہ یہی سلام پھیر کر چلا گیا (حاشیہ) قولہ تم لوگ تین سو ساٹھ یا کم زیادہ اولیاء اللہ یہاں رہتے ہو۔ اقول اہل کشف کو اتنے عدد میں اولیاء کا اکثر اوقات حاضر حرم رہنا معلوم ہوا ہے اور غالباً یہ شکل باطنی تھی ۱۲

(۳۰۱) فرمایا بلکہ مطاف میں بعض وقت ایسے لوگ ہوتے ہیں کہ ان کے انوار میں طواف کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہی دل چاہتا ہے کہ ان کے انوار و تجلیات کو دیکھا کرے اور بعض وقت ایسی ظلمت افعال شیعہ طائفیں کی ہوتی ہے کہ قلب مکدر ہو جاتا ہے اور طواف میں لذت حظ نہیں۔

(۳۰۲) فرمایا کہ میں دوسری مرتبہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ مجھے مثنوی معنوی کا بڑا شوق تھا اور حرم شریف میں چند مواضع میں درس مثنوی شریف ہوتا تھا۔

(۳۰۳) فرمایا کہ حافظ غلام مرتضےٰ مجذوب پانی پت سالک مجذوب تھے۔ حالت سلوک میں ان کو جذب ہوگیا تھا۔ ہماری بستی میں اکثر آیا کرتے تھے ایک بار غل ہوا کہ غلام مرتضےٰ پتھر مار رہے ہیں۔ میں ان کے پاس گیا۔ مجھ کو دیکھ کر انہوں نے پتھر مارنا چھوڑ دیئے۔ اور مجھے فریب دیا میرے ہاتھ میں کوئی کتاب عشق کی تھی اس کے اوراق کھلوا لے گئے۔ جب یہ شعر نظر پڑا۔

عشق اول عشق آخر عشق کُل　　عشق شاخ و عشق نخل و عشق گُل

مجھ کو اشارہ کیا اور بشارت غلبۂ توحید کی دی۔ فرمایا کہ جو سرار توحید میری زبان سے بیساختہ نکل جاتے ہیں اسی بشارت کا ثمرہ ہے۔

(۳۰۴) فرمایا کہ ایک دفعہ مجھے حافظ غلام مرتضیٰ سے ملاقات ہوئی۔ مجھے بشارت دی۔ میں نے عرض کیا کہ میرے حوصلہ کے موافق یا آپ کے؟ فرمایا میرے موافق میں بہت خوش ہوا۔

(۳۰۵) فرمایا کہ ایک دفعہ میں صحرا میں پھر رہا تھا۔ ایک جھاڑی میں کچھ آثار آدمی کے معلوم ہوئے غور کرنے سے معلوم ہوا کہ وہی مجذوب صاحب ہیں مجھ کو دیکھ کر بیٹھ گئے۔ میں بھی بیٹھ گیا۔ مجھ کو توجہ جذب کی دینا شروع کی۔ جب مجھے آثار جذب معلوم ہونے لگے میں نے حضرت پیر و مرشد کا تصور کیا اسی وقت حضرت میرے وان کے درمیان حائل ہو گئے۔ مجذوب صاحب تبسم کرنے لگے میں نے عرض کیا کہ تمہاری طرح مجھ کو دیوانگی پسند نہیں ہے۔

(۳۰۶) فرمایا کہ ایک بار میں ان مجذوب کے پاس گیا میرے پاس ایک لنگی تھی۔ فرمانے لگے کہ اس کو بچھا دو۔ مولوی قلندر صاحب مع اپنے معشوق کے آتے ہیں۔ میں نے پوچھا مولوی صاحب کہاں ہیں۔ فرمایا ابھی آتے ہیں۔ تھوڑی دیر میں مولوی قلندر صاحب مع محمد حسین صاحب کے کہ ان سے محبت کرتے تھے آئے مجذوب صاحب نے ان کو میری لنگی پر بٹھانا چاہا۔ مولوی صاحب نے انکار کر کے کہا کہ مجھ سے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرانا چاہتے ہو۔ مجذوب صاحب مولوی قلندر صاحب کی بڑی تعظیم کرتے تھے حتی کہ اگر ننگے ہوتے۔ تو اسی وقت کمل اپنی شرمگاہ پر ڈال لیتے تھے اس کا سبب یہ تھا کہ مولانا قلندر صاحب کو جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت حضوری تھی۔ (حاشیہ) قولہ اگر ننگے ہوئے اقول یعنے بے خبری میں بدن کھل جاتا اور شرمگاہ سے مراد کل بدن ستور اور اتنی خبر داری سے مکلّف ہونا لازم نہیں۔ کیونکہ اتنی خبر درستی حواس سے بھی ہوسکتی ہے اور مدار تکلیف کا درستی عقل کی ہے ۱۲

(۳۰۷) فرمایا کہ میں دہلی میں آیا۔ طالب علمی میں ایک سال تک رہا۔ بعد کبھی کبھی جاتا تھا اور ۳۰ پندرہ روز قیام کرتا۔ ایک دفعہ میں دہلی گیا مولوی شاہ عبدالغنی صاحب

مجھ کو بے تکلفی تھی۔ اور آمدورفت رہتی تھی۔ یوں شاہ احمد سعید صاحب سے ملنے گیا جب کے ان مکان پر پہنچا تو وہ حلقہ مریدین میں بیٹھے تھے مجھے دیکھ کر وہاں سے اٹھ کر ایک علیحدہ مقام پر مصلی بچھا کر بیٹھے جب وہ اور میں اکیجا ہوئے تو میں نے کہا کہ آج نسبت چشتیہ نسبت نقشبندیہ پر غالب ہے آج آپ میں نسبت نقشبندیہ کا پتہ بھی نہیں ہے ان دنوں میں مجھ میں گرمی غالب تھی شاہ صاحب نے فرمایا کہ سچ ہے آج کل خواجہ قطب الدین بختیار کا کی کی مجھ پر عنایت ہے۔

(۳۰۸) فرمایا کہ شاہ احمد سعید مجھ سے پہلے مدینہ منورہ تشریف لے گئے تھے۔ جب میں وہاں پہنچا تو آپ بہت مریض تھے ترک لوگ قلعہ میں معالجہ کے لئے اٹھا لے گئے تھے ترک ان کی بہت تعظیم وتوقیر کرتے تھے۔ کیونکہ ترک اکثر خالدیہ ہیں اور خالد صاحب نے شاہ غلام علی صاحب دہلوی سے طریقہ نقشبندیہ اخذ کیا تھا اور شاہ احمد سعید صاحب شاہ غلام علی صاحب کے باتوسط مرید وخلیفہ بلاواسطہ تھے جب میں ان کو دیکھنے گیا باوجود نقاہت مجھ کو دیکھ کر کہا کہ مجھے بٹھاؤ حاجی صاحب آتے ہیں بعد سلام مسنون کے شاہ عبدالغنی صاحب سے کہا کہ جب تک میں مریض ہوں حاجی صاحب کی خدمت تمہارے ذمہ ہے۔ بعد صحت کے میں خود دیکھ لوں گا۔ حضرت صاحب نے اس کیفیت کو مجھ سے بھی بیان فرمایا اور شاہ احمد سعید صاحب کو یاد کر کے بہت رنجیدہ اور اشکبار ہوئے ۱۲

(۳۰۹) فرمایا کہ ابوالحسن مرید خاص شاہ احمد سعید صاحب نے چاہا کہ میں شاہ صاحب سے کچھ ان کی سفارش کردوں میں نے کہا۔ یانہیں کہا۔ لیکن وہ جب میرے پاس آئے تو بہت بشاش تھے اور کہا کہ آپ کی عنایت سے شاہ صاحب نے مجھے طریقہ بھی بتلادیا اور مجاز بھی کردیا۔

(۳۱۰) فرمایا کہ اسی سال ایک شخص محمود رافع نام باشندہ طرابلس نے بہمراہی مولوی عبدالوہاب صاحب میرے پاس کہ استدعائے بیعت کی اور بیان کیا کہ میرے والد

مفتی عبدالغنی صاحب نے مجھے خواب میں حکم دیا ہے کہ تم مکہ مکرمہ میں بیٹھے کیا کرتے ہو۔ حاجی امداد اللہ صاحب سے بیعت کیوں نہیں کرتے۔

(۳۱۱) فرمایا کہ میں حرم میں بیٹھا تھا۔ ایک شخص مسمی عبدالرحمٰن باشندہ آسام میرے قدموں پر آ کر گرا اور کہنے لگا کہ میرے والد اولیائے کرام سے تھے۔ مجھ کو آپ کی صورت مقدس دکھا کر حکم دیا ہے کہ آپ سے بیعت کرو اسی حلیہ خواب کو آپ سے موافق پا کر حاضر ہوا ہوں۔

(۳۱۲) فرمایا کہ خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں اور میں کیا ہوں۔ محبوب علی نقاش نے آ کر بیان کیا کہ ہمارا اگبوٹ تباہی میں تھا میں مراقب ہو کر آپ سے "ملتجی" ہو آپ نے مجھے تسکین دی اور آگبوٹ کو تباہی سے نکال دیا (حاشیہ) قولہ خدا جانے لوگ مجھے کیا سمجھتے ہیں اقول غایت تواضع ہے ورنہ مدعی کے لئے تو یہ موقع اچھی خاصی شہادت کا تھا۔۱۲

(۳۱۳) مولوی غلام حسین صاحب نے مکہ معظمہ میں خواب دیکھا کہ ایک مجمع میں حضرت صاحب کا ایک مرید کہہ رہا ہے کہ حضرت ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حاجی صاحب دیگر اولیاء سے سبقت لے گئے ہیں۔ (راوی ملفوظات نے کہا کہ مرید کو اپنے پیر سے ایسا ہی اعتقاد رکھنا چاہیے) مولوی صاحب نے جواب دیا کہ میں اپنا اعتقاد تو بیان نہیں کرتا۔ بلکہ حضرت رسول مقبول کا فرمان بیان کرتا ہوں۔ جب حضرت صاحب سے یہ خواب عرض کیا گیا فرمایا کہ عجب معاملہ ہے کہ تم لوگ کیا کیا دیکھتے ہو اور مجھے کیا کیا اعتقاد کرتے ہو۔ حالانکہ مجھ میں کچھ بھی کمال نہیں ہے صرف اللہ کی ستاری ہے۔ میرے عیوب چھپا رکھے ہیں۔ امید ہے کہ اسی طرح عاقبت میں بھی اپنے فضل و کرم سے میرے جرائم کسی پر ظاہر نہ کرے گا اس خواب کا تذکرہ کئی بار حضرت نے فرمایا (حاشیہ) قولہ اس خواب کا تذکرہ کئی بار حضرت نے فرمایا۔ اقول یہ تحدث بالنعمۃ ہے ورنہ اخفاء دعوے تو اوپر کے ارشاد سے ظاہر ہے۔۱۲

(۳۱۴) فرمایا کہ دہلی میں چند مشائخ کامل ہمعصر تھے، چشتیہ نظامیہ میں حضرت فخر الدین صاحب اور قادریہ میں حضرت میر درد صاحب نقشبندیہ ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور صابریہ میں حضرت غلام سادات صاحب فرمایا کہ حضرت غلام سادات صاحب کے تھانہ بھون میں اکثر لوگ مرید تھے اس وجہ سے وہ اکثر یہاں تشریف لاتے تھے، ایک مرتبہ آپ آئے تو تمام لوگ ملاقات کو گئے مگر حافظ ضامن صاحب کے دادا میر عبدالغنی حاضر نہ ہوئے آپ نے دریافت کیا کہ میر عبدالغنی کیوں نہیں آئے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ ان کا ایک حسین وجمیل جوان لڑکا انتقال کر گیا ہے اس وجہ سے وہ مخبوط الحواس ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک بار انہیں میرے پاس لاؤ۔ مگر وہ نہ گئے۔ اتفاقیہ راستہ میں حضرت غلام سادات کو مل گئے۔ آپ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا۔ عشق بر مردہ بناشد پائیدار۔ اس وقت ان کا خبط جاتا رہا۔ اور عشق حق غالب ہو گیا۔ مسجد میں بیٹھ رہے۔ اور خدا کی یاد میں راہی ملک بقا ہوئے۔

(۳۱۵) فرمایا کہ رامپور میں ایک شخص یوسف نام میرے مرید رہتے تھے ان کو کسی سے عشق تھا۔ اتفاقاً میرا وہاں جانا ہوا۔ میری طبیعت میں گرمی غالب تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ جس صورت پر تم عاشق ہو۔ وہ یہاں بھی تو موجود ہے یہ سنتے ہی اس کا حال بدل گیا۔ اور پہلی محبت محو ہو کر جدید محبت پیدا ہو گئی۔ جب تک میرا قیام رامپور میں رہا مجھے ہر وقت دیکھتے رہتے تھے۔ جب میں مکان پر چلا آیا تو وہ اکثر وہاں آتے تھے اور تھوڑے دن رہ کر چلے جاتے تھے۔

(۳۱۶) فرمایا کہ اکثر لوگ ناشکری کی وجہ سے محروم رہتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم ذکر و شغل کرتے ہیں اور کچھ حاصل نہیں ہوتا حالانکہ خدا کی لو میں لگ جانا اس کی یاد میں مشغول ہونا بڑی نعمت ہے۔ اگر خداوند کریم خود جذب نہ فرماتا تو کوئی کیسے اس کی یاد کرتا۔ بندہ کو بندگی کرنی چاہیے خداوندی خدا کے اختیار میں ہے اس سے پہلے رات کو حرم شریف میں بعض لوگوں نے آپس میں ذکر کیا تھا کہ حضرت ہمارے حال پر کچھ توجہ

نہیں فرماتے۔ صبح کو حضرت نے انہیں سے مخاطب ہو کر یہ راز فرما دیا۔

(۳۱۷) فرمایا کہ بدوں مجاہدہ کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اللہ فرماتا ہے۔ والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا. پھر اسی کے موافق فرمایا کہ تمہاری تعلیم کے واسطے کہتا ہوں کہ یہ فقیر عالم شباب میں اکثر راتوں کو نہیں سویا۔ خصوصاً رمضان شریف میں بعد مغرب دولڑکے نابالغ حافظ یوسف ولد حافظ ضامن صاحب و حافظ احمد حسین میرا بھتیجا سوا سوا پارہ عشاء تک سناتے تھے' بعد عشاء دو حافظ اور سناتے تھے ان کے بعد ایک حافظ نصف شب تک اس کے بعد تہجد کی نماز میں دو حافظ اور غرضکہ تمام رات اسی میں گزر جاتی تھی۔

(۳۱۸) فرمایا کہ اکثر لوگ توحید وجودی میں غلطی کر کے گمراہ ہو جاتے ہیں تمثیل بیان فرمائی کہ کسی گروہ کا ایک چیلا توحید وجودی میں مستغرق تھا راستہ میں ایک فیل مست ملا اس پر فلبان پکارتا آتا تھا کہ یہ ہاتھی مست ہے میرے قابو میں نہیں ہے۔ اس (چیلہ کو) لوگوں نے بہت منع کیا۔ مگر اس نے نہ مانا اور کہا وہی تو ہے اور میں بھی وہی ہوں خدا کو خدا سے کیا ڈر۔ آخر ہاتھی نے اسے مار ڈالا جب اس کے گرو نے یہ حال سنا گالی دے کر کہا کہ ہاتھی جو مظہر مضل تھا۔ اس کو تو دیکھا اور فلبان کو کہ مظہر ہادی تھا نہ دیکھا ہادی و مضل اوپر نیچے جمع تھے۔ گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

(۳۱۹) مثنوی معنوی کے درس میں جذب کا ذکر تھا۔ حضرت نے جذب کی تعریف کر کے فرمایا کہ خاندان چشتیہ میں آخر کو اکثر جذب غالب ہو جاتا ہے مناسب حال حکایت حضرت علاؤ الدین علی احمد صابر قدس سرہ کی بیان فرمائی کہ ایک خادم قوال نے حضرت گنج شکر سے اجازت مانگی کہ آپ کے خلفاء کی زیارت کو جی چاہتا ہے۔ بعد اجازت کے وہ حضرت مخدوم صابر کی خدمت میں آیا۔ آپ بباعث غلبۂ استغراق وکمال جذب کے کسی کے آنے جانے سے واقف وآگاہ نہ ہوتے تھے۔ حضرت شمس الدین "ترک نے (جو خدمت میں رہتے تھے) بآواز بلند ہوشیار کیا اور عرض کیا کہ

حضرت پیر و مرشد کا خادم آیا ہے اور حضرت کا سلام مسنون لایا ہے آپ نے بعد جواب سلام کے اتنا دریافت کیا کہ میرے شیخ کیسے ہیں اور حضرت شمس الدین صاحب کو تاکید فرمائی کہ اس کی توقیر کرو اور گولروں میں (کہ آپ تناول فرماتے تھے) آج نمک بھی ڈالنا۔ یہ کہہ کر پھر حالت استغراق میں ہو گئے۔ اس کے بعد وہ قوال حضرت سلطان الاولیاء کے یہاں حاضر ہوا یہاں تو شاہی کارخانے تھے' بہت تعظیم و توقیر اس کی ہوئی۔ اور حضرت نے عمدہ عمدہ کھانے کھلوائے اور بہت کچھ تحفہ و ہدیہ عنایت کیا۔ جب قوال حضرت فرید الدین گنج شکر کے حضور میں حاضر ہوا آپ نے دونوں صاحبوں کا حال دریافت کیا۔ اس نے حضرت سلطان الاولیاء کی بڑی تعریف کی۔ اور مخدوم صاحب کی شان میں عرض کیا کہ وہ تو کسی سے بولتے بھی نہیں۔ نہ وہاں کچھ ہے حضرت نے پوچھا کہ ہمارے حق میں کچھ بولے تھے' کہا کچھ بھی نہیں آپ نے مکرر فرمایا کہ آخر کچھ کہا؟ عرض کیا کہ صرف یہ پوچھا تھا کہ میرے شیخ کیسے ہیں آپ چشم پر آب ہو کر فرمانے لگے کہ آج وہ ایسے درجہ میں ہیں کہ وہاں کسی کی گنجائش نہیں ہے یہ انہیں کا استقلال اور میرے ساتھ کمال محبت ہے کہ ایسی حالت میں بھی مجھے پوچھا اور یاد کیا۔

(۳۲۰) منشی عبداللہ خادم خاص حضرت صاحب نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضرت کو بیماری شدید لاحق تھی۔ اس وجہ سے بالاخانہ پر تشریف نہ لے جاتے تھے اسی دیوان خانہ میں رہتے تھے تین مہینے کامل یہی حالت رہی اکثر ذکر جہر باآواز بلند کرتے تھے مولوی اسمعیل صاحب کو جب معلوم ہوا۔ انہوں نے عرض کیا کہ ذکر جہر بشدت اس مرض میں مضر ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے خبر نہیں ہے کہ میں نے کیا ذکر کب اور کس کیفیت سے کیا۔ اسی حالت میں آپ کو شدت سے ہنسی بھی آتی تھی۔ مگر ہم لوگ بوجہ ادب کے نہ دریافت کر سکتے تھے۔ ایک بار خود حضرت نے مجھ سے فرمایا کہ مجھے اپنے اعمال کی پاداش نظر آ جاتی ہے۔ وہ ہنساتی ہے۔ اور نیز عاشق کے رنج و راحت مرض و

صحت دونوں یکساں ہیں جو لطف و مزہ یار کے انعام و اکرام میں ہے وہی لطف و چین اس کے قہر و ایذا میں ہے۔

(۳۲۱) فرمایا کہ ایک سال یا دو سال ہوئے مصر سے ایک پاشا آیا اس کو مجھ سے ملنے کا بہت شوق تھا۔ رات کو مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تھا۔ صبح کو کئی بار شیخ الحارہ کے ذریعے سے میرے مکان پر دریافت کرایا۔ کہ شیخ بالا خانہ سے اترے یا نہیں۔ میرے نیچے آتے ہی وہ بھی ہمراہی شیخ الحارہ آئے' لباس شاہی میں فقیر کامل تھے' مجھ سے عقیدت نہ محبت رکھتے تھے۔ حضرت مولانا روم کے خاندان میں بیعت رکھتے تھے' چند اشعار مثنوی معنوی کا مطلب مجھ سے دریافت کیا اور بعد دریافت مطلب بہت مسرور ہوئے اور ان کو زیادہ عقیدت ہوگئی۔

(۳۲۲) فرمایا کہ نماز کا کشف بہت صحیح ہوتا ہے اس لئے کہ نماز معراج المؤمنین ہے اس میں حضوری حق ہوتی ہے۔ عین دربار خداوندی سے جو کشف ہوگا۔ وہ ضرور موافق نفس الامر کے ہوگا۔ اسی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ تدابیر جیوش جہاد کی حالت نماز میں کرتے تھے' لوگ کہتے ہیں کہ خیالات نماز میں کچھ نقصان نہیں دیتے ہیں اور حضرت عمرؓ کے واقعہ کی سند لاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ وہ حضوری تھی خیالات غیریت نہیں ہوتے تھے بلکہ وہ فیضان باری تھا کہ عین حالت مناجات و حضوری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کشف ہوتا تھا۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر گر نماید در نوشتن شیر و شیر
آں یکے شیرے کہ مردم می خورد واں یکے شیرے کہ مردم می خورد

(حاشیہ) قولہ وہ ضرور موافق نفس الامر کے ہوگا۔ اقول یہ ضرورت فی نفسہ ہو باقی کسی مانع خاص کے سبب موافقت نہ ہونا اس کے منافی نہیں۔ باقی چونکہ مانع کا انتفاء یقینی نہیں۔ اس لیے یہ کشف ظنیت سے متجاوز ہوگا۔۱۲

(۳۲۳) فرمایا کہ راؤ عبداللہ خاں مغرب کی نماز پڑھتے تھے اپنے بیٹے امیر علی خاں کو

پکارنے لگے۔ امیر علی امیر علی میرے خداوند نے آج مجھ کو دکھایا ہے کہ حاجی میاں کو مسجد میں بند کر کے قفل لگا دیا ہے اور مولوی رشید احمد کے ہاتھ میں کتاب دیکر درس کو کہ دیا ہے۔ یہ بات حاجی میاں کو کہد و کہ وہ اس کا مطلب سمجھ لیں گے مینوں (بزبان پنجابی بمعنی مجھے) کچھ خبر نہیں ہے اس کا کشف پورا نکلا کہ مجھے تو مکہ مکرمہ میں کہ اشرف المساجد ہے مقید کر دیا ہند کا خواب وخیال بھی نہیں آتا۔ اور مولوی رشید احمد کے ہاتھ میں کتاب دے کر مدرس بنا دیا ہمیشہ احادیث نبویہ کا درس دیتے ہیں۔ فرمایا کہ راؤ عبداللہ اپنے پیر حاجی عبدالرحیم صاحب کو خاوند سے تعبیر کرتے تھے اور زبان پنجابی بولتے تھے۔

(۳۲۴) فرمایا کہ جب میں مکہ مکرمہ میں ہجرت کر کے آیا تھوڑے دن بعد میرے نکاح کیے پیغام آنے شروع ہوئے گو کہ میری جوانی جو نکاح کے واسطے مناسب حالت تھی تجرد میں گذر گئی تھی لیکن بخیال سنت نبوی میں نے قبول کر لیا۔ جہاں میرا پہلا نکاح ہوا تھا انہیں دنوں انہوں نے خواب دیکھا کہ میری گود میں چاند آ گیا ہے ان کی والدہ نے مولوی سید حسین صاحب مجذوب سے اس خواب کی تعبیر پوچھی سید صاحب نے فرمایا کہ ان کا نکاح ایسے شخص سے ہوگا جو چاند کی طرح شرق وغرب میں مشہور ہوگا جب ان کا نکاح مجھ سے ہو گیا سید صاحب نے کہا کہ جو تعبیر میں نے دی تھی وہی ٹھیک نکلی حاجی صاحب بیشک چاند ہیں کہ اُن کے نور سے ہزار ہا آدمی مستیز ہوئے اور ہوتے ہیں اور ہوں گے اور ان کی شہرت بھی ہر جگہ ہے۔ تمام علمائے کرام و مشائخ عظام ان کو بنظر اکرام دیکھتے ہیں۔

(۳۲۵) فرمایا کہ فقر و فاقہ بڑی نعمت سے مجھ پر یہ حالت اس طرح گذری ہے کہ میرے باپ مجھ کو قرض نہیں دیتے تھے اور ظاہری حالت میری بھی امیرانہ تھی یعنی لباس بھی عمدہ ہوتا تھا اور سند تکیہ بھی درست اور بھوک کے مارے یہ حالت ہوتی تھی کہ زینہ پر چڑھنا دشوار ہوتا تھا بلکہ بارہا گر بھی پڑتا تھا اس حالت میں عجائب وغرائب

واقعہ پیش آتے تھے کہ جن کا مزہ نہیں بھولتا مگر یہ لطف حالت تجرد میں ہے اہل وعیال والے کو مشکل ہے چہ میری (مولوی احمد حسن صاحب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس نے باوجود عیالدار ہونے کے ولولہ عشق میں آ کر سب کچھ چھوڑ دیا اور چلا آیا مجھ کو اس کا خیال ہے۔ کہ عشق آساں نمود اول دلے افتاد مشکلہا۔ آدمی کو چاہیے کہ ہر وقت خدا سے دعا مانگتا رہے کہ وہ ہم غرباء کو اپنے ابتلا وامتحان سے محفوظ رکھے میں نے (راوی ملفوظات) عرض کیا کہ اس فقیر حقیر نے تو آپکا دامن پکڑا ہے اس کی نگرانی و حفاظت آپ کے ذمہ ہے مجھ کو کچھ اختیار نہیں ہے۔

سپردم بتو مایہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

فرمایا کہ یہ تمہاری محبت وعقیدت ہے اللہ کے ساتھ جیسا آدمی ظن رکھتا ہے اس کے ساتھ خدا ویسا ہی معاملہ کرتا ہے رزق کا کفیل و ذمہ دار خدا ہے ہم پر تمام مصائب ہمارے اعتقاد سے ہیں اسماء اللہ میں ہم کو ایک اسم کی بھی معرفت کامل نہیں ہے جیسے رزاق اگر ہم اس کو رزاق یقیناً جانیں تو پھر روزی کیلئے کیوں حیران و پریشان پھریں۔

(۳۲۶) دریافت فرمایا کہ چلہ میں کچھ پرہیز بھی کرتے تھے کہا گیا بجز حاجت انسانی کے خلوۃ سے باہر نہیں نکلتے تھے فرمایا کہ خورد نوش کی کیا صورت تھی کہا گیا کہ محض توکل تھا کبھی کھانا میسر ہوتا تھا کبھی نہیں فرمایا کہ صاحب چلہ کو چاہیے کہ اول انتظام اکل و شرب کا کرے تب چلہ اختیار کرے توکل تو عمدہ چیز ہے مگر اس میں امتحانات بہت ہوتے ہیں فرمایا کہ اہل توکل کو ثابت قدم ہونا ضروری ہے اگر ثابت قدم رہا تو سارے صعوبات آسان ہو جاتے ہیں۔

(۳۲۷) فرمایا کہ جب یہ فقیر مکہ مکرمہ میں وارد ہو کر صفا کی رباط میں مقیم ہوا اس زمانہ میں ایک فقیر تھا اس کے پاس بہت سی اشرفیاں تھیں اس میں سے اس کا کھانا پینا چلتا تھا مگر رات کو بباعث ان کی نگرانی کے اس کو نیند پر نا دشوار تھی مجبور ہو کر بیچارے نے

سب اشرفیاں تقسیم کر دیں اور اپنے حوائج کا خدا پر بھروسہ کیا امتحان باری شروع ہوا پندرہ روز متواتر کھانا نہیں ملا مگر زمزم شریف کو زمزم لما شرب له وارد ہے پی کر بسر کرتے رہے پندرہ دن بعد ان کو کھانا ملا پھر آٹھ روز بعد ملنے لگا پھر چار روز بعد پھر دو روز بعد وہ فقیر ان مصائب میں راضی برضا رہے اور باب صفا کے قریب نشست و برخاست رکھتے تھے جب ان کا امتحان پورا ہوا خدا نے ان کی روزی کا سبب پیدا کر دیا اور ایک ترکی لڑکا اُن کے پاس آ کر لکھنے لگا انہوں نے اس کو قلم بنانا سکھایا اور کسی حرف میں اصلاح دی اس لڑکے کا باپ یہ سب دیکھ رہا تھا فقیر صاحب سے عرض کیا کہ آپ اس لڑکے کو کچھ بتلا دیا کیجئے اور جب اس کو معلوم ہوا کہ ان کا کوئی سامان خورد نوش کا نہیں ہے اپنے گھر سے دونوں وقت کا کھانا مقرر کر دیا۔ ایک مدت بعد وہ ترک کا تعلق بھی جاتا رہا مگر غیب سے ان کا دو وقتہ کھانا جاری رہا۔

(۳۴۸) فرمایا کہ لوہاری میں ایک فقیر وارد ہوا مولوی محمد صادق صاحب نے حسب عادت اہل محلہ سے کہا کہ مہمان آیا ہے اس کے کھانے کا انتظام کرنا چاہیے فقیر بولا کہ میرے کھانے کی آپ فکر نہ کریں میں تو بغیر مرغ پلاؤ کے کھاتا نہیں ہوں مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہاں گاؤں میں مرغ پلاؤ کہاں ہو سکتا ہے اس نے جواب دیا کہ آپ کو فکر کی کیا ضرورت ہے بعد نماز عشا جب سب لوگ سونے کو تیار ہوئے ایک شخص نے مسجد کے کواڑ کھلوائے اور مولوی صاحب کی خدمت میں مرغ پلاؤ لا کر عرض کیا کہ میرے یہاں ایک مرغ کا بچہ تھا اور میں نے نذر مانی تھی خدا نے پوری کر دی لہذا یہ کھانا لایا ہوں مولوی صاحب نے فرمایا کہ فقیر کو دیدو اسی کا حصہ ہے بہتیرا اس شخص نے کہا کہ میں آپ کے واسطے لایا ہوں مگر آپ نے فقیر کو دلا دیا اس کے بعد فقیر سے اس کا واقعہ پوچھا اس نے جواب دیا کہ میں نے خدا سے عہد کیا تھا کہ اگر مجھ کو کھانا کھلانا منظور ہے تو مرغ پلاؤ کھلا اور کچھ نہ کھاؤں گا بھوک سے مرجاؤں گا پہلے تو بہت کچھ امتحان ہوا آٹھ آٹھ روز فاقے ہوئے بعدہ غیب سے سامان ہو گیا ہمیشہ مرغ پلاؤ

ملتا ہے فرمایا کہ اللہ کا معاملہ ہر کسی سے جدا جدا ہے کسی کو مرغ پلاؤ کھاتا ہے کسی کو روکھی روٹی دیتا ہے اور کسی کو فاقہ ہوتا ہے **لایسئل عما یفعل و ھم یسئلون۔**

(۳۲۹) فرمایا کہ میں نے ایک بار چلہ کا ارادہ کیا اور اس کے واسطے آٹھ آنہ کے جو خریدے تھے میری بھاوج نے کہا کہ جو کی روٹی کھانی مشکل ہو گی میں نے کہا جس طرح بنے گا کھاؤں گا انہوں نے جو کوٹ چھان کر گیہوں کی طرح بنا دیئے۔ ہر روز مجھے ایک روٹی ملتی تھی وہی کافی ہوتی تھی اس بیان سے یہ غرض ہے کہ چلہ کش کو لازم ہے کہ اول اکل و شرب کا انتظام کر لے ایسا نہ ہو کہ مابین چلہ کے اس فکر میں پڑ کر اطمینان جاتا رہے کیونکہ بدون اطمینان کچھ حاصل نہیں ہوسکتا۔

(۳۳۰) فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ایک شخص نے توکل اختیار کر کے ایک جنگل میں سکونت اختیار کی۔ تین روز تک اس کو کھانا نہ ملا حضرت موسیٰؑ سے اس نے اس کی شکایت کی آپ نے خدا سے عرض کیا جواب ملا کہ یہ شخص چاہتا ہے کہ عالم اسباب کہ میرے اسماء صفات کا مظہر ہے اور سراسر حکمت ہے مٹ جاوے اس سے کہدو کہ بستی میں جا کہ قیام کرے یہ بھی ایک سبب ہے سبب کا مرتکب ہونا توکل کے منافی نہیں ہے حدیث شریف میں یہ مضمون وارد ہے

ع برتوکل زانوے اشتر بہ بند

(۳۳۱) فوائد صحبت میں فرمایا کہ حضرت جنید پر ایک بار حالت طاری تھی ایک کتا سامنے آ گیا اس پر ایسا اثر پڑا کہ چیختا ہوا نکلا اور باہر جا کر مراقب ہو کر بیٹھ گیا اور شہر کے کتے اس کے گرد مانند طالب صادق کے بغرض استفادہ جمع ہوئے۔

(۳۳۲) تعبیر رویا کا بیان تھا فرمایا کہ ایک شخص نے خواب دیکھا کہ ایک آدمی مر گیا اس کا جنازہ حرم شریف میں آیا اور لوگوں کا اس کے گرد مجمع ہے میں نے اس کی تعبیر دی کہ دنیا میں اس جنازہ کا بہت کچھ عروج ہوگا چند سال بعد اس کا ایسا عروج ہوا کہ کسی ہندی کا مکہ معظمہ میں ایسا عروج تھا حتی کہ شیخ الہنود ہوا اور شرفائے عرب میں اس کی

بہت تعظیم وتوقیر ہوئی فرمایا کہ یہی مرنا سالک کے حق میں تعبیر اس کے نفس کا مرنا ہے اور کامل کے لیے تعبیر اس کی غفلت یاد الٰہی سے ہے اس کے مناسب حکایت بیان فرمائی کہ ایک شخص کسی کامل کی زیارت کو چلا راستہ میں ایک درخت کے نیچے آرام کیا اس درخت پر جانوروں نے آپس میں کہا کہ افسوس فلاں فقیر جس کی زیارت کو یہ آدمی جارہا ہے فلاں روز مرگیا یہ سن کر اس کو تفکر ہوا مگر عزم نہیں کیا جب ان بزرگ کے یہاں پہنچا تو ان کو صحیح وسالم پاکر راستہ کا حال بیان کر کے کہا کہ جانور تک جھوٹ بولنے لگے انہوں نے جواب دیا کہ جانور سچے ہیں اس دن میں ذکر الٰہی سے غافل تھا جو میرے واسطے مرگ سے بدتر ہے۔

(۳۳۳) فرمایا کہ کسی شخص نے خواب دیکھا کہ وہ تادل میں تیل ڈال رہا ہے شاہ عبدالعزیز صاحب سے تعبیر پوچھی گئی آپ نے فرمایا کہ اس کے گھر میں اس کی ماں ہے بعد تحقیق معلوم ہوا کہ فی الواقع اس کی زوجہ اس کی ماں ہے کیفیت یہ تھی کہ وہ عورت اپنا لڑکا خاوند چھوڑ کر چکلہ میں کسب کرنے لگی تھی جب یہ لڑکا جوان ہوا اس عورت سے آشنائی ہوئی پھر وہ عورت اس کے گھر چلی آئی۔ پھر فرمایا کہ یہ تعبیر بدون کشف وکرامات کے نہیں ہوسکتی شاہ صاحب بہت بڑے عارف تھے اور طریق توسط پر چلتے تھے میرا مسلک بھی ''انہیں'' کے انداز پر ہے۔

(۳۳۴) اثنائے سبق مثنوی معنوی میں فرمایا کہ منیٰ میں ایک فقیر حجاج کا منہ تکتا پھرتا تھا کسی نے پوچھا کہ شاہ صاحب کیا دیکھتے ہو۔ جواب دیا خدا کو دیکھتا ہوں۔ (حضرت صاحب نے فرمایا کہ حضرت حق صورت وشکل سے پاک ہے اس کی صورت اگر ہے تو یہی انسان کامل ہے پس انسان کامل حق نہیں صورت حق ہے اگر حق کی مجالست ومکالمت منظور ہو اولیائے کرام وعرفائے عظام کی صحبت اختیار کرے۔

ہر کہ خواہد کہ نشیند با خدا گو نشیند در حضور اولیا

(حاشیہ) قولہ حضرت حق صورت وشکل سے پاک ہے اقول یہاں صورت

کے معنی شکل کے ہیں اور یہ عطف تفسیری ہے اور آگے صورت کے معنی منظہر کے ہیں فلا اشکال ۱۲

(۳۳۵) (راوی نے) ایک خط اپنے دوست کا حضرت کو سنایا مضمون یہ تھا کہ میرے لیے حضرت کی خدمت میں استدعائے دعا کرنا کہ مجھے وسواس کہ اظہار ان کا موجب کفر ہے کثرت سے آتے ہیں اور روزگار کے واسطے مدت سے پریشان ہوں اس کے لیے بھی دعا فرمائیں اگر کوئی وظیفہ ارشاد ہو تو مجھے اطلاع دینا آپ نے فرمایا کہ وسوسہ انشاء اللہ جاتا رہے گا ان کو لکھ دو کہ پاس انفاس کا خیال رکھیں یا ہوالظاہر ہوالباطن کا مراقبہ کریں اور روزگار کے لیے سورۃ واقعہ بعد نماز مغرب ایکبار و سورۂ فاتحہ مابین سنت و فرض اکتالیس بار اور یا اللہ یا معنی گیارہ سو مرتبہ کہ اصل ہے ورنہ ایک سو ایک بار معمول رکھیں۔

(۳۳۶) فرمایا کہ علمائے ظاہر ومامن دابة الاعلی اللہ رزقها ہمیشہ پڑھتے پڑھاتے ہیں مگر اس پر اطمینان کامل نہیں ہے ورنہ روزی کے لیے کیوں ایسے پریشان پھرتے اور اہل دول کی خوشامد کرتے مناسب حال حکایت بیان فرمائی کہ مولوی عبدالقیوم صاحب مقیم بھوپال داماد شاہ محمد اسحاق صاحب جب مکہ مکرمہ آئے میرے پاس رباط آغا الماس میں جہاں میں مقیم تھا اکثر آتے تھے کبھی ظہر سے عصر تک اور کبھی عصر سے مغرب تک ایک مرتبہ وہ اور میں عمرہ کو جاتے تھے راستہ میں انہوں نے حکایت بیان کی کہ ایک شہر میں ایک امیر اور ایک مفلس عالم رہتے تھے امیر کانا لنگڑا اور زانی و شرابخوار تھا اور مولوی صاحب حسین صالح و متقی تھے ایک فقیر وہاں آئے تمام اہل شہر ان کے پاس جاتے تھے مولوی صاحب بھی گئے اور کہا کہ مجھے ایک شبہ ہے اس کے حل کے لے حاضر ہوا ہوں کہ ہمارے شہر میں فلاں شخص میں تمام عیوب ہیں اور مجھے سب طرح کے کمالات حاصل ہیں۔ مگر نان شبینہ کو محتاج ہوں یہ کیا انصاف ہے مجھے اس میں بڑا اخلجان ہے فقیر نے بعد تامل جواب دیا کہ کہو تو تمام عیوب بدلکر تم کو اس

امیر کے موافق کر دوں اور اس کو تمام محاسن دے کر تم سا فقیر کر دوں مولوی صاحب نے کہا مجھے یہ منظور نہیں کہ عیوب لے کر مالدار بنوں فقیر نے جواب دیا کہ خود انصاف کیجئے کہ آپ کو اتنے کمالات عنایت ہوئے ہیں اگر ایک فاقہ ملا تو کیا ہرج ہے اور اس امیر میں تمام عیوب کے ساتھ ایک امیری ہوئی تو کیا ہوا انصاف یہی ہے جو وقوع میں آیا اور اگر آپ کی خواہش کے موافق ہوتا تو اس میں گمان ناانصافی کا بھی ہوتا۔

(۳۳۷) فرمایا کہ ایکبار ہمارے وطن میں کوئی تقریب تھی حافظ وزیر علی صاحب وغیرہ احباب موجود تھے اتفاقاً قوال حافظ ضامن علی صاحب (جن کا دیوان مشہور ہے) کے آئے اور درخواست کی کہ کچھ قصائد نعتیہ وعشقیہ سن لیجئے میری عادت تھی کہ قوالوں کو کچھ دے کر ٹال دیتا تھا سماع نہیں سنتا تھا اس دن حافظ وزیر علی صاحب وغیرہ مصر ہوئے کہ مجرو سماع میں کیا ہرج ہے اس کا ثبوت احادیث صحیحہ سے ہے اور یہ قوال بھی صوفی شرب ذاکر وشاغل تھے قوالوں نے ایسی غزل شروع کی کہ سب لوگ تڑپ گئے حافظ عبدالرحیم صاحب کو کہ بہت ہی ذاکر وشاغل تھے ایسا قہقہہ شروع ہوا کہ ختم ہی نہ ہوتا تھا محلہ کی عورتوں نے جو سنا تو کوٹھے پر آ کر سننے لگیں ان میں سے ایک عورت بیہوش ہوگئی لوگوں کو گمان آسیب کا ہوا میں نے جا کر دیکھا تو ذکر پاس انفاس جاری تھا اسی جوش وخروش میں اس کا انتقال ہوگیا ہر شخص ایک جداگانہ کیفیت میں تھا۔

(۳۳۸) فرمایا کہ جب میں قصبہ پنجلاسہ میں تھا میرے قلب میں گرمی کا جوش تھا اکثر میں تنہا رہتا تھا۔ ایک بار باہر آ کر بیٹھ گیا وہاں ایک آدمی گاؤں کا رہنے والا ذکر وشغل کرتا تھا اس پر جو اثر پڑا تو تڑپنے لگا حتی کہ اس جگہ ایک کمہار کا آوہ تھا اس میں جا گرا لوگوں میں شور وغل مچ گیا لیکن تڑپتے تڑپتے وہ باہر نکل آیا اور کچھ ضرور نہ پہنچا اس واقعہ کا اس نواح میں بڑا شہرہ ہوگیا۔

(۳۳۹) فرمایا کہ جب یہ فقیر پنجلاسہ میں مقیم تھا میرے چچا پیر عبداللہ خاں کے رشتہ دار امام الدین خاں کی چچی پر اللہ بخش گنگوہی کا خلل تھا جب جھاڑ پھوک سے کچھ فائدہ

نہ ہوا تو اور کہیں لیجانے کا ارادہ ہوا چچا مانع ہوئے اور فرمایا کہ ان کو حاجی میاں کی مرید کرادو امام الدین وغیرہ اکثر میرے حلقہ میں بیٹھتے تھے ایک دفعہ وہ بعد حلقہ کے گھر میں گئے تو اللہ بخش بولا کہ آج ہم سے بڑا قصور ہوا حاجی میاں پر ہم سے ان کی لاٹھی گر پڑی میں بھی حلقہ توجہ میں شامل تھا آنے لگا تو لاٹھی میرے دھکے سے گر پڑی اس کی مجھے بڑی ندامت ہے۔ امام الدین خاں نے جواب دیا کہ جب تم کو ان کی اتنی رعایت ہے تو ہماری چچی کو جو ان کی خادمہ ہے کیوں ستاتے ہو بولا کہ ہم سے حاجی میاں سے عہد ہے کہ انکے مریدوں کو نہ ستاویں گے مگر یہ عورت تو ان کی مرید نہیں ہے اس کے بعد امام الدین خاں مجھے اپنے گھر لے گئے ان کی چچی ہوش میں تھی جھٹ پٹ غسل کر مجھ سے مرید ہو گئی جب میں باہر نکلا اسی وقت پھر اس پر غلبہ آسیب ہوا اور کہنے لگا کہ ہم نے کیا قصور کیا تھا۔ جو اس کو حاجی میاں کا مرید کروا دیا خیر کچھ خوشبو وغیرہ لاؤ ہم جاتے ہیں اسی وقت چلا گیا پھر کبھی نہیں آیا۔ فرمایا کہ اللہ بخش بڑا عالم تھا بہت سے گنوار جاہل کہ الف سے واقف نہیں بوقت غلبہ اللہ بخش کے مثنوی معنوی و قرآن مجید خوب اچھی طرح پڑھنے لگتے تھے۔ یہ محض کمال اللہ بخش کا تھا۔ اسی موقع کو مولانا روم فرماتے ہیں کہ جب جنات کو یہ دخل ہے کہ اپنے صفات کو دوسرے میں ساری وطاری کر دیتے ہیں تو پھر اولیائے کرام کا صفات باری سے متصف ہونا کیا بعید ہے۔ فرمایا کہ فضل حق جو اولاد شیخ عبدالحق صاحب سے تھے یہاں مکہ مکرمہ آئے تھے ان کے والد منشی برکت اللہ نے میرٹھ سے ان کو خط لکھا کہ تمہارے بھائی پر اللہ بخش گنگوہی ہی کا اثر ہے حاجی صاحب سے کوئی تعویذ وغیرہ لیکر بھیج دو انہوں نے مجھ ذکر کیا میں نے ان کو ایک خط بنام اللہ بخش لکھ دیا اور کہا کہ مریض کو مولوی محمد قاسم صاحب سے جو میرٹھ میں موجود ہیں مرید کرا دو تا کہ وہ ہمارے مریدوں میں داخل ہو جائیں کیونکہ اللہ بخش کا مجھ سے وعدہ ہے کہ میں تمہارے مریدوں کو نہ ستاؤں گا ہمارا خط دیکھتے ہی چلا گیا۔ فرمایا کہ یہ مکان بھی جس میں اب مقیم ہوں جنوں کا مشہور تھا اہل مکہ

اس کوان کا مسکونہ کہتے تھے لہذا کوئی خریدتا نہ تھا اس وجہ سے ہم کو ارزاں مل گیا خدا کے فضل و کرم سے ہم کو کبھی نہیں ستایا البتہ بعض حجاج کو جو یہاں اتارے گئے کبھی کبھی کچھ آثار معلوم ہوئے ہیں اور مجھ کو بھی کبھی وقت تہجد کے ایسا معلوم ہوا ہے کہ میرے پیچھے بہت سے فانوس و شمع رکھے ہیں اور میرے ساتھ وہ اہل شمع شریک نماز ہیں مگر ایذا ابھی نہیں دی فرمایا کہ مجھ کو عمل وغیرہ نہیں آتے محض خوشامد و سلام سے کام نکال لیتا ہوں۔

(حاشیہ) قولہ اللہ بخش گنگوہی کا خلل تھا اقول قواعد شرعیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے والا اس طرح دنیا میں نہیں آتا کہ کسی کو ستا سکے یہ جن ہوتے ہیں کہ کسی کا نام لے دیتے ہیں خود اس قصہ میں اس کا ایک قرینہ ہے یعنی حلقہ توجہ میں شامل ہونا تو اموات کو توجہ سے کیا نفع ہو سکتا ہے اور اس کے بعد جو اللہ بخش کا عالم ہونا اور جس پر اس کا اثر ہوا اس کا کچھ پڑھنے لگتا یہ اس تحقیق کے منافی نہیں ممکن ہے کہ وہ جن جو اس کا نام لیتا ہو لکھا پڑھا ہو یا اس جن کو کوئی خاص تعلق اس سے جو ایک گونہ اتحاد کے مشابہ ہو مثلاً جو جن ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے وہی ہو تو ظاہراً انسان کے بعض صفات جیسے علم و فضل اس جن میں حاصل ہو سکتے ہیں ہر وقت کے تلبس کے سبب جیسے انسانوں میں ہر وقت کے پاس رہنے سے ایک کے معلومات پر دوسرا مطلع ہو جاتا ہے ۱۲

(۳۴۰) مولوی محب الدین اور کئی بار مختصراً حضرت صاحب نے بیان فرمایا کہ چند سال ہوئے حضرت پیر و مرشد مرحوم حرم شریف میں تشریف رکھتے تھے میں اور مولوی منور علی صاحب اور پیر جی عبداللہ انصاری خدمت میں حاضر تھے مفتی قطبی صاحب آئے اور بغیر کچھ کہے آپ کا شانہ مبارک پکڑ کر کہیں لے چلے حضرت بھی اسی طرح ہمراہ ہو گئے اور ہم لوگ بھی ساتھ چلے مفتی صاحب آپ کو داؤد یہ ہیں جہاں ترکوں کا مجمع تھا اور بڑے بڑے باعزت جمع تھے لے گئے اس مجمع میں ایک شیخ بہت ہی ضعیف تھے انہوں نے حضرت کو باکرام تمام اپنے پاس بٹھایا اور حضرت کی طرف متوجہ ہوئے آپ نے بھی توجہ کی اتنے میں کسی نے کہا کہ یہ بھی فارسی جانتے ہیں ان سے آپ

فارسی میں کلام کیجئے انہوں نے جواب دیا کہ مجھ کو بات چیت کی حاجت نہیں ہے دس گیارہ منٹ کے بعد وہ شیخ حضرت کے قدموں پر گر پڑے اور اگلے روز حضرت کے آستانہ پر حاضر ہو کر فیضیاب ہوئے ان کا مصطفیٰ آفندی نام تھا اور خدیو مصر کے متعلقین کے پیرو شیخ تھے عرصہ سے حضرت کی ملاقات کے مشتاق تھے اور بعد ملاقات کیفیت عشق کی ہوگئی۔

(۳۴۱) فرمایا کہ ہمارے ایک یار نے شکایت کی کہ اب تو روتے روتے میری پسلیاں پھٹنے لگی ہیں اس کا علاج کیجئے جب ان کی وہ حالت بدل گئی پھر شاکی ہوئے کہ میری وہی حالت عنایت کیجئے ہم نے کہا کہ پھر ہڈیاں پسلیاں ٹوٹنے لگیں گی کہا بلا سے جو مزہ اس گریہ زاری میں تھا دوسری چیز میں نہیں ہے میں نے (راوی) کہا کہ حضرت ان کا نام نہ لینے میں کیا اسرار ہے فرمایا کیا ضرورت ہے مجھے راوی بعض احباب نے بتایا کہ یہ واقعہ مولانا رشید احمد صاحب کا ہے۔

(۳۴۲) فرمایا کہ عجب معاملہ ہے لوگ مجھے کچھ کا کچھ خیال کرتے ہیں وہی خیال ان کا رہبر ہو جاتا ہے ہادی و مضل حق تعالیٰ ہے ہمارا ایک بہانہ کر رکھا ہے۔ رامپور کے ایک رئیس محمد رمضان خاں و مفتی عبدالقادر میاں حج کو آئے اور بیان کیا کہ ہم نے قصد حج و زیارت روضۂ مطہرہ کا کیا بہت سے لوگ رامپور کے تیار ہوئے مگر زبانی حجاج کے معلوم ہوا کہ حجاز میں قحط سخت ہے لوٹ بہت ہوتی ہے یہ سن کر سب نے قصد ملتوی کر دیا محمد رمضان نے کہا کہ جب ارادہ فسخ ہو گیا تو میں نے رات کو خواب دیکھا کہ ایک مجمع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں اور جسے ارشاد فرماتے ہیں کہ حاجی امداد اللہ و باقی باللہ سے کہد و کہ رامپور کا قافلہ روانہ کر دیں اور آپ وہاں اسی ہیبت سے جیسا میں اس وقت دیکھتا ہوں موجود ہیں اور ہاتھ میں ایک باریک عصا جو آپ کے اس عصا کے مشابہ ہے لئے ہوئے لوگوں کو گھروں سے نکال رہے ہیں دوسری رات کو پھر یہی خواب دیکھا تب ہم ادھر کو روانہ ہوئے اور بخیر و عافیت حاضر خدمت ہوئے

مفتی صاحب نے بھی ایسا ہی بیان کیا پھر دونوں صاحب داخل سلسلہ ہوئے فرمایا کہ وہاں لوگ کیا کیا دیکھ رہے ہیں اور یہاں خبر بھی نہیں ہے میرا نام امداد اللہ ہے شاید امداد اللہ نے میرے لباس میں اظہار کر کے ان کی اعانت کی ہو۔

(۳۴۳) اثنائے درس مثنوی شریف میں فرمایا کہ مولوی امانت علی صاحب امروہی بہت ہی مرد صالح تھے باوجود کمال و کبر سنی کے میری از حد خاطر فرماتے تھے تین مرتبہ میری ملاقات کو تشریف لائے کسی نے کہا کہ مولوی صاحب نے آخر عمر میں سماع ترک کر دیا تھا فرمایا اس کا باعث یہ فقیر ہی تھا فرمایا کہ ایک دفعہ میں عبدالقدوس کے عرس میں انبٹہ آیا تھا ختم عرس کے دن میں اور مولوی محمد قاسم صاحب و مولوی محمد یعقوب صاحب و مولوی رشید احمد صاحب گنگوہ شریف میں ایک دوست کے مکان میں مقیم ہوئے اس کی صبح کو بعد نماز اشراق مولوی امانت علی صاحب تشریف لائے کسی نے کہا کہ مولوی امانت علی صاحب کہیں جا رہے ہیں میں نے کہا کہ میرا ارادہ تھا کہ آج ان کی دیگر مشائخ کی زیارت سمیت مشرف ہوں گا پھر دیکھا جاوے گا اتنے میں مولوی صاحب نے آواز دی کہ کیا فلاں شخص کا یہی مکان ہے لوگوں نے کہا ہاں یہی ہے میں مکان کے بالاخانہ پر تھا مولوی صاحب نے مجھ کو دریافت کیا کہ کہاں ہیں آواز سن کر نیچے اتر آیا اور ان سے ملا اتنے میں حضرت صاحبزادہ صاحب مسند نشین درگاہ حضرت عبدالقدوس صاحب مجھ سے ملنے آئے اور فرمایا کہ آج تمام مشائخ کی رخصت کا دن ہے میں چاہتا ہوں کہ آپ بھی آج شریک دعوت ہوں میں نے کہا کہ ہماری تو چار پانچ روز کی دعوت ہوگئی ہے صاحب مکان سے آپ دریافت کر لیں آخر انہوں نے اجازت لے لی کھانے کے وقت سب مشائخ صاحبزادہ صاحب کے ہاں حاضر ہوئے کھانے میں کچھ دیر تھی صاحبزادہ صاحب نے کھڑے ہو کر دست بستہ حاضرین سے کہا کہ میری ایک عرض ہے اگر آپ حضرات اجازت دیں سب لوگوں نے کہا فرمایئے ارشاد فرمایا کہ حاجی صاحب باوجود چشتی ہونے کے محفل عرس میں کیوں

شریک نہیں ہوتے میں صرف یہ کہہ کے کہ وہ محفل شیروں کی ہے مجھ سا ضعیف وناتواں وہاں حاضری کی مجال نہیں رکھتا خاموش ہورہا مولوی ضامن علی صاحب جلال آبادی بولے کہ حاجی صاحب آپ کو اس بات کا جواب دینا ہوگا مولوی محمد یعقوب صاحب وغیرہ نے چاہا کہ جواب عالمانہ دیں میں نے آن کو منع کیا کہ یہ محفل بحث وجدال کی نہیں ہے مولوی ظہیر الدین کرانوی کہ مرد صالح تھے کہنے لگے کہ حاجی صاحب یہ محفل تو سنت پیروں کی ہے اس سے کیوں احتراز ہے۔ مولوی امانت علی صاحب مرقب بیٹھے تھے سر اٹھا کر کہنے لگے کہ مولوی ظہیر الدین صاحب آپ بھی اس بارے میں گفتگو کرتے ہیں حق بجانب حاجی صاحب ہے سنت پیروں کے موافق یہ محفل کہاں ہے جن شرائط سے مشائخ نے جائز رکھا وہ شرائط کہاں ہیں اب میں بھی آج سے ایسی محفل میں نہ شریک ہوں گا مدت سے میرا ارادہ تھا کہ محفل سماع ترک کروں آج بدولت حاجی صاحب کے اس کا وقت آ گیا (حاشیہ) قولہ ایک دفعہ میں حضرت عبدالقدوس کے عرس میں انبٹہ آیا تھا اقول مراد زمانہ عرس ہے کیونکہ ان کا مزار انبٹہ میں نہیں ۱۲

(۳۴۴) فرمایا کہ ایک بار میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی کی قبر شریف پر تین روز تک مقیم رہا حضرت قطب صاحب کے مزار مقدس سے ایک نور کا ستون نکل کر بلند ہوا اور حضرت پیر ومرشد کے جائے اقامت (لوہاری) پر جاکر چھپ گیا اور ایک دفعہ بایں عنوان بیان فرمایا کہ حضرت پیر ومرشد کے مزار مقدس پر جاکر غروب ہوگیا پھر فرمایا کہ حضرت پیر ومرشد تو زندہ تھے اور اول عنوان فرمایا پھر حضرت قطب صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ تمہارا مقصود دلی تم کو تمہارے پیر ومرشد سے ملے گا اور چند باتیں کہیں۔ فرمایا کہ اس ستون کے نکل کر جاتے اور حضرت قطب صاحب کے ان کلمات کے کہنے سے چند مسائل حل ہوئے اور فرماتا کہ پیر پرستی یہاں سے بخوبی واضح ہوئی فرمایا کہ ایک بار مشائخ رامپور جن میں شاہ رکن عالم بھی تھے میرے وطن تھانہ بھون

میری ملاقات کو تشریف لائے اور میرے احباب کی کیفیت دیکھ کر بہت خوش ہوئے شاہ رکن عالم فرمانے لگے کہ آپ کے بعض احباب تو آپ کو مشائخ قدما پر ترجیح دیتے اور کہتے ہیں کہ اگر اس وقت حضرت شبلی وجنید بھی موجود ہوں تو ہم اپنے شیخ کو چھوڑ کر ان کی طرف ہرگز رجوع نہ کریں میں نے کہا کہ یہ ثمرہ عقیدت ومحبت ہے ورنہ یہاں تو کچھ کمال دہنر نہیں ہے (حاشیہ) قولہ پیر پرستی یہاں سے بخوبی واضح ہوئی اقول مراد وحدت مطلوب ہے یعنی پیر کے ہوتے ہوئے بڑے سے بڑے کامل کی طرف بھی توجہ نہ کرنا چاہے جیسے کہ قطب صاحب کے ارشاد سے معلوم ہوا کہ تمہارا مقصود تم کو تمہارے مرشد سے ملے گا آئندہ ملفوظ بھی اسی کی تائید میں ہے ۱۲

(۳۴۵) نفاع بدوی کا قصہ بیان فرمایا کہ اس کو مجھ سے عقیدت محبت تھی جب مدینہ منورہ کو قافلہ جاتا تھا اول وہ میرے احباب کو لیتا تھا بعدہ دوسرے مسافروں کا متلاشی ہوتا تھا اور صاحب درود نیک تھا ایک مرتبہ مجھ کو مدینہ طیبہ لیے جاتا تھا۔ اس نے ایک حدی شروع کی کہ جس سے مجھ کو حقیقت حدی کی معلوم ہوئی اور مجھ کو خوب مست کر دیا اور خود بھی مست ہو گیا۔ نفاع کے باہم بدویوں میں ایک بار لڑائی ہوئی اسی کے پاؤں میں گولی ٹک کر اندر رہ گئی باوجود واعلاج کے کئی مہینہ تک اچھا نہ ہوا۔ میرے پاس دعا کو کہلا بھیجا تھوڑے دن بعد وہ آیا اور میرا بہت اعزاز واکرام کرنے لگا کبھی دست بوسی کرتا اور کبھی پابوسی میں نے اس سے اس کی بیماری کا حال پوچھا جواب دیا کہ جب مجھ کو حالت یاس کی ہوئی تو آپ کی طرف ملتجی ہوا دیکھا کہ آپ نے میرا پیر پکڑ درست کر دیا اور گولی کو باہر پھینک دیا صبح کو گولی خود بخود نکل گئی میں نے (راوی) عرض کیا کہ آپ کی خادمہ پیرانی صاحب سے نقل کرتی ہیں کہ ایک بار میرے بھیجے حج کو آتے تھے آگبوٹ تباہی میں آ گیا۔ حالت مایوسی میں انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک طرف حاجی صاحب اور دوسری طرف حافظ جیو صاحب آگبوٹ کو شانہ دیئے ہوئے تباہی سے نکال رہے ہیں صبح کو معلوم ہوا کہ آگبوٹ دو دن کا راستہ طے کر کے صحیح وسالم

کنارے پر لگ گیا فرمایا کہ مجھ کو کیا معلوم فاعل حقیقی خداوند کریم ہے کیا عجب کہ صحیح ہو دوسروں کے لباس میں آ کر خود مشکل آسان کر دیتا ہے اور نام ہمارا تمہارا ہوتا ہے (ہنگام واپسی از عرب یہ معلوم کر کے بحر ہند میں بہت جوش ہے مجھ کو آگبوٹ میں اکثر انتشار ہوتا تھا مگر اسی حالت میں یہ معلوم ہوتا تھا کہ آگبوٹ کے داہنے بائیں حضرت صاحب قبلہ اور حضرت شیخی مولانا محمد ادریس صاحب نگرامی مدظلہ چلے آ رہے ہیں اور آگبوٹ کو سنبھالے ہوئے ہیں الحمد اللہ ۵۔ صفر ۱۳۱۴ھ کو بخیر و عافیت کراچی بندر پہنچ گئے اور کسی دن غیشان تک نہیں ہوا۔ ایسے ہی اور اکثر واقعات و حالات حضرت صاحب کے ہیں جو خود زبان مبارک سے بھی ارشاد فرمائے اور یوں بھی ظاہر ہوئے لیکن ان کو لکھ کر اب کتاب کو طول دینا ہے لہذا اپنی طرف سے اس معاملہ میں خاموشی اختیار کی جاتی ہے ۱۲ (وحشی) فرمایا کہ آج تمہارے گھر میں ذکر تھا کہ ہمارے وطن میں ایک گھر میں افلاس تھا۔ انہوں نے آپ سے تعویذ مانگا آپ نے ان کو تعویذ عنایت کیا اس کی برکت سے چندروز میں ان کی حالت مبدل بہ غنا ہو گئی ان سے کسی دوسرے گھر والوں نے شکایت کی ان لوگوں نے اپنا تعویذ دے کر کہا کہ اس کو چندروز اپنے یہاں رکھو ان کو بھی خدا نے فراغت دی اسی طرح وہ تعویذ کئی جگہ گیا فرمایا کہ مجھ کو اس کی خبر بھی نہیں ہے انکا اعتقاد یہ کام کرواتا ہے ورنہ مجھ میں تو کچھ کمال نہیں ہے (حاشیہ) قولہ دوسروں کے لباس میں آ کر خود مشکل آسان کر دیتا ہے اقول ی تعبیر مجازی ہے خود آنے سے مراد خود کی نصرت و اعانت کا آنا کما فی قولہ تعالی هل ینظرون الا ان یاتیهم الله فی ظلل من الغمام ۱۲

(۳۴۶) مولوی منظور احمد صاحب کا خط مدینہ طیبہ سے آیا تھا اس میں انہوں نے اپنی علالت کا حال لکھا تھا اور یہ بھی لکھا تھا کہ مجھے موت سے بالکل گھبراہٹ نہیں ہے بلکہ موت کی ہر وقت تمنا و آرزو ہے آپ نے فرمایا کہ مولوی صاحب بیشک ولی کی نشانیوں میں ایک یہ بھی ہے کہ موت کو دوست رکھے اور اس کا شائق رہے جیسا کہ قرآن

اہل سنت و جماعت کے لئے وھابی دیوبندی حوالہ جات

شریف میں ہے ان زعتم انکم اولیاء اللہ فتمنو الموت ان کنتم صادقین ان کا خلاصہ یہ ہے کہ دعویٰ ولایت باری غراسمہ بدوں تمنائے موت صحیح نہیں۔ایک بار مولوی منظور احمد حضرت کی خدمت میں قدم بوسی کو حاضر ہوئے تھے۔آپ نے فرمایا کہ جس نے زندہ دلی روئے زمین پر نہ دیکھا ہوا اور دیکھنا منظور ہو تو مولوی منظور احمد کو دیکھ لے یہ بیشک والی اللہ میں۔

(۳۴۷) فرمایا کہ نماز اشراق کے اول دوگانہ میں آیۃ الکرسی وامن الرسول الی اخر اسورۃ اور دوسرے دوگانہ میں اللہ نور السموات ولا لارض آخر تک اورھو الذی لا الہ الا ھو عالم الغیب آخر سورۃ تک اور تیسرے میں قل یاایھا الکافرون وقل ھو اللہ احد پڑھتا ہوں اور صلاۃ الاوابین کے اول دوگانہ میں سورۃ واقعہ اور دوسرے میں قل یاایھا الکافرون اور قل ھو اللہ احد اور تیسرے میں قل اعوذ برب الفلق و قل اعوذ برب الناس کا ورد کرتا ہوں اور نماز تہجد کی آٹھ رکعت میں آج کل بسبب کاہلی کے سورۂ یٰسین اور دو رکعت میں الم نشرح اور الم ترکیف اور دو میں سورۂ اخلاص تین تین بار اور اصل نماز تہجد میں یہ ہے کہ کثرت سے قرآن شریف کی تلاوت کرے۔فرمایا کہ واسطے غنائے قلب کے سورہ واقعہ وسورۂ مزمل سورۂ فاتحہ کا ورد رکھا کرو۔فرمایا کہ ہم دوسروں کو وہی درود وغیرہ بتلاتے ہیں جو خود کرتے ہیں لہذا اکثر لوگوں کا شکریہ آتا ہے بس کام کو آدمی خود نہیں کرتا اس کے بتلانے میں چنداں فائدہ نہیں ہوتا حافظ محمد یوسف ولد حافظ محمد ضامن صاحب نے ایک عریضہ ارسال کیا تھا اس میں اپنی پریشانی وفقر و فاقہ کا حال لکھا تھا آپ نے فرمایا کہ (راوی) اس کا جواب لکھ دو اور لکھو کہ سورہ واقعہ بعد نماز مغرب و سورہ مزمل گیارہ بار ہر روز خواہ بعد نماز عشا کے ایک ہی جلسہ میں گیارہ دفعہ خواہ بعد ہر نماز فرض کے دو دفعہ اور بعد عشا کے تین دفعہ درود رکھا جاوے اور ہر روز یااللہ یامغنی گیارہ سو مرتبہ چار ضرب سے یعنی اول داہنے پھر بائیں طرف اس کے بعد سامنے

اہل سنت و جماعت کے لئے وہابی دیوبندی حوالہ جات

پھر دل میں اس کے ضرب لگائی جاوے یہ تینوں درود واسطے دفع فقر و فاقہ کے کافی و شافی ہیں اگر تمام کئے جاویں تو بہتر فضل ہے ورنہ ایک ایک بھی کفایت کرتا ہے مگر دوام شرط ہے اور تیسرا ورد الخصوص مفید ہے۔ فرمایا کہ مکہ معظمہ میں ایک شیخ الائمہ سید المجمل نام تھے ان کا خرچ بہت تھا اور آمدنی کم مجھے شکایت کی میں نے کچھ ورد بتا دیا میرے بہت شکر گذار ہوئے اور چند قصائد میری شان میں بزبان عربی کہے ہیں (راوی) نے عرض کیا کہ یہی وظائف تھے یا اور فرمایا یہ بھی تھے اور دوسرے بھی۔

(۳۴۸) فرمایا کہ اکثر عرب لوگ میری طرف رجوع ہوئے عبدالرحمن سراج وغیرہ مرید بھی ہوئے مگر میں نے اس میں اپنا نقصان دیکھ کر خود منع کر دیا۔

(۳۴۹) امام مہدی آخرالزمان کا ذکر تھا فرمایا کہ اکثر لوگ مہدویت کا دعویٰ کرتے ہیں اور پہلے زمانہ میں بھی کیا ہے بعض لوگ تو بالکل جھوٹے ہوتے ہیں اور بعض مجبور و معذور ہوتے ہیں سیر اسماء۔ میں یہ غلطی واقع ہوتی ہے خاندان چشتیہ میں سیر اسماء سے ممانعت کی جاتی ہے بلکہ شیخ کا کام اپنے مرید کو سیر اسماء سے نکال دیتا ہے اس خاندان میں صرف تین سیریں ہیں سیر الی اللہ و سیر فی اللہ و سیر من اللہ اور دوسرے خاندان میں سیر اسماء کے مراقبے تعلیم کئے جاتے ہیں سیر اسم ہادی میں اکثر یہ غلطی واقع ہوتی ہے چونکہ سالک پر سیر اسم ہادی میں تجلیات اسم ہادی کی واقع ہوتی ہیں۔ سالک اپنے آپ کو گمان کرتا ہے کہ مہدی آخرالزمان میں ہی ہوں۔ فرمایا کہ ظہور امام مہدی آخر الزمان کے ہم سب لوگ شائق ہیں مگر وہ زمانہ امتحان کا ہے اول اول ان کی بیعت اہل باطن اور ابدال شام بقدر تین سو تیرہ اشخاص کے کریں گے اور اکثر لوگ منکر ہو جائیں گے اللہ سے ہر وقت یہ دعا مانگنا چاہیے **ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنامن لدنک رحمۃً انک انت الوھاب** فرمایا کہ ایک شامی جن کا نام غالباً سید احمد تھا یہاں مکہ مکرمہ میں بہ انتظار امام مہدی آخرالزماں کہ ان کے مرشد نے

غرض سے مکہ مکرمہ میں مقیم ہیں اور مجھ سے اکثر اوقات ملتے ہیں اور امام مہدی کے ظہور کے آثار واخبار سناتے ہیں۔ سید احمد نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ رسولمقبول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں انصرنی انصرک اور مجھ سے کنارہ کرتے ہیں کہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر ہندی کے پاس ایک تلوار ہندی ہے تم ان سے تلوار ہندی لیکر امام مہدی علیہ السلام کے معین و ناصر بنو جب انہوں نے یہ خواب بیان کیا میرے پاس دو عمدہ تلواریں تھیں حاجی عبدالحق کہ ہمارے عزیزوں سے تھے اور انگریزی سرکار میں ان کو بڑا اعزاز واکرام تھا ان کے پاس عمدہ عمدہ تلواریں تھیں انہوں نے دو دیا ایک تلوار عمدہ ہم کو ہدیۃً دی تھی میں نے بموجب خواب سید احمد کے بذریعہ مولوی منور علی صاحب تلوار دینا چاہا۔ بلکہ مولوی صاحب میرے پاس سے وہ تلوار اپنے حجرے میں سید احمد صاحب کو دینے کے لیے لے گئے مگر چونکہ اس زمانہ میں کچھ شور وشر ہو گیا تھا اور وہی باعث سید احمد صاحب شامی کے خروج کا ہوالہذا وہ ''تلوار ان کو نہیں دی گئی۔ فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں بہت سے بزرگ ہیں کہ ان کو دعویٰ ہے کہ ہم مہدی آخر الزماں ہوں گے اور بعض ظہور امام کے منتظر ہیں منجملہ منتظرین کے سید علی بغدادی ہیں وہ اکثر ہمارے پاس آمد ورفت رکھتے ہیں ان کی کشف وکرامت اہل مکہ میں مشہور ہے ان کے حساب سے امام مہدی۔ کے ظہور میں ایک یا دو سال باقی ہیں انہوں نے امام مہدی کو رکن یمانی کے پاس نماز پڑھتے بھی دیکھا ہے اور ان سے مصافحہ بھی کیا ہے اس وقت امام صاحب کی عمر قریب چالیس سال کے معلوم ہوتی تھی۔ سید علی صاحب کہتے ہیں کہ میں بموجب ارشاد جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ انتظار امام مہدی علیہ السلام مقیم ہوں واللہ اعلم بالصواب۔

(۳۵۰) اثنائے درس مثنوی معنوی میں فرمایا کہ علمائے ظاہر وان من شئی الایسبح بحمدہ ولا کن لا تفقھون تسبیحھم کی شرح میں فرماتے ہیں کہ

چونکہ ذی روح انسان جب کسی شئے عجیب کا ملاحظہ کرتا ہے تو بیساختہ اس کی زبان سے سبحان اللہ جاری ہوتا ہے تو گویا اس شئے نے سبحان اللہ کہا۔ جیسے سبب بنائے بیت کو بانی اور آلہ قطع کو قاطع کہتے ہیں یہ ان کی بے سمجھی کی دلیل ہے تمام اشیاء تسبیح حقیقی کہتی ہیں۔ نہ تسبیح مجازی البتہ اس تسبیح حقیقی کے سننے کو ان کانوں ظاہری کے سوا باطنی کان درکار ہیں وہ کان اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام و اولیائے کرام کو عنایت فرمائے ہیں احادیث صحیحہ میں حجر وشجر کی تسابیح کے مسموع ہونے کا اکثر بیان وارد ہے ایک مرتبہ جنگل کی سیر میں ایک ہمارے یار نے فرمایا کہ مجھے ان حرکات سبزہ زار سے آواز لا الہ الا اللہ مسموع ہوتی ہے (حاشیہ) قولہ یہ ان کی بے سمجھی کی دلیل ہے۔ اقول یعنی جن کی تفسیر میں بناء انکار ہو تسبیح حقیقی کا باقی جو اس کے منکر نہ ہوں مگر کسی وجہ سے آیت کی تفسیر میں اس وجہ کو ترجیح دیں۔ ان کی بے سمجھی کا حکم کرنا مقصود نہیں ۱۲

(۳۵۱) فرمایا کہ عذاب اخروی اس عالم میں بھی بعض اشخاص کو معلوم ہو جاتا ہے۔ جلال آباد میں (جو ہمارے قصبہ کے قریب ایک بستی ہے) ایک رئیس نے بطمع دنیوی ہنود کو اپنی زمین میں بت خانہ بنانے کو دے دی۔ جب ان کا وقت اخر آیا۔ حکیم غلام حسن ان کے معالج نبض دیکھ رہے تھے، مریض نے پکار کے کہا کہ حکیم جیو مجھے اس بنجرۂ آہنی آتشین سے بچاؤ مجھ کو اس پنجرے میں ڈالے دیتے ہیں لوگ متعجب تھے اور کچھ تدارک نہیں کر سکتے تھے۔ آخر اسی فریاد وزاری میں روح اس کی پرواز کر گئی۔

(۳۵۲) فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ صفت ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت حق کی آپ کی شکل و ہیئت میں دیکھا ہے (حاشیہ) قولہ آپ کی شکل و ہیئت میں دیکھا ہے اقول منام وغیرہ میں ایسی تجلی مثالی میں ممتنع نہیں ۱۲

(۳۵۳) اثنائے درس مثنوی معنوی میں فوائد خدمت شیخ کا بیان فرمایا کہ حضرت شاہ بھیکھ صاحب نے بہت ہی اپنے پیر کی خدمت کی ہے تمام گھر کا کاروبار ان کے ذمہ تھا۔ حضرت شاہ ابوالمعالی ان کے پیر کے یہاں بوجہ کثرت اولاد فقر وفاقہ بہت رہتا تھا

اکثر لوگ سہارنپور کے شاہ ابوالمعالی کے مرید تھے جب وہ لوگ حضرت کی دعوت کر کے ان کو سہارنپور لے جاتے تو شاہ بھیکھ اپنے پیر سے چھپا کر میزبان سے کہتے کہ دعوت میں تم کو دس آدمیوں کا کھانا تیار کروانا ہوگا۔ یہ مناسب نہیں ہے کہ حضرت کی دعوت کی جائے۔ اور لڑکے آپ کے بھوکے پڑے رہیں بعد نماز عشا و فراغ طعام حضرت کے لڑکوں کے واسطے کھانا لیکر حضرت شاہ بھیکھ گھر پر یعنی قصبہ نیٹھ جو سہارن پور سے دس کوس ہے پہنچاتے اور پھر سہانپور واپس جاتے تھے تب پیر کو تہجد کے واسطے جگاتے تھے جب تک حضرت ابوالمعالی سہارنپور میں رہتے روزانہ یہی واقعہ ہوتا حضرت جمکان پر آتے تو عذر کرتے کہ ہم نے تو کئی دن تک خوب پیٹ بھر کر کھایا مگر افسوس تم لوگ بدستور بھوکے پیاسے رہے بچے عرض کرتے کہ نہیں ابا جی ہمارے بھائی بھیکھ میاں ہم کو روز کھانا دے جاتے تھے حضرت یہ سن کر بہت خوش ہوتے شاہ بھیکھ نے پندرہ بیس برس تک ایسی خدمت پیر کی کی تھی مگر بظاہر ان کو کچھ فائدہ حاصل نہ تھا۔ البتہ خدمت پیر ورضامندی باطن میں ان کا مطلب پورا کر رہی تھی۔

(۳۵۴) میں نے (راوی نے) عرض کیا کہ مولانا روم نے اولیائے کرام کی بہت صفت بیان کی ہے میرے خیال ناقص میں اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ مولانا تمام عمر علوم رسمی میں مشغول رہے آخر عمر میں بدولت مولانا شمس تبریز کے دفعۃً علوم باطنیہ سے لبریز ہو گئے اور چونکہ اپنے محسن کا ذکر کرنا مناسب ہے اس وجہ سے بار بار اولیاء کا ذکر کیا ہے۔ فرمایا کہ مولانا روم مادرزاد ولی تھے ایک بار عالم طفلی میں لڑکوں کے ساتھ کھیلتے تھے لڑکوں نے کہا کہ آؤ آج اس مکان سے دوسرے مکان پر جست لگائیں آپ نے فرمایا کہ یہ کھیل تو بندروں کتوں اور بلیوں کا ہے انسان کو چاہیے کہ زمین سے آسمان پر جست لگائے یہ کہہ کر غائب ہوئے لڑکوں میں شور وغل پیدا ہوا اور ان کے والدین کو بھی اضطراب ہوا۔ تھوڑی دیر بعد آپ ظاہر ہوئے اور بیان کیا کہ جیسے ہی میں نے وہ کلمہ کہا مجھے دو فرشتے چہارم آسمان پر لے گئے مجھے وہاں کے عجائب و

غرائب دیکھنے سے گریہ طاری ہوا میری یہ حالت دیکھ کر پھر زمین پر چھوڑ گئے۔ فرمایا کہ مولانا روم کے والد اپنے وطن بلخ سے بقصد حج و زیارت مدینہ طیبہ مع مولانا کے روانہ ہوئے نیشاپور میں مولانا فریدالدین عطار کی زیارت سے مشرف ہوئے مولانا عطار نے ان سے پوچھا کہ کہاں کا عزم ہے انہوں نے جواب دیا کہ حرمیں شریفین کا عطار نے فرمایا۔ کہ تمہارے لڑکے کے سینۂ بے کینہ میں دریائے معرفت جوش زن ہے اس کی بہت حفاظت رکھو اور اس سفر میں اس کو ہمراہ نہ لے جاؤ اور اپنی تصنیف الٰہی نامہ مولانا روم کو دے کر فرمایا کہ اس کو دیکھا کرو تمہارے دیکھنے سے اسکو شرف ہوگا۔ مولانا کے والد نے عزم حج فسخ کر کے ملک روم میں شہر قونیہ میں اقامت اختیار کی۔ بخیال تبرک مولانا الٰہی نامہ کو ورد میں رکھتے تھے۔ اسی طرز پر مثنوی تصنیف فرمائی اور مولانا عطار کی تعریف میں ہفت شہر عشق را عطار الخ کہا فرمایا کہ جو نعمت مولانا روم کو حاصل تھی۔ اگر تمام عمر کی جانفشانی سے بھی حاصل ہو اس کا شکریہ قیامت تک ادا ہونا دشوار ہے۔ پھر اگر مولانا روم نے اپنی مثنوی میں بار بار مشائخ عظام کا تذکرہ کیا۔ تو کیا عجیب ہے فرمایا کہ مولانا روم کہیں تشریف لیے جاتے تھے اور جماعت طلبہ ہمرکاب تھی مولانا شمس تبریز نے آپ کی سواری کی باگ پکڑ کر پوچھا حضرت بایزید بسطامی تو ما اعظم شانی کا دم بھرتے ہیں اور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ماعدفناک حق معرفتک کا ورد فرماتے ہیں پس افضل کون ہے؟ مولانا نے جواب دیا کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم حوصلہ عالی رکھتے تھے لہذا باوجود کمال معرفت کے ماعرفناک حق معرفتک فرماتے ہے اور حضرت بایزید بسطامی بباعث پست حوصلگی و نقصان ہمت کے نعرہ اعظم ستانی کا مارتے تھے پس افضل وہی ہے کہ ہمت عالی و حوصلہ بلند رکھتا ہے یہ سنکر حضرت شمس تبریز نے شادان و فرحان ہوکر ایک چیخ ماری اس چیخ نے مولانا روم کا مطلب پورا کر دیا اور مولانا شمس تبریز کا عاشق بنا دیا اس

بہت پریشان ہو کر آپ کے متلاشی ہوئے چونکہ حضرت شمس تبریز طریقۂ ملامتیہ رکھتے تھے اس وجہ سے گانیوالوں کے ساتھ رہا کرتے تھے مولانا روم کو ایک جگہ پتہ ملا کر مولانا شمس تبریز ایک جگہ گانے بجا رہے ہیں۔ یہ سن کر وہاں پہنچے اور حضرت سے لپٹ گئے حضرت شمس صاحب اس وقت اپنے گانے بجانے میں مست تھے جب ہوش آیا تو دیکھا کہ مولانا روم حاضر ہیں اسی وقت ان کے کان میں رکھ کر بجا دیا اور خود پھر غائب ہو گئے مولانا روم نے اول مثنوی میں اسی کا حال بیان کیا ہے ۔

بشنواز نے چوں حکایت می کند در جدائی ہاشکایت مے کند

شارحین نے کئی طرح سے اس کا مطلب بیان فرمایا ہے (حاشیہ) قولہ مولانا کے والد نے عزم حج فسخ کر کے اقول غالباً ان پر فرض نہ ہوگا ۱۲ قولہ ماعرفناک و حق معرفتک.

اقول لااحصی ثناء علیک سے یہ مضمون حاصل ہوتا ہے ۱۲ قولہ کان میں نے رکھ کر بجا دیا اقول یا تو اس وقت مغابیۃ میں غیر مکلف تھے یا ان کی تحقیق میں اس کا قبح بغیرہ ہوگا جو علت قبح نہ ہونے سے مرتفع ہو گیا کما فی طبل الغزاۃ و طبل السجون ۱۲ قولہ اسی لے کا حال بیان کیا ہے اقول یعنی بعض شارحین کے قول پر جس کا قرینہ آئندہ کی عبارت ہے ۱۲

(۳۵۵) فرمایا کہ مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری جب حافظ عبدالکریم تاجر میرٹھ کے ملازم تھے یہاں مع حافظ عبدالکریم کے زیارت حرمین شریفین کو آئے میں نے کہا کہ مولانا مملوک علی صاحب نے میرا سبق گلستان آپ کے سپرد کیا تھا اس وجہ سے آپ میرے استاد ہیں۔ مگر میں ایک بات عرض کروں گا اگر نا گوار نہ ہو انہوں نے فرمایا کہ میں آپ کو اپنا بزرگ جانتا ہوں جو فرمایئے بسر و چشم منظور ہے میں نے کہا کہ آپ کا یہ منصب نہیں ہے کہ حافظ عبدالکریم وغیرہ آپ کو کام کا حکم دیں بلکہ ان

پر درس احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ صاحبہا کا فرمایا کریں۔تاکہ خلق کو فیض ہو مولانا صاحب نے قبول کر کے فرمایا کہ آپ حرم محترم میں میرے لیے دعا کریں۔ چنانچہ یہاں سے جا کر ترک تعلق کر کے درس حدیث کا شغل اختیار کیا اور صدہا طلباء کو محدث بنا دیا۔اور حافظ عبدالکریم نے میرے سامنے بہ کچھ معذرت کی کہ مولانا کو ہم لوگ اپنا مخدوم جانتے ہیں۔میں نے کہا سچ ہے مگر نوکر در حقیقت خادم ہی ہوتا ہے چاہے اس کا آقا سے اپنا مخدوم بھی تصور فرمائے اور لفظ خادمی کا زبان پر نہ لائے۔

(۳۵۶) فرمایا کہ مولانا احمد علی صاحب نے دربارۂ مولوی محمد قاسم صاحب فرمایا کہ انہوں نے علم کی بالکل بیقدری کر دی آپ نے ان کو ایسا پست بنا دیا کہ گویا وہ کچھ جانتے ہی نہیں ہیں۔میں نے جواب دیا کہ میرے نزدیک اس پستی نے علم کو خوب بڑھایا مولانا روم فرماتے ہیں۔

ہر کجا پستی است آب آنجا رود

(۳۵۷) مولوی بہادر الدین صاحب طائف سے چلہ کر کے حضرت کے حضور میں حاضر ہوئے اور بذریعہ فقیر حقیر (راوی) عرض کیا کہ میں ہر روز قریب دو لاکھ اسم ذات کا ورد رکھتا تھا۔مگر چنداں ثمرہ مرتب نہیں ہوا معلوم ہوتا ہے کہ حضور کی کچھ رنجش ہے ورنہ ضرور معتد بہ فائدہ ہوتا۔فرمایا کہ میں اللہ اللہ کہنے والوں سے کیسے ناراض ہوتا۔اگر ہماری عنایت نہ ہوتی قریب دو لاکھ کے اسم ذات کا ورد کیسے کرتے گھبرا کر چھوڑ دیتے مثنوی کا قصہ تم کو یاد نہیں ہے کہ ایک شخص کو شیطان نے بہکایا کہ تم جو یا اللہ کہتے ہو کبھی اللہ کی طرف سے لبیک کی آواز بھی سنی معلوم ہوتا ہے کہ ذکر تمہارا مقبول نہیں ہے اس نے ذکر الٰہی چھوڑ دیا۔حضرت حق نے بواسطہ حضرت خضر علیہ السلام کے اس سے دریافت فرمایا کہ تم ہمارا ذکر کیوں ترک کر دیا۔اس نے وہی جواب دیا کہ اس طرف سے لبیک کی آواز نہیں آتی حضرت حق نے فرمایا کہ تمہارا ذکر کرنا بھی ہماری لبیک ہے اگر ہم تم کو توفیق ذکر نہ دیتے تم کیونکر ہمارا ذکر کرتے۔

(۳۵۸) بالاخانہ سے لفافہ لاکر مجھے (راوی کو حضرت نے) دیا اور فرمایا کہ پڑھو میں نے عرض کیا کہ عبدالفتاح بن سید مصطفےٰ نے شہر لاذقیہ سے دو شجرے ایک نقشبندیہ آفاقیہ نصیریہ امدادیہ کا اور دوسرا چشتیہ صابریہ امدادیہ کا عربی میں نظم کر کے بھیجے ہیں اور لکھا ہے کہ مجھے ہاتف غیب نے ندادی ہے کہ لبیک لبیک یا جابۃ الماسول اور اس قدر مجھے فتوح و فیوض ان ناموں کی برکت سے حاصل ہوئے ہیں کہ اس سے پہلے کبھی حاصل نہیں ہوئے۔ حضرت نے فرمایا کہ عبدالفتاح کی مجھے بیعت عثمانی ہے انہوں نے مجھے نہیں دیکھا ہے۔ بذریعۂ خطوط بیعت و اجازت جمیع سلاسل کی حاصل کی ہے خصوصاً چشتیہ صابریہ نقشبندیہ نصیریہ کی خدا کی شان ان کو اس قدر فیض و برکت حاصل ہے کہ حاضرین کو غبطہ ہوتا ہے ان کے والد بھی مجھ سے بیعت کر کے اجازت جمیع سلاسل کی اور ضیاء القلوب وغیرہ لے گئے ہیں پھر میں نے (راوی) عرض کیا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ ان شجروں کو آپ طبع کرادیں اور خدام کو اجازت ورد کی دیجئے۔ اور کچھ شجرے مطبوعہ مجھے بھیج دیں تاکہ میں اس طرف شائع کروں فرمایا کہ اگر کوئی ہمارا احوال لکھے۔ تو وہ اس کو بھی چھپوا سکتا ہے اور بایں عنوان شائع کرسکتا ہے کہ خدا نے حضرت مخدوم علی احمد صابر کو یہ عروج عنایت فرمایا ہے کہ ان کا سلسلہ اکثر بلاد میں بالخصوص بلاد عرب و حرمین شریفین و شام و روم مغرب میں شائع ہوا ہے اور اس کی تائید میں ان شجروں کو پیش کرے۔

(۳۵۹) فرمایا کہ جب میں ہجرت کر کے مکہ مکرمہ آیا تو یہاں منجملہ علمائے کرام کے شیخ جمال بہت بڑے محدث و شیخ تھے' بعد ملاقات و تعارف کے میری بہت ہی توقیر و تعظیم کرتے تھے ان دنوں حنفی مصلہ کے پیچھے بیٹھتا تھا۔ شیخ جمال صاحب بعد نماز صبح اکثر طواف کرتے تھے' اور چونکہ حنفی تھے' دوگانہ طواف ہر طواف کے بعد نہیں پڑھتے تھے بلکہ جمع کر کے بعد طلوع آفتاب پڑھتے تھے جب اپنے مکان کو جانے لگتے میری طرف آکر مسکرا کے ملتے اور اپنے مکان کو لوٹ جاتے ہیں ان کے راستہ میں نہیں ہوتا

تھا۔ بلکہ قصداً میرے پاس آتے تھے ایک مرتبہ میں نے عرض کیا کہ آپ اس قدر میرے حال پر عنایت فرماتے ہیں اور عرب لوگ ہندیوں کو بہت کراہت سے یاد کرتے ہیں فرمایا کہ یہ قول سفہاء کا ہے ہمارے نزدیک جس قدر قدر و منزلت اہل ہند کی ہے دوسرے ملک والوں کی نہیں ہے۔ ہند کے علماء جید اور فقرا بھی بے مثل اور اہل حرفہ بھی لاثانی اور طبیب بھی بے نظیر۔ مشائخ مکہ میں شیخ فاسی اور احمد وہاں وابراہیم رشیدی وغیرہ تھے جمیع مشائخ وعلماء اس فقیر کی خاطر و تعظیم کرتے تھے اور شیخ احمد وہاں کو تو ہندیوں سے بہت ہی عقیدت تھی۔ یہاں تک کہ اپنی اولاد کو تاکید کرتے تھے کہ علوم وفنون اہل ہند سے حاصل کرو۔ چنانچہ ان لوگوں نے مولوی رحمت اللہ صاحب کے مدرسہ میں فراغ حاصل کیا ہے فرمایا کہ عبداللہ سراج (جن کی جگہ پر شیخ جمال درس دیتے تھے اور شیخ جمال ان کے شاگرد تھے) حنبلی مصلہ کی جگہ پر کہ خالی تھی اور حنبلی مصلہ قریب چاہ زمزم کے تھا درس دیتے تھے۔ اور شاہ محمد اسحٰق صاحب ان کے درس میں ایک ستون سے لگ کر کھڑے رہتے تھے۔ بعد فراغ درس کے عبداللہ سراج صاحب شاہ صاحب کی طرف تشریف لاتے تھے' شاہ صاحب آگے بڑھ کر ملتے تھے عبداللہ سراج آپ کا ہاتھ پکڑ کر لوگوں سے مخاطب ہوتے اور کہتے تھے کہ یہ ہند کے بڑے عالم ہیں اور بڑی تعریفیں کرتے تھے' فرمایا کہ ایک بار شاہ محمد اسحٰق صاحب سے میں نے یا مولوی رحمت اللہ صاحب نے پوچھا کہ عبداللہ سراج صاحب بڑے عالم ہیں یا شاہ عبدالعزیز صاحب آپ نے جواب دیا کہ دینیات میں تو عبداللہ سراج صاحب شاہ عبدالعزیز صاحب سے بڑھے ہوں گے ہاں دوسرے علوم میں شاہ صاحب بیشک زائد ہیں۔ دوسرے فنون کا اس ملک میں رواج و چرچا کم ہے ان لوگوں کو دیگر فنون کی طرف میلان نہیں پھر یہ لوگ اس میں کیسے کمال حاصل کر سکتے ہیں۔

(۳۶۰) میں (راوی) نے عرض کیا کہ اگر شیخ کسی کو وظیفہ بتلا دے تو دوسرے سامعین کو بھی اجازت ہے؟ فرمایا کہ اگر شائق ہیں تو کیا مضائقہ۔

(۳۶۱) میں نے (راوی) حضرت سے دریافت کیا کہ حضرت پیرومرشد کا اول ہاتھ کس نے پکڑا ہے اس سے یہ مطلب تھا کہ پہلے کون شخص مرید ہوا نہ یہ کہ آپ پہلے کس سے مرید ہوئے آپ نے فرمایا کہ ظاہر میں اول بیعت میری طریقۂ نقشبندیہ میں حضرت نصیرالدین صاحب دہلوی خلیفہ حضرت شاہ محمد آفاق صاحب سے ہوئی اور باطن میں بلاواسطہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح ہوئی کہ میں نے دیکھا کہ حضور ایک بلند جگہ پر رونق افروز ہیں اور حضرت سید احمد صاحب شہید کا ہاتھ آپ کے دست مبارک میں ہے اور میں بھی اسی مکان میں بوجہ ادب کے دور کھڑا ہوں حضرت سید صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر حضور کے ہاتھ میں دیدیا۔ خدا نے مجھ کو کچھ اور بھی دکھایا ہے اگر ظاہر کروں تم لوگ کچھ کا کچھ کہو گے (پھر وہ کیفیت مجھ سے خفیہ بیان فرمائی) فرمایا کہ بیعت باطنی پہلے ہے اور ظاہری اسی روز ہے یا ایک دو روز بعد۔ فرمایا کہ پیرومرشد حضرت نصیرالدین اکثر اوقات تلاوت قرآن مجید فرماتے تھے اور بہت روتے تھے چہرۂ مبارک پر کثرت گریہ سے سیاہ نشان پڑ گئے تھے، فرمایا کہ میں حضرت نصیرالدین صاحب کی خدمت میں بہت کم رہا میرے والد ماجد بیمار ہو گئے تھے دہلی سے اپنی تیمارداری کے لئے طلب کیا میں حضرت سے رخصت لینے گیا حضرت مجھے رخصت کرنے مدرسہ حضرت شاہ مولانا محمد اسحٰق صاحب سے جو میرے مکان قیام سے کچھ دور تھا میرے ہمراہ تشریف لائے ہر چند میں نے عذر کیا مسموع نہ فرمایا جب حضرت واپس جانے لگے میں بپاس ادب حضرت کے ہمراہ مدرسہ تک گیا پھر جب میں واپس آنے لگا حضرت میرے مکان تک رخصت کرنے تشریف لائے پھر جب مراجعت فرمائی میں بدستور مدرسہ تک گیا۔ جب تیسری دفعہ میں مدرسہ سے چلنے لگا اور حضرت نے پھر قصد تشریف آوری کیا۔ مجبور ہو کر میں حضرت کے قدموں پر گر پڑا۔ حضرت نے مجھے سینہ مبارک سے لگا کر بہت دعا دی اور طریقہ نقشبندیہ کی اجازت عطا فرمائی میرے والد ماجد کئی مہینے مریض رہے بہت علاج ہوئے کچھ مفید نہ

ہوااور دنیا سے رحلت فرمائی۔انا للہ و انا الیہ راجعون اسی وجہ سے میں اپنے پیرو مرشد کی خدمت میں دوبارہ حاضر نہ ہوسکا اور اسی درمیان میں حضرت بغرض جہاد افغانستان کو چلے گئے میرا ارادہ تھا کہ میں بھی حاضر حضور ہوں گا مگر اس مابین میں شہر غزنی سے حضرت کی رحلت فرمانے کی خبر آئی انا للہ و انا الدر راجعون میں ان کی خدمتشریف میں بہت قلیل مدت حاضر رہا کچھ لطائف جاری ہو گئے تھے (حاشیہ) قولہ آپ نے فرمایا کہ ظاہر میں اول بیعت میری طریقہ نقشبندیہ میں حضرت نصیرالدین صاحب دہلوی خلیفہ حضرت شاہ محمد آفاق صاحب سے ہوئی اقول چونکہ سوال کی عبارت مبہم تھی حضرتؒ دوسرا مطلب سمجھے جس کی وجہ میرے ذوق میں یہ ہے کہ حضرت پر تواضع بے حد غالب تھی تو پیر بننے کا احتمال آپ کے ذہن سے بعید رہا مرید ہونے کا احتمال قریب ہو گیا ۱۲

(۳۶۳) فرمایا کہ میں چوبیس ہزار مرتبہ کو درجۂ اوسط ہے ہر روز اسم ذات پڑھتا تھا اور نفی واثبات حبس دم میں ڈھائی سو تک کیا ہے۔

حضرات ناظرین حضرت صاحب کے مناقب و اوصاف و حالات جیسے کچھ ہیں محتاج بیان نہیں بلکہ کالشمس اظہر ہیں ہر خادمہ کو کچھ نہ کچھ فیض ربانی باطنی و ظاہری ضرور حاصل ہوا ہے اگر تھوڑا تھوڑا بیان کیا جاوے دفتر عظیم ہو جاوے۔مختصراً اسی قدر واسطے بہرہ اندوزی سعادت کے عند ذکر الصالحین تنزل الرحمۃ واقع ہے کافی و وانی ہے اور زیادہ حوصلہ کرنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔لہذا عنان قلم کو روک کر یہ مضمون عالی ختم کیا جاتا ہے۔

واخر دعونا ان الحمد رب العلمین

تنبیہ

یہ وہ ملفوظات تھے جو یکجا مجتمع ہیں باقی متفرق ملفوظات نہایت کثرت سے ہیں جن میں بہت سے ثقات کے السنہ پر دائر ہیں اور بہت سے احقر کے تالیفات ہیں جا بجا مذکور ہیں جن کے جمع کرنے کا ایک زمانہ میں بعض احباب نے سلسلہ شروع کر دیا تھا مگر اتفاق سے وہ غیر مکمل رہا لیکن جتنا کچھ جمع ہو گیا تھا اسی کو نقل کرنا غنیمت معلوم ہوا چنانچہ ذیل میں بعنوان علوم امدادیہ مع اس کے خطبہ کے جو منجانب جامع کے ہے نقل کیا جاتا ہے۔

علوم امدادیہ

دیباچہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بعد حمد و صلوٰۃ بندۂ ناچیز محمد مصطفیٰ بجنوری مقیم میرٹھ محلّہ کرم علی عرض پرواز ہے کہ احقر نے حضرت حکیم الامۃ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی مدظلہ کے مواعظ میں سے امثال و حکایات منتخب کر کے ایک مستقل کتاب بنا دی تھی نام اس کا امثال عبرت رکھا تھا اُس میں بعض حکایات حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی نور اللہ مرقدہ کی بھی تھیں جن میں اعلیٰ درجہ کے علوم تھے جی چاہا کہ یہ حکایات الگ ہی جمع ہو جاویں تو اچھا ہے کہ مستفیدین کے لیے بطور تبرک اور یادگار چھوٹا سا رسالہ ہو

جائے۔ چنانچہ وہ ہدیۂ ناظرین سے خدائے تعالیٰ نافع ومقبول فرمادیں۔ نام اس کا حضرت قدس سرہ کے نام نامی پر علوم امدادیہ رکھا جاتا ہے۔

چونکہ امثال عبرت کی ترتیب متعدد ابواب پر مثل کتاب العلم و کتاب العبادات و کتاب العادات وغیرہ کی گئی تھی اس واسطے وہی ترتیب اس میں بھی قائم رکھی گئی۔ اور چونکہ امثال عبرتخود ہی ناتمام ہے کیونکہ اس کا انتخاب حضرت والا کی تصانیف میں سے کیا گیا ہے اور تصانیف کا سلسلہ بحمد اللہ جاری ہے؟ اللھم زوفزد اس واسطے یہ رسالہ؟ علوم امدادیہ بھی ناتمام ہے اس کو حصہ اول قرار دیا جاتا ہے اگر منظور خدا ہو تو دیگر حصص بھی مرتب ہوجاویں گے ناظرین دعا فرمائیں ۱۶ ذلحجہ ۱۳۳۶ھ۔

(تنبیہ از اشرف علی) اس رسالہ میں کچھ ملفوظات حضرت حاجی صاحب قدس سرہ کے ہیں اور مقصود بالنقل وہی ہیں اور کچھ مقولات احقر کے ہیں جزئیت رسالہ کے سبب ان کو بھی باقی رکھا گیا مگر امتیاز کے لیے حضرت کے ارشادات پر سلسلۂ سابقہ کی ترتیب سے نمبر لگا دیئے گئے ہیں اور احقر کے معروضات پر ابجد کے حروف لکھدئے گئے اور مرکب پر دونوں علامتیں لکھدیں ایک ایک جزو کے اعتبار سے نیز بعض قلیل ملفوظات حضرت قدس سرہ کے مکرر بھی آ گئے ہیں مگر چونکہ وہ کسی نہ کسی فائدہ زائدہ پر مشتمل تھے اس لئے ان کو بحکم غیر مکرر قرار دے کر نمبروں کا شمار کم نہیں کیا گیا فقط آخر شعبان ۴۴ھ۔

کتاب العلم

(۳۶۳) حضرت حاجی صاحب سے کسی نے پوچھا کہ حضرت میں اللہ کا نام لیتا ہوں مگر کچھ نفع نہیں ہوتا حضرت نے فرمایا کہ یہ تھوڑا نفع ہے کہ نام لیتے ہو یہ تمہارا نام لینا ہی نفع ہے اور کیا چاہتے ہو۔

گفت آں اللہ تو لبیک ماست   ویں نیاز و سوز و دردت پیک ماست

ف پس دنیا میں تو یہ رحمت کہ نام لینے کی اجازت دی اور آخرت میں اس پر قبول ورضا مرحمت فرمائیں گے (آثار المحبۃ وعظ پنجم جلد پنجم دعوات عبدیت)

(۳۶۴) ہمارے حضرت قبلہ حاجی امداد اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ بیٹھے ہوئے تھے اور یہ مضمون بیان فرمارہے تھے کہ جس طرح راحت وآرام نعمت ہے اسی طرح بلا بھی نعمت ہے کہ اسی وقت ایک شخص آیا اس کا ہاتھ زخم کی وجہ سے خراب ہو رہا تھا اور سخت تکلیف میں مبتلا تھا اور کہا کہ میرے لیے دعا فرمایئے اس وقت میرے قلب میں یہ خطرہ گذرا کہ حضرت اس کے لیے کیا دعا کریں گے اگر صحت کی دعا کریں تو اپنی تحقیق سے رجوع لازم آتا ہے اور اگر دعا نہ کریں تو اس شخص کے مذاق کی رعایت نہیں ہوتی اور یہ شیخ کامل کے لیے ضروری ہے آپ نے فرمایا کہ سب لوگ دعا کریں کہ اے اللہ اگرچہ ہم کو معلوم ہے کہ یہ تکلیف بھی نعمت ہے لیکن ہم لوگ اپنے ضعف کی وجہ سے اس نعمت کے متحمل نہیں ہوسکتے۔ اس نعمت کو مبدل بہ نعمت صحت فرمادیجئے (ضرورۃ الاعتنا بالدین وعظ اول جلد (۳) (عوات عبدیت)

(۳۶۵) حضرت حاجی صاحبنور اللہ مرقدہ کو چونکہ محبت حق اور توحید میں کمال تھا اور توجہ بحق غالب تھی آپ ہر بات کو توحید کی طرف منعطف فرماتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص نے حاضر خدمت ہو کر بعض حکام مکہ کے تشددات کا تذکرہ شروع کیا کہ یوں ظلم کرتے ہیں یوں پریشان کرتے ہیں مگر وہاں تو دل میں ایک ہی بسا ہوا تھا اور یہ حالت تھی۔

خلیل آسا در ملک یقین زن   نوائے لا احب الآفلین زن

اور یہ حالت تھی۔

ہمہ شہر پر زخو باں منم و خیال ماہے   چہ کنم کہ چشم یک بیں نکند بہ کس نگاہے

پس معا ہی فرماتے ہیں کہ آج کل اسماء جلالیہ کا ظہور ہو رہا ہے (وعظ النور)

(۳۶۶) حضرت حاجی صاحب قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ کبھی تو قہر ہوتا ہے

بصورت لطف جیسے کفار پر ہے (اس سے یہ ثابت ہوا کہ مسلمانوں کو ہرگز یہ تمنا ہونا چاہیے کہ ہم بھی بڑے عہدے حاصل کریں ہم بھی فٹن پر سوار ہوں یہ فٹن نہیں ہے فتن ہے جس کا نام لوگوں نے ترقی رکھا ہے یہ فی الحقیقت قہر ہے جس کی صورت لطف کی ہے اور کبھی لطف ہوتا ہے بصورت قہر جیسے مقبولین کی مصائب اسی طرح اہل ایمان کی جو شکستگی اور پستی کی حالت ہے یہ لطف ہے گو صورت قہر ہے (پس اس شکستگی کو دل و جان سے اختیار کرنا چاہیے مولانا فرماتے ہیں۔

ناخوش تو خوش بود برجان من　　　دل فدائے یار دل رنجانِ من

یعنی جو آپ کی طرف سے ناخوشی پیش آوے وہ میرے لئے پسندیدہ ہے میرا دل میرے یار دل رنجان پر فدا ہے دل رنجان سے معلوم ہوا کہ دل کو رنج ضرور ہوتا ہے اور ایسے ہی ناخوش سے بھی معلوم ہوا کہ مصیبت جو پیش آتی ہے وہ رنج وہ ہے لیکن چونکہ نسبت آپ کی طرف ہے اس لیے وہ مجھ کو خوش معلوم ہوتی ہے عارف کامل کی یہی شان ہوتی ہے کہ رنج کی بات سے اس کو رنج ہوتا ہے لیکن وہ اس سے راضی ہے اور اس سے کوئی تعجب نہ کرے کہ رنج اور رضا کیسے جمع ہو گئے دیکھو کریلوں کے اندر مرچیں بہت ڈالی جاویں تو ان کے کھاتے بھی ہیں اور سی سی بھی کرتے جاتے ہیں اور ناک اور آنکھوں سے پانی بہت بہتا جا رہا ہے اور مزہ بھی آ رہا ہے پس لذت اور کلفت دونوں جمع ہو سکتی ہیں تو وہ یار گو دل رنجان ہیں مگر وہ اپنے کمالات سے ایسے ہیں کہ دل ان پر فدا ہے۔ الحاصل کلفت دنیا میں ہو یا آخرت میں وہ مسلمانوں کے لیے رحمت ہے) (امثال عبرت ص ۱۱۴)

(۳۶۷) میں نے حضرت حاجی صاحبؒ سے سنا ہے کہ ایک بزرگ مشغول بحق بیٹھے ہوئے تھے ایک کتا سامنے سے گذرا اتفاقاً اس پر نظر پڑ گئی ان بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اس نگاہ کا اس کتے پر بھی اتنا اثر پڑا کہ جہاں وہ جاتا تھا اور کتے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتے تھے اور جہاں بیٹھتا سارے کتے حلقہ باندھ کر اس کے اردگرد بیٹھ

جاتے تھے پھر ہنس کر فرمایا کہ وہ کتوں کے لیے شیخ بن گیا۔ف بزرگوں کا عجب اثر ہوتا ہے اور عجیب برکت ہوتی ہے ایک بزرگ کے پاس ایک کتا آنے جانیلگا اس کا نام انہوں نے کلوا رکھا تھا ایک مرتبہ وہ کتا کئی دن نہ آیا بزرگ رقیق القلب ہوتے ہی ہیں اس کتے سے بھی تعلق ہو گیا تھا دریافت فرمایا کہ کلوا کئی دن سے نہیں آیا انہوں نے تو ویسے ہی معمولی طور سے دریافت کیا تھا لیکن مریدین و معتقدین اس کی تحقیقات اور تلاش کے درپے ہو گئے دیکھا کہ ایک کتیا کے پیچھے پیچھے پھر رہا ہے ان لوگوں نے آ کر یہی کہدیا کہ وہ تو ایک کتیا کے پیچھے پھر رہا ہے جب وہ کتا آیا تو ان بزرگ نے اس سے کہا کہ کیوں میاں تم بڑے نالائق ہو ہمارے پاس آتے جاتے ہو اور پھر بھی کتیا کے پیچھے پھرتے ہو یہ سن کر وہ کتا فوراً وہاں سے لچا گیا تھوڑی دیر میں دیکھا گیا کہ ایک موری میں سر دیئے ہوئے مرا ہوا پڑا ہے۔ دیکھئے جن کے فیوض جانوروں پر بھی ہوں ان سے انسان کیسے محروم رہ سکتا ہے۔ ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیے ہاں دھن ہونی چاہیے چاہے تھوڑی ہی ہو اصحاب کہف کی برکت سے ان کا کتا بھی ایسا مشرف ہوا کہ حق تعالیٰ نے کلام مجید میں اس کا ذکر فرمایا جس کو قیامت تک نمازوں میں پڑھا جائے گا۔ جب حق تعالیٰ کی عنایت کتے پر اس قدر ہوئی تو ہم پر کیوں نہ ہو گی (حسن العزیز ملفوظ نمبر ۲۵۷)

(۳۶۸) ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ نے دنیا و آخرت کی خوب مثال بیان فرمائی۔ فرمایا کہ دنیا و آخرت مثل شخص اور اس کے ظل کے ہیں کوئی سایہ کو پکڑنا چاہے ہاتھ نہیں آ سکتا اس کی یہی صورت ہے کہ اس شخص کو پکڑ لو کہ جس کا یہ سایہ ہے پھر دیکھو اگر تم اس سایہ کو دھکے بھی دو تب بھی نہ جائے گا اور یوں تو ساری عمر برباد کر دو گے کبھی ہاتھ نہ آئے گا۔ اور اسی ظلیت سے ناشی ہے وہ واقعہ کہ سیدنا حضرت غوث الاعظمؒ نیز اور لطیف المزاج بزرگ جو لطیف و لذیذ کھانے کھایا کرتے تھے اور نہایت نفیس لباس پہنا کرتے تھے مگر اس کا اہتمام نہ تھا خود بخود حق تعالیٰ دے تو انکار بھی نہ تھا ع ہرچہ

از دوست میر سید نیکوست کیونکہ وہ حضرت مکنبل یعنی کنبل اوڑھنے والے نہ تھے وہ مکمل تھے یہ بات بھی کمال کے خلاف نہ تھی تو نکتہ حضرت نے اس میں یہ فرمایا کہ نعمائے دنیا ظل ہیں نعمائے اُخری کا اور نعمائے اخری کے متعلق ارشاد ہے وفی ذالک فلیتنانس المتنافسون ان حضرات کو نعمائے دنیا میں عکس نظر آتا تھا نعمائے آخرت کا اور وہ لطف آتا تھا جو نعمائے اخرت میں ہوگا ان لذتوں کو حاصل کرنے کے لیے یہاں کی لذت اختیار کرتے تھے۔ف ہمارے فقہا بھی مثل صوفیہ کے حکما ہیں بلکہ حقیقت میں یہی دو گروہ حکماء ہیں ایک صوفیہ دوسرے فقہاء الصوفیہ نے بھی اس کو سمجھا کہ وہاں کی لذتوں کا نمونہ ہے اور فقہا نے بھی اس کو سمجھا چنانچہ صاحب ہدیہ جن کی عادت ہے کہ ہر مسئلہ کی ایک دلیل نقلی بیان فرماتے ہیں اور ایک عقلی جہاں یہ مسئلہ تحریر فرماتے ہیں کہ حریر چار انگل تو جائز ہے اس سے زیادہ جائز نہیں۔ چار انگل اس طور پر کہ سنجاف یا بیل یا عمامہ یا ٹوپی اور کسی کپڑے میں لگائے تو کچھ ہرج نہیں اول اس کی دلیل نقلی ارشاد فرمائی اس کے بعد حکمت عقلیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ نمونہ ہے لباس اہل جنت کا کیونکہ لباسھم فیھا حریر تا کہ تھوڑا دیکھ کر وہ یاد آوے اور اس کے حاصل کرنے کی رغبت ہو(روح الافطار وعظ چہارم ہفت اختر)

(۳۶۹) ایک صاحب نے حضرت حاجی صاحبؒ کی جانب یہ منسوب کیا کہ جبرئیل علیہ السلام خود آئینہ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس آئینہ میں حضور نے اپنے کو دیکھا تو آپ خود اپنے سے مستفیض ہوئے اور جبرئیل علیہ السلام سے آپ کیا فیض لیتے چونکہ بدون آئینہ کے اپنی صورت نظر نہین آتی اس لیے اس واسطہ جبرئیلؑ کی ضرورت ہوئی ف حضرت کا کلام مجمل ہوگا راوی نے تفصیل میں غلطی کی مقصود انکار استفاضہ عن جبرئیل نہ تھا ورنہ نصوص کا انکار یا تاویل بلا دلیل کرنا پڑے گی مقصود اس استفاضہ کی حقیقۃ الحقیقۃ بیان فرمانا تھا یعنی جبرئیل علیہ السلام کا یہ افاضہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم کو خود ان کے آنجنابؐ ہی سے استفاضہ روحانیہ سے مسبب تھا کیونکہ یہ

ثابت ہو چکا ہے کہ تمام مخلوقات اور ان کے کمالات حضور کی بدولت ہیں جیسے حضرت عمرؓ کا حضور نے بعض اوقات مشورہ قبول کیا اور وہ مشورہ حضرت عمرؓ ہی کا تھا لیکن ان کا یہ مشورہ دینا خود حضور ہی کے فیض و برکات کا نتیجہ تھا اور اسی وقت اس کی ایک مثال سمجھ میں آئی کہ مصلی کو اگر خارج عن الصلوٰۃ لقمہ دے اگر مصلی کو اس کے لقمہ سے تنبیہ ہو جائے اور یاد آ جائے تب تو نماز درست ہوگی اور اگر محض اس کی اقتداء اتباع کرے اور اسے یاد نہ آوے تب نماز صحیح نہ ہوگی تو یہاں حالانکہ اتباع غیر مصلی کی رائے کا کیا لیکن لامن حیث انه رایه بل من حیث انه موافق لرائیے نفسه اسی طرح فیض جبرئیل علیہ السلام سے لیا لاکن لامن حیت انه فیضه بل من حیث انه فیض فیضه صلی الله علیه وسلم (ملفوظات ہفت اختر ملفوظ نمبر ۷۶)

(۳۷۱) ہمارے حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ میرے خلفاء مجاز دو قسم کے ہیں ایک تو وہ کہ میں نے بلا درخواست ان خلفاء کو اجازت بیعت لینے کی دی اور خلیفہ بنایا اور وہی درحقیت خلفاء ہیں ایک وہ کہ کسی نے خود درخواست کی کہ حضرت میں اللہ کا نام بتلا دیا کروں حضرت نے بوجہ کمال کرم اجازت دیدی اور یہ فرماتے تھے کہ بھائی اللہ کا نام بتلانے کو کیوں منع کروں اور بعض کی ایسی ہی درخواست پر کچھ لکھ بھی دیا تو یہ (اجازت) اس قسم اول کے درجہ کی نہیں ہے (مقالات حکمت دعوات عبدیت جلد ۲ صفحہ ۵ سطر ۱۱)

(۳۷۲) حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ قدس سرہ بعض مسائل میں جناب مولانا شیخ محمد صاحب سے مناظرہ کرنے کے لیے تھانہ بھون تشریف لائے تھے ان ہی ایام میں ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحبؒ سے بیعت ہو گئے حضرتؒ اول اول علماء کو بیعت نہ فرماتے تھے پھر خواب میں دیکھا حضور پر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کہ آپ فرماتے ہیں کہ ان کے یعنی حضرت حاجی صاحبؒ کے مہمان علماء ہیں اور ان کی مہمانی ہمارے ذمہ ہے اس سے ہمارے مرشد علیہ الرحمۃ سمجھے کہ میری جماعت کے لوگ علماء زیادہ

ہوں گے چنانچہ مولانا رشید احمد صاحب بیعت سے مشرف ہوئے ایک چلہ ذکر میں مشغول رہے اسی لباس میں جو پہنچ کر تشریف لائے تھے وہی پہنے رہے کپڑے نہایت میلے ہو گئے تھے دوسرا جوڑا ہمراہ نہ تھا کہ بدلتے بعد گزرنے چلے کے رخصت حاصل کی جب روانہ ہونے لگے تو ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب نے فرمایا اگر تم سے کوئی بیعت کی درخواست کرے تو داخل سلسلہ کر لینا حضرت مولانا عذر کرتے رہے مگر حضرت نے باصرار یہی حکم فرمایا جب مولانا گنگوہ تشریف لائے تو ایک بیوی غالباً ام کلثوم نامی نے بیعت کی درخواست کی مولانا نے انکار فرما دیا کہ مجھ میں اس کی قابلیت نہیں اتفاق سے ہمارے مرشد حضرت حاجی صاحب کا گنگوہ جانا ہوا ان مسماۃ نے شکایت عرض کی کہ جناب مولانا رشید احمد صاحب بیعت سے محروم کرتے ہیں داخل سلسلہ نہیں کرتے ہمارے مرد حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ بیعت کیوں نہیں کرتے مولانا نے عرض کیا کہ مجھ میں اتنی قابلیت کہاں ہے مرشدنا حضرت حاجی صاحب نے فرمایا کہ میں حکم کرتا ہوں کہ آپ داخل سلسلہ کریں اور بیعت لیں۔ قابلیت کا معلوم کرنا میرا کام ہے نہ کہ آپ کا جب پیر نے حکم دیدیا تو مرید کو عمل کرنا چاہیے قابلیت کا معلوم کرنا مرید کا کام نہیں بس میرا معلوم کر لینا کافی ہے مولانا نے عرض کیا کہ اب تو آپ تشریف رکھتے ہیں آپ ہی کر لیجئے حضرت نے فرمایا کہ یہ بھی کوئی بات ہے ممکن ہے کہ اس کو تم سے عقیدہ ہو مجھ سے نہ ہو تم ہی کرو چنانچہ مولانا نے داخل سلسلہ کیا ف اس سے معلوم کرنا چاہیے کہ کس درجہ کے خلیفہ مجاز تھے حضرت مولانا گنگوہی قدس سرہ۔ اولاً درخواست بیعت کی میں نے زمانۂ طالب علمی میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ ہی سے کی اس وقت آپ دیوبند میں تشریف لائے ہوئے تھے تو میری درخواست پر فرمایا کہ اس وقت یہ خطرہ شیطانی ہے بعد تحصیل علم بیعت کرنا مناسب ہے اور حضرت مولانا قدس سرہ کا گذر مدرسہ عالیہ دیوبند میں ایسی جانب سے ہوا کہ وہاں اینٹیں تھیں میں جو مصافحہ کے لیے چلا تو پھسل

گیا مولانا قدس اللہ سرہ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا واقعی دستگیری کی فال نیک تھی بعض طلبہ کو جو مجھ سے تحصیل علوم میں کم تھے کسی مصلحت سے بیعت فرمالیا مجھ کو اس کا بڑا خیال ہوا کہ مجھے کیوں محروم رکھا۔ اس زمانہ میں مولانا حج کے لیے تشریف لئے جاتے تھے میں نے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ کی خدمت میں لکھا کہ مولانا سے آپ فرما دیجئے کہ وہ مجھے بیعت کرلیں وہ عریضہ بھی غالباً مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہ ہی کو دیا۔ سادگی مزاج میں ایسی تھی کہ مولانا ہی کی تو شکایت اور مولانا ہی کو عریضہ دیا جب مولانا قدس اللہ سرہ واپس تشریف لائے سفر حج سے تو اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ کا والا نامہ لائے اس عریضہ کے جواب میں خدا جانے کیا کیا باتیں آپس میں ہوئی ہوں گی اور کیا عجب کہ مولانا ہی نے پڑھ کر سنایا ہوا اور شکایت کا مضمون دیکھا ہو۔ خیر اعلیٰ حضرت حاجی صاحبؒ نے جواب میں تحریر فرمایا اور وہ خط مولانا ہی کے قلم کا لکھا ہوا تھا کہ میں نے تم کو خود بیعت کرلیا یہ بھی حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ درخواست مولانا سے کی تھی اور حضرت حاجی صاحب نے بلا درخواست توجہ فرما کر داخل سلسلہ فرمایا یہ کس قدر خوشی اور مسرت کی بات ہے حق تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ یہ قصد ہوا میری بیعت کا اور میں گو مولانا اقدس سرہ سے بیعت نہیں ہوا مگر ہمیشہ اپنا شیخ ہی سمجھتا رہا

(مقالات حکمت جلد دوم دعوت عبدیت ص ۵ سطر ۱۷)

(۳۷۳) حضرت کے ایک عزیز نے جو اپنے ہی حضرات میں سے ایک بزرگ سے بیعت ہیں حضرت حاجی صاحب کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں کہ تم کو نسبت باطنی تو حاصل ہی اگر اخلاق کی درستی چاہتے ہو تو اپنے ماموں کے پاس جاؤ

(حسن العزیز ص ۱۲۴)

کتاب العبادات

(۳۷۴) حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ حضرت حاجی صاحبؒ کی حکایت بیان فرماتے تھے کہ میں حضرت کے پاس بیٹھا ہوا تھا بہت دیر تک بیٹھا باتیں کرتا رہا آخر جب بہت دیر ہوئی تو میں اٹھا اور عرض کیا کہ حضرت آج میں نے آپ کی عبادت میں بہت حرج کیا حضرت فرمانیلگے کہ مولانا آپ نے یہ کیا فرمایا کیا نماز روزہ ہی عبادت ہے اور دوستوں کا جی خوش کرنا عبادت نہیں ف حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ساتھ بیٹھتے تھے اور حد جواد تک جس قسم کی باتیں صحابہؓ فرماتے حضور ان کے ساتھ شریک رہتے مگر عوام الناس کیا سمجھتے۔

در نیا ید حال پختہ ہیچ خام   پس سخن کوتاہ باید والسلام

کتاب العادات

(۳۷۵) حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ فلاں شخص آپ کو یوں کہتا تھا حضرتؒ نے فرمایا کہ اس نے تو پس پشت ہی کہا لیکن تم اس سے زیادہ بے حیا ہو کہ میرے منہ پر کہتے ہو (امثال عبرت ص ۵)

(۳۷۶) حضرت حاجی صاحبؒ نور اللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تم سے کوئی مناظرہ کرلے تو تم کبھی مناظرہ نہ کرو اس سے دل سیاہ ہوتا ہے (امثال عبرت ص ۱۹)

(۳۷۷) حضرت حاجی صاحبؒ امرا کی بہت خاطر داری کرتے تھے اور وجہ اس کی یہ

فرماتے تھے نعم الامیر علیٰ باب الفقیر یعنی جو امیر فقیر کے دروازہ پر جائے وہ بہت اچھا ہے پس جو کوئی امیر آپ کے دروازہ پر آیا تو اس میں امارت کے ساتھ ایک دوسری صفت بھی پیدا ہو گئی یعنی نعم کی پس اس صفت کی عظمت کرنی چاہیے لہذا بداخلاقی کی اجازت نہیں (امثال عبرت ص ۳۶)

(۳۷۸) ہمارے حضرت حاجیصاحبؒ قدس سرہ اللہ اکبر رحمتہ مجسمہ تھے کیسا ہی کوئی بدحال ہو جس پر ہم کفر کا فتوی لگا دیں وہ اس کے فعل کی بھی تاویل فرماتے تھے حضرت کا مذاق وطبیعت ہی اس قسم کی تھی اور سبب اس کا غلبۂ تواضع تھا کہ کسی کو اپنے سے کم نہ سمجھتے تھے تواضع کی یہ کیفیت تھی کہ ایک شخص نے حضرت کی شان میں ایک قصیدہ مدحیہ لکھا تھا پڑھنا شروع کیا اور حضرت کے چہرہ سے برابر آثار کراہت کے ظاہر ہو رہے تھے جب قصیدہ پورا پڑھ لیا تو حضرت نے فرمایا کہ میاں کیوں جوتیاں مارا کرتے ہو (امثال عبرت ص ۷۰)

(۳۷۹) ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ سے اگر کوئی خادم اس قسم کی (یعنی ذکر کے نافع نہ ہونے کی) شکایت کرتا تو فرماتے کہ خود ذکر کی توفیق ہونا کیا تھوڑی نعمت ہے جو دوسرے ثمرات کی تمنا کرتے ہو اور اکثر ایسے موقعوں پر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

یابم اور ایا نیابم جستجوئے می کنم حاصل آید یا نیاید آرزوئے می کنم

ف (مصرعہ) بلا بودے اگر ایں ہم نبودے۔ کسی خادم نے حضرت سے بیان کیا تھا کہ میں نے اب کے چلہ کھینچا اور زانہ سوا لاکھ اسم ذات پڑھا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا شاید حضرت مجھ سے ناراض ہیں ثمرہ نہیں ملا۔ فرمایا کہا گر میں ناراض ہوتا تو تمہیں سوا لاکھ پڑھنے کی توفیق ہی کہاں سے ہوتی (امثال عبرت ص ۷۵)

(۳۸۰) حضرت حاجی صاحبؒ سے کسی معتقد نے اس بات کا افسوس ظاہر کیا کہ اب کے بیماری کی وجہ سے مدت تک حرم میں داخل ہونا نصیب نہیں ہو آپ نے خواص سے فرمایا اگر یہ شخص عارف ہوتا تو اس پر کبھی افسوس نہ کرتا کیونکہ مقصود قرب حق ہے

اوراس کے لیے جس طرح نماز حرم ایک طریق ہے بیماری بھی ایک طریق ہے تو بندہ کا کیا منصب ہے کہ اپنے لیے خود ایک طریق معین کرے ف یہ مربی کے اختیار میں ہے طبیب کی تجویز مریض کی تجویز سے ہزار ہا درجہ بہتر ہے

بدر و صاف ترا حکم نیست دم درکش　　　　که هر چه ساقی ما ریخت عین الطاف ست

(امثال عبرت ص ۸۸)

(۳۸۱) حضرتؒ کا معمول تھا کہ جب ساتھ میں کھانے کے لیے بیٹھتے تھے تو اخیر تک کھاتے رہتے تھے اور کھاتے تھے اوروں سے کم تو حضرات بزرگان دین کیا کرتے ہیں کہا نہیں کرتے (یعنی عمل کرتے ہیں دعویٰ نہیں کرتے) اور حضرتؒ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص کسی کے پاس اللہ کے واسطے کوئی شے لاوے تو ضرور کھانا چاہیے اس سے نور پیدا ہوتا ہے (حسن العزیز ص ۱۱۸)

کتاب الاخلاق

(۳۸۲) ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ پاؤں پھیلا کر نہ سوتے تھے کسی خادم نے کہا کہ حضرت آپ پاؤں کیوں نہیں پھیلاتے فرمایا کہ کوئی اپنے بادشاہ کے سامنے پاؤں بھی پھیلاتا ہے۔ (امثال عبرت ص ۲۲)

(۳۸۳) ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کی کسی نے تکفیر کی حضرت نے سن کر برا نہیں مانا اور یہ فرمایا کہ میں عند اللہ اگر مومن ہوں تو مجھ کو کسی کی تکفیر مضر نہیں اور اگر (خدانخواستہ) کافر ہوں تو برا ماننے کی کیا بات ہے (امثال عبرت ص ۶۷)

(۳۸۴) ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ فرماتے تھے کہ بخل اور جبن بھی مطلقاً بری خصلتیں نہیں کبھی اچھی بھی ہیں جبکہ اچھے مصرف میں صرف کریں مثلاً ایک سائل آیا کہ مجھ کو سو روپیہ دیجئے شادی میں ناچ کراونگا سو یہاں بخل ہی بہتر ہے اسی طرح غصہ پہلے مسلمانوں پر آیا کرتا تھا بعد اصلاح کے اپنے نفس پر اور شیطان پر اور اعداء اللہ پر

غصہ آنے لگا پس محل بدل گیا اور تزکیہ کے بعد اخلاق بدلتے نہیں بلکہ اخلاق طبعیہ بحالہا باقی رہتے ہیں صرف اس کا محل بدل جاتا ہے (امثال عبرت ص ۱۰۵)

(۳۸۵) میں نے اپنے پیرومرشد سے سنا ہے کہ عارف کی ایک رکعت غیر عارف کی ایک لاکھ رکعت سے افضل ہے تو وجہ یہی ہے کہ اس کی ایک رکعت میں بوجہ معرفت کے خلوص زیادہ ہوگا (امثال عبرت ص ۱۰۴)

(۳۸۶) حضرت حاجی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ ہم لوگ عاشق احسانی ہیں صفات بحث کے ساتھ ہمیں محبت کہاں ف افسوس انسان کے ساتھ تو ہمیں یوں ہی محبت و عشق ہو جاتا ہے اور خدا کے ساتھ محض اس کے انعام احسان کی وجہ سے محبت ہو (امثال عبرت ص ۱۲۲)

(۳۷۷)۔

گر مرادت را مذاق شکرست　　بے مرادی نے مراد دلبرست

اور عاشق کو جو بے مراد کہدیا ہمارے حضرت اس کی تفسیر فرماتے تھے کہ بے مرادی عشق کو کہتے ہیں کیونکہ عاشق کا خاصہ ہے کہ وصل کے جس مرتبہ پر پہنچے اس کے آگے کی ہوس ہوتی ہے اور اشتیاق بڑھتا ہے ہاں جس کے محبوب کا جمال متناہی ہو اس کی مرادیں ختم ہو سکتی ہیں اور جہاں غیر متناہی ہو وہاں نہ حسن ختم نہ طلب ختم ف بلکہ جوں جوں آگے بڑھتا ہے اشتیاق اور زیادہ ہوتا جاتا ہے اور وہ حالت ہوتی ہے جس کو شیخ فرماتے ہیں۔

دل آرام در بر دل آرام جوے　　لب از تشنگی خشک و برطرف جوئے

نہ گویم کہ بر آب قادر نیند　　کہ بر ساحل نیل مستقی اند

کتابُ المتفرقات

(۳۸۸) حضرت حاجی صاحبؒ کی ایک حکایت مولانا گنگوہیؒ سے سُنی ہے کہ

سہارنپور میں ایک مکان تھا اس میں جن کا سخت اثر تھا جس سے وہ مکان متروک کر دیا گیا تھا اتفاق سے حضرت حاجی صاحب پیران کلیر سے واپس ہوتے ہوئے سہارنپور تشریف لائے تو مالک کان نے حضرت کو اسی مکان میں ٹھہرایا کہ حضرت کی برکت سے جن دفع ہو جائیں گے رات کو تہجد کے واسطے جب حضرت اٹھے اور معمولات سے فارغ ہوئے تو دیکھا ایک شخص سامنے آ کر بیٹھ گیا حضرت کو حیرت ہوئی کہ باہر کا آدمی اندر کوئی نہ تھا اور کنڈی لگی ہوئی ہے پھر یہ کیسے آیا حضرت نے پوچھا کہ تم کون ہو اس نے کہا کہ حضرت میں وہ شخص ہوں جس کی وجہ سے یہ مکان متروک ہو گیا ہے یعنی جن ہوں مدت دراز سے حضرت کی زیارت کا مشتاق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آج میری تمنا پوری کی۔ حضرتؒ نے فرمایا ہمارے ساتھ محبت کا دعویٰ کرتے ہو اور پھر مخلوق کو ستاتے ہو توجہ کرو حضرت نے اس کو توجہ کرائی پھر فرمایا کہ دیکھو سامنے حضرت حافظ صاحبؒ تشریف رکھتے ہیں ان سے بھی ملے ہو اس نے کہا نہ حضور ان سے ملنے کی ہمت نہیں ہوتی وہ بڑے صاحب جلال ہیں ان سے ڈر لگتا ہے تو صاحب اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری وہ شئے ہے کہ جن وانس سب مطیع ہو جاتے ہیں۔ (اور یہ لزوم عادی ہے کسی حکمت سے تخلف بھی ممکن ہے) ختم شد رسالہ علوم امدادیہ

مکتوبات شریفہ

خدام کے پاس منتشر طور پر کثرت سے موجود ہیں اگر کوئی ہمت کرے کسی قدر کوشش سے جمع ہو سکتے ہیں کچھ مکتوبات مکاتیب رشیدیہ میں اور کچھ مکتوبات امدادیہ ملقب بہ صد فوائد میں شائع ہو گئے ہیں اور مکتوبات میں حضرت قدس اللہ سرہ کے مولفات بھی ہیں جن میں سے بعض مشہور مولفات کی فہرست درج کی جاتی ہے۔ غذا روح' جہاد اکبر مثنوی تحفۃ العشاق' ضیاء القلوب فارسی' درود نامہ غمناک۔ گلزار معرفت۔ رسالہ وحدۃ الوجود ارشاد مرشد۔

شان مشیخیت

حال حضرت مولانا گنگوہیؒ کا ایک والا نامہ ایک مخلص کے نام لکھا گیا ہے جس میں مولانا نے اپنے سفر حجاز کے متعلق یہ تحریر فرمایا ہے۔ مع ہذا ایک عنایت نامہ حضرت مرشد کا مورخہ ۲۲ رجب آیا۔ بجواب عریضہ بندہ جس میں مولانا مرحوم کے انتقال کی خبر لکھی تھی اس میں ایک فقرہ مخدومنا سلمہ نے ایسا لکھا کہ جس سے ہمت کوتاہ سی ہوگئی اور طبع کاہل کو تائید ہوئی لکھتے ہیں "معلوم می شود کہ قصد ایں صوب است عزیز من ایں سفر بہتر است مگر فقیر غم خوردہ ترسد کدام تکلیف سفر کہ عظیم است تن ناتوان آں عزیز را رسد وصدمۂ آں بر جان ناتوان احقر افتد فقط (مکاتیب رشیدیہ) ص ۶۱۲

(ف یہ اعلیٰ درجہ کی شان مشیخیت ہے کہ اپنے عزیزوں پر اس درجہ شفقت فرمائی جاوے حال امام ربانی حضرت مرشد نا و مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہ انہیں فرشتہ خصلت خوش نصیب جماعت میں ہیں جن کی باطنی تعلیم کا زمانہ بہت ہی قلیل تھا چنانچہ (تذکرۃ الرشید) حصہ اول میں بیان ہو چکا ہے کہ آپ اپنے مرشد اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں صرف چالیس روز رہے اور اکتالیسویں دن جب آپ وطن کو روانہ ہوئے تو مرشد العرب والعجم نے کامیابی کا پروانہ آپ کو عطا فرما دیا اور بیعت سے کی اجازت دیدی تھی اس چلہ میں آپ کا امتحان لیا گیا اور کسوٹی پر کس کر آپ کے قلب کو پرکھ لیا گیا تھا کہ اس میں کبر و نخوت کا کوئی شائبہ تو باقی نہیں رہا۔ ایک بار آپ خود فرماتے تھے کہ تھانہ بھون میں مجھ کو رہتے ہوئے چند روز گذرے تو میری غیرت نے اعلیٰ حضرت پر کھانے کا بار ڈالنا گوارا نہیں کیا آخر میں نے یہ سوچ کر کہ دوسری جگہ انتظام کرنا دشوار بھی ہے اور ناگوار بھی رخصت چاہی حضرت نے اجازت نہ دی اور فرمایا کہ ابھی چند روز ٹھہرو۔ میں خاموش ہوگیا قیام کا قصد تو کرلیا مگر اس کے ساتھ ہی یہ بھی فکر ہوا کہ کھانے کا انتظام کسی دوسری جگہ کرنا چاہیے تھوڑی دیر کے بعد

جب اعلیٰ حضرت مکان تشریف لے جانے لگے تو میرے وسوسہ پر مطلع ہو کر فرمانے لگے "میاں رشید احمد کھانے کی فکر مت کرنا ہمارے ساتھ کھائیو۔" دوپھر کو کھانا مکان سے آیا تو ایک پیالہ میں کوفتے تھے نہایت لذیذ اور دوسرے پیالہ میں معمولی سالن تھا اعلیٰ حضرت نے مجھے دستر خوان پر بٹھالیا مگر کوفتوں کا پیالہ مجھ سے علیحدہ ہی اپنی طرف رکھا اور معمولی سالن کا پیالہ میرے قریب سرکا دیا میں اپنے حضرت کے ساتھ کھانا کھانے لگا اتنے میں حضرت حافظ ضامن صاحب تشریف لائے کوفتوں کا پیالہ مجھ سے دور رکھا ہوا دیکھ کر اعلیٰ حضرت سے فرمایا "بھائی رشید احمد کو اتنی دور ہاتھ بڑھانے میں تکلیف ہوتی ہے اس پیالہ کو ادھر کیوں نہیں رکھ لیتے" اعلیٰ حضرت نے بیساختہ جواب دیا "اتنا بھی غنیمت ہے کہ اپنے ساتھ کھلا رہا ہوں جی تو یوں چاہتا تھا کہ چوڑھوں چماروں کی طرح الگ ہاتھ پر روٹی رکھ دیتا" اس فقرہ پر اعلیٰ حضرت نے میرے چہرہ پر نظر ڈالی کہ کچھ تغیر تو نہیں آیا مگر الحمد للہ میرے قلب پر بھی اس کا کچھ اثر نہ تھا میں سمجھتا تھا کہ حقیقت میں جو کچھ حضرت فرما رہے ہیں بالکل سچ ہے اس دربار سے روٹی ہی کا ملنا کیا تھوڑی نعمت ہے جس طرح بھی ملے بندہ نوازی ہے اس کے بعد حضرت نے پھر کبھی میرا امتحان نہیں لیا (تذکرۃ الرشید ص ۷ جلد ۲) ف یہ ہے تربیت اخلاق کی۔ اور تصرف کی قوت اس سے ظاہر ہے کہ چالیس روز میں واصل بنا دیا۔

حال حضرت اعلیٰ جناب حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو ایک بار حضرت مولانا قدس سرہ کو لکھا کہ اپنا حال لکھئے تو حضرت مولانا قدس سرہ نے جواب میں یہ بھی فقرہ لکھا تھا کہ بندہ کو مدح و ذم یکساں ہے جس پر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت اظہار مسرت فرمایا کہ یہ اعلیٰ مرتبہ ولایت کا ہے (تذکرۃ الرشید) ص ۳۳ جلد ۲ ف تفقد احوال خدام لوازم مشیخت صحیحہ سے ہے۔

حال ہمارے حضرت حاجی صاحب کی بھوجائی نے ایک مرتبہ حضرت سے کہا کہ آپ کے یہاں اتنے آدمی آتے ہیں کچھ ہمیں بھی تو بتلایئے حضرت حاجی

صاحب نے فرمایا تم سے کچھ نہیں ہونے کا آخر جب انہوں نے بہت اصرار کیا تو حضرت نے فرمایا کہ جتنی روٹی کھاتی ہو اس میں سے آدھی روٹی چھوڑ دو ان بیچاری نے ایک دو وقت تو ایسا کیا آخر کہنے لگیں کہ آدھی روٹی تو نہیں چھوڑی جاتی ہاں روزہ کہو تو رکھ لوں؟ حضرت نے فرمایا کہ جب آدھی نہیں چھوڑی جاتی تو ساری کیونکر چھوٹے گی (تذکرۃ الرشید ص ۲۸۴) ف یہ ہیں لطیف طریقے امتحان طالب کے جن کو بجز مشائخ محققین کے کوئی استعمال نہیں کر سکتا۔

حال ایک بار (حضرت گنگوہیؒ نے ارشاد فرمایا کہ شاہ عبدالعزیز صاحب رحمتہ اللہ علیہ کو جناب امیر کرم اللہ وجہہ سے نسبت صلاتی کی تعلیم تھی اور ان سے مولانا یعقوب صاحب کو پہنچی مکہ معظمہ میں اس کے سیکھنے کے لیے ہمارے حضرت حاجی صاحب مولانا یعقوبؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور میں اس وقت حاضر نہ تھا اس لیے حضرت کے شامل نہ گیا اس کے بعد جب میں حضرت سے ملا تو میں نے اس کی حقیقت بیان کر دی حضرت حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا تمہیں مولانا یعقوب صاحب کے پاس جانے کی حاجت نہیں (تذکرۃ الرشید ص ۲۸۵) ف یہ ہے حقیقت شناسی وشان حکیمانہ کہ ہر طالب کے ساتھ اس کی استعداد کی موافق معاملہ کیا جاوے جس کا کہیں نشان بھی نہیں الا نادراً۔

حال حضرت مولانا اشرف علی صاحب مدظلہ جب مکہ معظمہ سے چلنے لگے تو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب قدس اللہ سرہ نے ارشاد فرمایا کہ مولانا رشید احمد صاحب سے کہہ دینا کہ گو آپ کے مخالف لوگ یہاں آ کر طرح طرح کی باتیں لگاتے ہیں مگر آپ اطمینان رکھیں یہاں اُن کا کچھ اثر نہیں ہوتا ہماری آپ کی محبت اللہ کے واسطے ہوتی ہے وہ بھی باقی رہتی ہے اور میں نے جو ضیاء القلوب میں آپ کی نسبت کچھ لکھا ہے وہ الہام سے لکھا ہے کیا میرا وہ علم اب بدل جاوے گا حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ میں نے ہندوستان واپس آ کر اعلیٰ حضرت کا پیام حضرت مولانا کو پہنچا دیا حضرت

مولانا قدس سرہ نے فرمایا بھائی ہم تو توکل کئے بیٹھے ہیں اس ارشاد سے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کے قلب میں جو گنجائش حضرت مولانا کی تھی وہ ظاہر ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے شیخ کامل کی شہادت کیا وقعت رکھتی ہے (تذخرۃ الرشید ص ۳۳) ف طالبین کے ہر معاملہ پر نظر رہنا یہ کوئی معمولی بات نہیں کوئی کر کے دیکھے۔

حال حضرت نے آخر میں ضیاء القلوب کی چند سطران دونوں صاحبان (یعنی حضرت مولانا گنگوہی حضرت مولانا نانوتوی رحمہا اللہ تعالیٰ) کی تعریف میں لکھی ہیں نہایت درست ہیں یوں حضرت نے اپنی کسر نفسی کو کام فرمایا ہے مگر اظہار مرتبہ ان دونوں صاحبان کا اس سے منظور ہے اور خود احقر سے ارشاد فرمایا تھا اول حج میں جب حاضر خدمت ہوا تھا کہ مولوی رشید احمد صاحب ہیں اور مجھ میں کچھ فرق نہیں لوگوں کو یہاں آنے کی کیا ضرورت ہے اور مولوی محمد قاسم صاحب کو فرمایا تھا کہ ایسے لوگ کبھی پہلے زمانہ میں ہوا کرتے تھے اب تول سے نہیں ہوتے (سوانح مولانا محمد قاسم صاحب ص ۱۳) ف اپنے تربیت یافتوں کے مدارج پر متنبہ اور تنبیہ بجز ناقد کامل کے دوسرے کا کام نہیں۔

حال ایک دن ارشاد فرمایا کہ مرشدنا حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ گنگوہ تشریف لائے ہوئے تھے رامپور کے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت میرا گھوڑا گم ہو گیا آپ دعا کیجئے کہ ملجاوے حضرت اس وقت مثنوی معنوی دست مبارک میں لئے ہوئے تھے اس کو کھول کر پڑھنے کا جو ارادہ کیا تو برسر صفحہ یہ شعر نکلا۔

گر بر دمالت عدو پر فنے ‏ ‏ دشمنے را بردہ باشد دشمنے

ف سائل کے مذاق کا اتباع نہ کرنا بلکہ اس وقت جو اس کی حالت کے مناسب ہو وہی معاملہ کرنا خاص شان ہے مشخیت کی۔

حال حضرت (گنگوہی) ارشاد فرمانے لگے میں نے ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت کے لئے عرض کیا تھا مگر منظور نہیں فرمایا

(تذکرۃ الرشید ص ۲۹۰) ف ایسا عذر وہ شیخ کر سکتا ہے جو طالب کی مصلحت کو اپنی مصلحت پر مقدم رکھے۔

حال ایک شخص (وطن میں) حضرت حاجی صاحبؒ کے پاس عین دوپہر کے وقت آتے تھے اور حضرت کی نیند ضائع ہوتی مگر حضرت اپنی خوش اخلاقی سے کچھ نہ فرماتے۔ ایک روز حضرت حافظ ضامن صاحب کو تاب نہ رہی اور اس شخص کو سختی سے ڈانٹا اور کہا کہ بیچارے درویش رات کو تو جاگتے ہیں دوپہر کا وقت تھوڑا سا سونے کا ہوتا ہے وہ تم خراب کرتے ہو کس قدر بے انصافی ہے آخر کچھ تو لحاظ چاہیے (امثال عبرت ص ۸۸ ف اس قدر شفقت اعلیٰ درجہ کی شان مشیخت ہے اور حضرت حافظ صاحب کی تیزی بصورت تھی بعض اوقات اصلاح اخلاق بخبر سیاست وسختی کے نہیں ہوتی۔

کرامت

حال ایک مرتبہ آپ کو اسی زمانہ طالب علمی میں مولانا قاسم العلوم اور چند دیگر احباب کے ساتھ تھانہ بھون جانے کا اتفاق ہوا اور سارے مجمع نے مسجد میں قیام کیا اتفاق سے آپ کا جوتا بدلا گیا اور کوئی صاحب اپنا جوتہ چھوڑ کر آپ کی نعلین پہن گئے عشا کا وقت تھا آپ اور آپ کے احباب جوتہ ہی کی تلاش میں تھے کہ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب تشریف لائے اور فرمایا ''بدلا ہوا جوتہ ہمیں دکھاؤ'' چنانچہ حضرت مولانا گنگوہی خود اس جوتہ کو اٹھا کر اعلیٰ حضرت کے پاس لے گئے۔ اعلیٰ حضرت نے چراغ کے سامنے دیکھ کر فرمایا ''یہ تو حبیب حسن کا ہے'' حبیب حسن حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کے ساتھیوں میں ایک لڑکا تھا لیکن اس درجہ اجنبی تھا کہ اعلیٰ حضرت کو اس سے مطلق کبھی تعارف نہ ہوا تھا یہ اعلیٰ حضرت کی پہلی کرامت تھی جس کو مولانا نے اول مرتبہ دیکھا اور عقیدت کے ساتھ دل کی کشش کا باعث ہوا گویا ساٹھ سال تک تعمیر ہونے والا

عالیشان محل کی اس وقت بنیاد رکھی گئی اور عمر بھر کی بیع وشرا کا اس رات میں سودا شروع ہوا (تذکرۃ الارشید ص۴۲ جلد ۱)

حال حضرت امام ربانی سے ایک مرتبہ کسی شخص نے دریافت کیا تھا کہ اعلیٰ حضرت نے تو آپ سے وعدہ فرمایا تھا کہ ''اطمینان رکھو میں عرب روانہ ہوتے وقت تم سے مل کر جاؤں گا۔ مگر آپ گرفتاری وحوالات میں رہے آپ کی رہائی سے قبل ہی اعلیٰ حضرت نے بیت اللہ کی جانب ہجرت فرمائی'' گویا سائل کا مطلب یہ تھا کہ ملاقات کے خوشکن الفاظ محض تسلی کے لیے تھے جس کا وقوع نہیں ہوا۔ حضرت نے بہت ہی ہلکی آواز سے فرمایا ''اعلیٰ حضرت وعدہ خلاف نہ تھے'' چنانچہ دوسرے طرق سے معلوم ہوا کہ باوجود سنگین پہرہ کے اعلیٰ حضرت نے جیل خانہ کے اندر قدم رکھا اور کئی گھنٹہ باتیں کر کے شب ہی میں واپس ہوئے اور عرب کو روانہ ہوئے۔ مولوی ولایت حسین صاحب کی روایت ہے کہ حکیم صاحب جو اعلیٰ حضرت کے مرید انبالہ کے رہنے والے بندہ کے ساتھ سفر حج میں شریک تھے۔ کہ جس زمانہ میں مولانا گنگوہی جیل خانہ میں تھے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب ایک دن فرمانے لگے کہ میاں کچھ سنا کیا مولوی رشید احمد کو پھانسی کا حکم ہوگیا۔ خدام نے عرض کیا کہ حضرت کچھ پتہ نہیں ابھی تک تو کوئی خبر آئی نہیں فرمایا ہاں حکم ہو گیا چلو یہ فرما کر اٹھ کھڑے ہوئے حکیم صاحب کا بیان تھا کہ برسات کا زمانہ تھا مغرب کے بعد اعلیٰ حضرت اور میں اور غالباً مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلوی غرض تین آدمی چلے شہر سے نکل کر تھوڑی دور جا کر اعلیٰ حضرت زمین کی گھاس کے قدرتی سبز مخملی فرش پر بیٹھ گئے اور کچھ دیر سکوت فرما کر گردن اوپر اٹھائی اور فرمایا پھر چلو مولوی رشید احمد کو کوئی شخص پھانسی نہیں دے سکتا خدائے تعالیٰ کو ان سے ابھی بہت کچھ کام لینا ہے۔ چنانچہ چند روز بعد اس کا ظہور ہو گیا والحمد للہ علیٰ ذلک (تذکرۃ الرشید ص ۸۵)

حال ایک دن امداد پیر کا ذکر مذکور تھا حضرت نے فرمایا رامپور میں ایک شخص

نے ادھر ادھر سے چندہ کے طور پر جمع کر کے مسجد بنائی تھی مسجد تو بن گئی لیکن کنواں سلور پر نہ بیٹھتا تھا اور برابر لحل نکلتی آتی تھی اس شخص کو بڑا فکر تھا کہ روپیہ تو رہا نہیں اور کنواں درست ہوتا نہیں یا اللہ کیا کروں ایک روز یہی سوچ کرتے کرتے رو پڑے اور روتے روتے غنودگی سی آ گئی تو دیکھا کہ حضرت تشریف رکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تسلی رکھ ایک شخص آ کر تیرا کام کر دیگا پھر ان کو تشفی سی ہو گئی اگلے روز ایک شخص لمبا جھڑنگا کسی گاؤں کا آیا اس نے دریافت کیا کہ یہاں کوئی کنواں بن رہا ہے اس میں کچھ خرابی ہے انہوں نے اس کو کنواں دکھلایا اور مزدوری کے لیے کہا اس نے کچھ معمولی سی محنت کہی اور جلد سرکنڈے مونج وغیرہ منگا کر بینڈے بنوائے اور خود کنویں میں اتر کر دو تین جھام لگائے اور بینڈے کام میں لایا اور جلد نکل آیا لوگ کہتے تھے کہ وہ کنواں بالکل سار پر جا بیٹھا اور اچھا خاصہ ہو گیا (تذکرۃ الرشید ص ۲۷۹)

حال ایک بار ارشاد فرمایا کہ جب ہمارے حضرت پنجلاسہ واقع پنجاب میں مقیم تھے اور باغیان عذر کی تفتیش و دار و گیر ہو رہی تھی تو ایک شب کسی نے مخبری کر دی کہ حضرت ایک شخص کے اصطبل میں مقیم ہیں کلکٹر ضلع خود سوار ہو کر شب کو قریب نیم شب دروازہ اصطبل پر آ موجود ہوا اور کواڑ کھلوانے چاہے بڑے بھائی نے جو مالک مکان تھے انگریز سے کہا کہ آپ نے اس وقت کیوں تکلیف فرمائی انگریز نے گھوڑا دیکھنے کا بہانہ کر کے کہا کہ کواڑ کھولو چنانچہ کواڑ کھولے گئے دیکھا تو بستر لگا ہوا تھا اور سب سامان لیٹنے کا درست تھا لیکن حضرت نہ تھے ادھر ادھر دیکھا کہیں پتہ نہیں چلا مالک مکان سے پوچھا کہ یہ بستر کس کا ہے اس نے کہا کہ میرے چھوٹے بھائی کا ہے خوف کے مارے پیشاب خطا ہو گیا لیکن انگریز نے اور کچھ نہیں پوچھا اور گھوڑے کو دیکھتے ہوئے واپس ہو گیا غالباً حضرت کو کشف سے یہ حال آمد انگریز کا معلوم ہو گیا ہو گا کہ پہلے سے تشریف لے گئے۔ (تذکرۃ الرشید ۲۸۲) ف اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس وقت بھی وہاں ہی تشریف رکھتے ہوں اور اللہ تعالٰی نے ابصار سے پوشیدہ فرما دیا ہو

کما فسر بعضهم قوله تعالی و جعلنا بینک و بین الذین لایومنون بالاخرة حجابا مستورا الایه

حال از آنجا کہ حضرت ایشاں ماقلبی وروحی فداہ کو بغایت مرتبہ تمکین حاصل ہے اور سجادۂ شریعت پر علی الدوام مستقیم اتباع سنت سنیہ اخلاق رضیہ ان کا ہے اور اجتناب از بدعات ضالہ عادت کریمہ آپ کی ہے مجبوراً کشف پر کفش مارتے ہیں اور ہرگز کرامت اور خرق عادت سے لذت نہیں لیتے تو پھر رغبت وخواہش ظاہر کرنے کا کیا ذکر الا اس میں مجبوری کہ بلاقصد واختیار سرزد ہو جاوے کہ فاعل حقیقی اور ہے اور اس میں اختیار نہیں پس ثابت ہوا کہ خرق عادات وکرامات حضرت ایشاں بہت ہیں از انجملہ دو چار بیان کیے جاتے ہیں۔

(۱) ہنگام قیام رباط اسمعیل سیٹھ اس کے لڑکے سے بعض باتیں خلاف طبع مبارک ہوئیں اس وجہ سے آپ نے وہاں کا قیام ترک کر کے رخ توجہ بحضور باری تعالیٰ کیا اسی بارے میں بلاکسی کی تحریک کے ایک حکمنامہ بتاکید ریاست حیدر آباد سے وہاں کے وکلاء کے نام پہنچا کہ منجملہ دو مکانات ریاست کے جو مکان وجگہ آپ پسند فرمائیں اس کی کنجی خدام حضرت کے سپرد کر دیجائیے۔ چنانچہ وکلاءِ ریاست نے بڑی التجا سے یہ کیفیت حضوری میں عرض کی اور ایک مکان کی کنجی حوالہ ملازمان عالی کر دی۔ ابھی تھوڑا زمانہ گذرا تھا کہ ایک مخلص نے ایک مکان مستقل حارۃ الباب میں خرید کر کے حضرت ایشاں کے نذر کیا۔

(۲) قبل ترمیم نہر زبیدہ خاتون جیسی کچھ قلت پانی کی مکہ مکرمہ میں تھی ظاہر ہے یہاں تک کہ ایام حج میں ایک مشک ایک روپیہ دو روپیہ سے کم کو نہ آتی تھی اس میں بھی بہت سخت وقت اٹھانی پڑتی تھی اور غیر ایام حج میں انتہائی درجہ ایک روپیہ میں دو مشک آتی تھیں بالخصوص محلہ حارۃ الباب میں آب شیریں حکم چشمۂ حیات رکھتا تھا۔ جب حضرت نے اس محلہ میں قیام فرمایا اور وقت پانی کی ملاحظہ فرمائی حضور حق سبحانہ وتعالیٰ

میں دعا فرمائی چند دن نہ گذرے تھے کہ مجلس شوریٰ ترمیم نہر زبیدہ منعقد ہوئی اور اوں جس شخص نے اُس مجلس میں چندہ داخل فرمایا ذات اعلیٰ حضرت ایشاں تھی خلاصہ یہ کہ کام جاری ہوکر ہر کوچہ میں اور دروازہ حضرت پر چشمہ پانی کا جاری ہوگیا۔

(۳) اُسی زمانہ میں ایک مہندس نے آپ کے قرب میں ایک مکان تعمیر کیا اور اُس میں ایک غرفہ رکھا جس سے حضرت کے دولتخانہ کی بے پردگی ہوتی تھی اور انواع و اقسام کے ظلم و جبر خدمت شریف میں کرتا تھا اور آپ کی طرف سے اپنے دل میں عناد رکھتا تھا حضرت نے ایک شخص کے ذریعہ سے کلمۃ الخیر تبلیغ فرمایا لیکن اس نے کچھ خیال نہ کیا بلکہ کلمات بیہودہ زبان پر لایا لوگوں نے یہ واقعہ حضرت سے عرض کیا اور اکثر احباب کی رائے ہوئی کہ حاکم وقت کے یہاں استغاثہ کیا جائے بجواب اس کے حضرت ایشاں نے ارشاد فرمایا کہ میرا استغاثہ حاکم حقیقی کے یہاں ہے حکام مجازی کے آگے درخواست کرنا درست نہیں ہے ایک ہفتہ بھی نہ گذرا تھا کہ تیغ برہنۂ اہل چشت نے اُس پر گذر گیا اور باوجود اعزاز بلیغ و اعتبار عظیم بلاوجہ ظاہری اپنے منصب وعہدے سے علیحدہ کردیا گیا اور ایسی ذلت خواری میں مبتلا ہوا کہ اللہ کسی کو نہ دکھادے بیشک سچ کہا ہے کہ خواجگان چشت علیہم الرحمۃ نے اپنی تلوار بے نیام کرکے لٹکا رکھی ہے اور کسی پر اس کا وار نہیں کیا جاتا مگر جو کوئی اس سے لگ اور چھیڑ کر نکلتا ہے اپنی کرنی کو بھرتا ہے۔

بس تجربہ کردیم دریں دیر مکافات   با در وکشاں ہر کہ درا افتاد برافتاد

کرامات وخرق عادات حضرت ایشاں کے تو بہت ہیں لیکن چونکہ نفس نفیس ایسے اذکار سے خوش نہیں ہوتا لاچار اتنے کو تبرکاً لکھ کر بس کیا تاکہ اس ذکر کی برکت سے یہ رسالہ بالکلیہ خالی نہ رہے (شمائم امدادیہ ص ۴۴)

اس کے بعد رسالہ کرامات امدادیہ مع ضمیمہ جو کہ طبع ثانی میں ملحق ہوا ہے و کمالات امدادیہ ملاحظہ فرمایا جاوے اوّل میں کرامات حسیہ ہیں ثانی میں کرامات

معنویہ

الحاق۔ ان روایات کے بعد کچھ اور واقعات بعض ثقافت سے معلوم ہوئے جو ذیل میں منقول ہیں۔

واقعات بروایت منشی محمد عمر صاحب ساکن چائل ضلع الہ آباد

تمہید حضرت کے مواعظ و نیز دیگر تصنیفات و ملفوظات میں حضرت حاجی صاحب رحمہ اللہ کے افعال واقوال کا حوالہ اکثر دیکھا کرتا ہوں حضرت موصوف کے چند حالات جو حضرت مولانا (محمد حسین صاحب الہ آبادی) رحمتہ اللہ علیہ کے ذریعہ سے میرے کانوں میں پڑے ہیں ہدیۃ انہیں حضور میں پیش کرتا ہوں۔

حال (۱) حضرت نے فرمایا کہ مکہ معظمہ میں پہنچنے کے بعد مجھے شیخ کی تلاش ہوئی اس وقت مختلف خاندان کے مشائخ وہاں موجود تھے میں متردد تھا کہ کس سے بیعت کروں رات کو حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادی قدس سرہ کی زیارت ہوئی انہوں نے یہ شعر پڑھا

باغ مراچہ حاجت سرو وصنوبراست شمشاد سایہ پرور ما از کہ کمتر است

(۲) حضرت نے فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب سے بیعت ہونے کے بعد بہت سے درویشوں کی خدمت میں حاضری کا اتفاق ہوا مگر جوں جوں لوگوں سے ملتا گیا حضرت حاجی صاحب کی وقعت روز بروز بڑھتی گئی۔

(۳) فرمایا کہ ایک دن میں حضرت حاجی صاحب کے دردولت پر حاضر ہوا معلوم ہوا کہ اس وقت حضور بالاخانہ پر تشریف فرما ہیں۔ اور لیٹے ہوئے ہیں میں نے ادب کی وجہ سے اس وقت اطلاع کرانا مناسب نہ جانا اور اسی جگہ بیٹھا رہا۔ اتنے میں چار آدمی اور آگئے، حضرت کے متعلق مجھ سے دریافت کیا۔ میں نے جو صورت تھی بتادی۔ ان لوگوں نے آپس میں مشورہ کیا۔ کہ آؤ حضرت حاجی صاحب کی طرف مراقبہ کر کے

بیٹھیں ان کو اطلاع ہو جائے گی۔ تو خود ہی تشریف لا دیں گے وہ لوگ مراقب ہو کر بیٹھے دیکھتا کیا ہوں کہ حضرت بالا خانہ سے تشریف لا رہے ہیں جب آ کر بیٹھ گئے تو میں نے عرض کیا کہ حضور کو اس وقت بڑی تکلیف ہوئی۔ حضرت نے فرمایا کہ اس وقت مجھے تکان زیادہ تھا۔ اس وجہ سے ذرا لیٹ گیا تھا۔ مگر لوگوں نے نہ لیٹنے دیا۔

(۴) حضرت مولانا کی ہمیشہ یہ عادت تھی کہ چاہے مسجد میں تشریف لے جاتے یا کسی مجمع میں جوتہ کو کبھی نہ اٹھا کر رکھتے جہاں اتارتے اسی جگہ چھوڑ دیتے اگر کوئی ساتھ ہوتا تو اٹھا لیتا ورنہ اسی جگہ پڑا رہتا۔ اور اکثر تو یہی اتفاق ہوتا تھا کہ غائب ہو جاتا تھا حضرت نے فرمایا کہ ہنگام قیام مکہ معظمہ میں حرم شریف کے اندر گیا اور وہاں وظائف میں مشغول ہو گیا جوتہ باہر پڑا رہا۔ اس کے بعد حضرت حاجی صاحب تشریف لائے میں نے حضرت کو آتے ہوئے نہیں دیکھا۔ حضرت نے میرا جوتا اٹھا کر ایک گوشہ میں رکھدیا جب میں فارغ ہو کر باہر آیا تو اپنا جوتہ تلاش کرنے لگا۔ حضرت نے آواز دی کہ میاں صاحب میں نے تمہارا جوتہ وہاں اٹھا کر رکھ دیا ہے حضرت مولانا نے فرمایا کہ مجھے مدت العمر کبھی کسی بات پر اتنی غیرت نہیں آئی۔ تمام بدن میں پسینہ آ گیا اور یہ خیال ہوا کہ کاش زمین شق ہو جاتی اور میں اس میں سما جاتا۔

(۵) حاجی حسین احمد صاحب مرحوم جو حج میں حضرت مولانا کے ساتھ تھے وہ فرماتے تھے کہ حضرت حاجی صاحب کا ایک غلام تھا۔ وہ ہمیشہ چوری کیا کرتا تھا۔ نقد مال اسباب جو کچھ پاتا تھا لیکر بھاگ جاتا تھا۔ جب وہ مال ختم ہو جاتا اور بھوکوں مرنے لگتا تھا تب پھر حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا۔ آخر مرتبہ میرے سامنے وہ عید کے قریب یہی حرکت کر کے بھاگ گیا عید کے دن حضرت حاجی صاحب پریشان تھے اور لوگوں سے فرماتے تھے کہ معلوم نہیں آج وہ کس حالت میں ہو گا۔ عید کے کپڑے اسے میسر ہوئے ہوں گے یا نہیں۔

(۶) ایک مرتبہ الہ آباد میں ایک شخص حضرت مولانا کی خدمت میں حاضر ہوا۔

اور انہوں نے حضور کی شکایت شروع کی کہ بڑے متشدد آدمی ہیں سماع فاتحہ وغیرہ ساری چیزوں کو حرام بتلاتے ہیں ان کا تو خیال یہی تھا کہ حضرت مولانا اس سے خوش ہوں گے اور میرے قول کی تائید کریں گے' مگر حضرت نے ان سے فرمایا کہ خبردار انہیں کچھ مت کہو۔ ن کا جو قول ہے للّٰہیت ہے اور اس وقت روئے زمین پر اگر کہیں خلوص ہے تو جماعت امدادیہ میں ف اس میں حضرت کی کرامت معنوی یہ ہے کہ حضرت کے منتسبین دولت خلوص سے مالا مال ہیں۔

واقعات بروایت حاجی سید نور الحسن صاحب ساکن رتھیڑی

حال (۱) میں مکہ مکرمہ میں بعارضہ پچیس واسہال علیل ہوا اور آمد اسہال کی یہاں تک کثرت ہوئی کہ چارپائی کاٹ دی گئی بارے کچھ صورت افاقہ ہوئی اور یوم جمعہ تھا کہ میں نے اپنے ماموں حاجی نجم الدین مرحوم سے خواہش کی کہ آج مجھ کو حرم شریف میں نماز کے واسطے لے چلو۔ چنانچہ ماموں صاحب مجھ کو حرم شریف میں لے گئے اس زمانہ میں حضرت حاجی صاحب قبلہ جمعہ کے روز حرم شریف میں نماز کے واسطے تشریف لایا کرتے تھے بعد نماز جمعہ حرم شریف میں ایک خلوۂ گوشہ شمال وغرب میں حضرت تشریف فرماتے تھے میں بھی وہاں حاضر ہوا تمام حضار بیٹھے ہوئے تھے میں بھی ایک گوشہ میں بیٹھنے لگا۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ آگے کو آ جاؤ میں کچھ سرک کر آگے کو ہوا پھر یہی ارشاد فرمایا کہ آگے کو آ جاؤ۔ چنانچہ اسی طرح چند بار ارشاد ہوا اور میں آگے ہوتا رہا۔ حتی کہ حضرت جس قالین پر رونق افروز تھے' اس پر میرے گھٹنے پہنچ گئے اس کے بعد مجھ کو بے خودی ہو گئی۔ اور میرے ہر بن موئے ذکر اللہ جاری ہو گیا جس کا مجھ کو اچھی طرح احساس ہوا۔ کچھ دیر کے بعد صورت افاقہ ہو گئی۔ تو میں بدوں کسی سہارے کے بیٹھا رہا اس کے بعد چاء کا دور شروع ہوا حضرت نے اپنی پیالی میں کچھ بسکٹ چھوٹے چھوٹے جو شیریں تھے' ڈال کر ایک چمچہ نوش فرما کر پیالی مجھے عطا فرمائی۔

میں نے کھالی اسی طرح دوسری پیالی مرحمت فرمائی۔ اس کو بھی کھا گیا۔ یہ یاد نہیں رہا۔ کہ کتنی پیالی حضرت نے مجھے اسی طرح پلائیں اس کے بعد میں ایسا تندرست ہو گیا کہ خود وہاں سے مکان پر چلا آیا اور آستانہ پر روزانہ حاضری ہونے لگی۔

واقعہ دوسرے سفر حج کا

(۱) ہندوستان میں بمقام قصبہ خورجہ ایک خاں صاحب مرحوم خورجوی نے بسبیل تذکرہ مجھ سے فیصلہ ہفت مسئلہ کی نسبت کہا کہ یہ رسالہ حضرت حاجی صاحب قبلہ کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ بلکہ اور کسی نے لکھ کر حضرت کی طرف منسوب کر دیا ہے اس روایت پر قلب میں ایک شبہ اور وسوسہ پیدا ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس سفر میں ایک نسخہ فیصلہ ہفت مسئلہ کا اس نیت سے ساتھ لیا کہ حضرت صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر حرف بحرف سنا کر اس کی تصدیق کروں گا کہ یہ سب حضرت کا ہی لکھا ہوا ہے یا اس میں کچھ تحریف ہو گئی۔ چنانچہ آگبوٹ میں مولوی محمد صادق انبھوی سے میں نے اس کا تذکرہ کیا کہ میرا ایسا ارادہ ہے مولوی صاحب بھی میرے ہم خیال ہوئے۔ جب مکہ معظمہ پہنچے تو میں اور مولوی محمد صادق حضرت اقدس کے آستانہ پر حاضر ہوئے اور رسالہ میرے پاس تھا جس وقت قدم بوس ہوئے تو حضرت قبلہ نے اول ہی مولوی سابق صاحب کی طرف مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ میاں محمد صادق ہندوستان میں لوگوں میں عجیب عجیب طرح کے نزاعات واقع ہو رہے ہیں سنا ہے کہ فیصلہ ہفت مسئلہ کے اوپر بھی اکثر لوگ اشتباہ کرتے ہیں کہ وہ فقیر کا لکھا ہوا نہیں ہے۔ مگر افسوس ہے کہ یہ نہیں دیکھتے کہ خواہ کسی کا لکھا ہوا ہو۔ حق بات کو سمجھیں۔ اور وہ رسالہ فقیر ہی نے لکھا ہے اس کا اول مسئلہ یہ ہے اور دوسرا یہ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ساتوں مسئلوں کو بالتفصیل چند الفاظ میں ایسا بیان فرما گئے۔ کہ مجھے حرفاً حرفاً اس کو سامنے یا تصدیق کی حاجت باقی نہ رہی۔ اور خاموش سن کر جب وہاں سے واپس ہوا تو مولوی محمد صادق سے کہا کہ لیجئے کیسا

اطمینان منجانب اللہ ہو گیا کہ سوال کی بھی ضرورت نہ رہی۔ف فیصلہ ہفت مسئلہ کی یہ تو حسی تحقیق تھی کہ اس کا وجود کس طرح ہوا باقی اس سے زیادہ ضروری شرعی تحقیق رسالہ تنبیہات وصیت کے آخر میں ملاحظہ فرمائی جائے۔

(۲) چونکہ مجھ کو مثنوی شریف کے دیکھنے کا شوق ہے اور حضرت کے یہاں اس کا درس ہوتا تھا۔اس لئے اپنا نسخہ مثنوی شریف ساتھ لے گیا تھا کہ درس میں بیٹھا کروں گا۔چنانچہ درس کے وقت حاضر ہوتا رہا۔اور اپنا نسخہ لے جاتا مولوی محب الدین صاحب یا مولوی شفیع الدین صاحب پڑھا کرتے اور حضرت اس کی شرح فرمایا کرتے بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ قاری نے ایک شعر پڑھا۔اور میرے قلب میں من کل الوجوہ اس کی شرح آ گئی اور یہ تصور کیا کہ یہ تو بہت ہی سہل ہے۔چنانچہ اسی شرح کو حضرت نے اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمایا۔جب نسخہ لے کر جائے اقامت پر پہنچا اور مثنوی شریف کھول کر دیکھا تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آتا۔سخت حیرت ہوتی تھی کہ یہ تو بالکل میرے ذہن میں قبل از تشریح حضرت صاحب آ گئے تھے اب کیا ہوا جب حاضر درس ہوتا تو انشراح قلب کی وہ ہی حالت پاتا۔اس وقت یقین ہوا کہ یہ محض تصرف شیخ ہے۔

(۳) میاں امیر احمد رامپوری کا واقعہ میرے سامنے کہ۔امیر احمد بار بار حضرت سے دریافت کرتے تھے کہ یا حضرت میں ہندوستان جاؤں اور حضرت فرماتے تھے کہ ہاں جاؤ۔مگر امیر احمد کو اپنے اوپر مقدمات کا قوی خطرہ تھا۔اس واسطے شبہ ہوتا تھا کہ ضرور گرفتار اور سزایاب ہوں گا۔اس واسطے باوجود حضرت کے فرما دینے کے ان کو اطمینان نہیں ہوتا تھا۔اور بار بار دریافت کرتے تھے۔

ایک روز حضرت نے چین بجبین ہو کر فرمایا کہ تمہارا جی گرفتار ہونے کو چاہتا ہے میاں جاؤ تب میں نے ان سے کہا کہ اب تم شک وشبہ چھوڑ و اور حضرت نے خود ارشاد فرمادیا ہے۔خدا کا نام لے کر چلو۔اللہ تعالیٰ بہتر کرے گا۔چنانچہ وہ میرے

ساتھ ہندوستان آئے اور چند روز دہلی ایک مسجد میں رہ کر حاضر عدالت ہو گئے۔ چنانچہ گرفتار کر کے جیل بھیج دیئے گئے اور بالآخر تمام مقدمات سے بری ہو کر اپنے گھر بخیریت تمام پہنچ گئے۔

حال۔ (حضرت مولانا نانوتوی رحمتہ اللہ تعالیٰ کے والد ماجد نے جو حضرت قدس سرہ سے قرابت بھی رکھتے تھے) جناب حاجی امداد اللہ صاحب مدظلہ سے شکایت کی کہ بھائی میرے تو یہی ایک بیٹا تھا اور مجھے کیا کچھ امیدیں تھیں کچھ کماتا تو ہمارا یہ افلاس دور ہو جاتا خدا جانے کیا کر دیا کہ یہ نہ کچھ کماتا ہے نہ نوکری کرتا ہے۔ حضرت اس وقت تو ہنس کر چپ ہو رہے پھر کہلا بھیجا کہ یہ شخص ایسا ہونے والا ہے کہ وہ پچاس سو والے سب اس کی خادمی کریں گے۔ اور ایسی شہرت ہوگی کہ اسی کا نام ہر طرف پکارا جائے گا۔ اور تم تنگی کی شکایت کرتے ہو خدا تعالیٰ بے نوکری ہی اتنا کچھ دے گا۔ کہ ان نوکروں سے یہ اچھا رہے گا۔ جناب بھائی اسد علی صاحب کی ہی زندگی میں اللہ تعالیٰ نے وسعت دی اور مولوی صاحب سے بہت خوش انہوں نے انتقال کیا۔ اور تصدیق اس پیشین گوئی کی اپنی آنکھ سے دیکھ گئے (سوانح مولانا محمد قاسم صاحب ص ۱۲)

حال ہمارے حضرت حاجی صاحبؒ کی خدمت میں ایک شخص آئے انہوں نے مشورہ کیا کہ مجھے مدینہ جانا ہے کس طرف کو جایا جائے فرمایا کہ ینبوع کو جاؤ۔ دوسرا ایک اور آیا اس نے بھی مشورہ لیا اس نے فرمایا کہ سلطانی راستہ کو جاؤ۔ سو جس کو ینبوع کے راستہ سے جانے کیلئے فرمایا تھا۔ وہ بھی کسی مصلحت سے سلطانی راستہ ہی کو گیا اور حضرت کے مشورہ پر عمل نہ کیا۔ اس کو ویسے بھی بہت تکلیف ہوئی بدوؤں سے بھی سابقہ پڑا۔ اور ان سے الگ تکلیف پہنچی۔ اور جس کو سلطانی راستہ کا مشورہ دیا تھا۔ وہ راحت سے چلا گیا۔ حضرت سے اس کی وجہ دریافت کی گئی کہ آپ نے اس کو اس راستہ کا مشورہ دیا۔ اور اس کو دوسرے راستہ کا اس میں کیا حکمت تھی؟ فرمایا کہ جب پہلا آیا میرے دل میں وہی آیا جو اس کو بتایا اور جب دوسرا آیا۔ میرے دل میں

اس وقت یہی آیا جو اس کو مشورہ دیا۔ سو ایسے شخص سے واقعی غلطی کم ہوتی ہے (ذم ہوی وعظ و ہم دعوات عبدیت ص ۱۶۴)

حال ایک مرتبہ حضرت حاجی صاحب کے یہاں مہمان بہت سے آ گئے کھانا کم تھا حضرت نے اپنا رومال بھیج دیا کہ اس کو ڈھانک دو۔ کھانے میں ایسی برکت ہوئی کہ سب نے کھالیا اور کھانا بچ گیا۔ حضرت حافظ ضامن صاحبؒ کو خبر ہوئی۔ تو عرض کیا کہ حضرت آپ کا رومال سلامت چاہیے۔ اب تو قحط کیوں پڑے گا حضرت شرمندہ ہو گئے اور فرمایا کہ واقعی خطا ہو گئی توبہ کرتا ہوں پھر ایسا نہ ہو گا (امثال عبرت ۱۸۲) ف اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اہل کمال ایسے خوارق کو کمال نہیں سمجھتے اسی وجہ سے حضرت حافظ صاحب رحمتہ اللہ نے اس پر نکیر فرمایا اور حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ نے اس سے معذرت فرمائی۔

کشف وتصوف

حال۔ پیر جی صاحب ہی فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایک صوفی مشرب شخص نے ایک مرتبہ کہا کہ شاہ قمیص رحمتہ اللہ علیہ ساڈھورہ میں مدفون نہیں ہیں یوں ہی مزار بنا کر مشہور کر دیا گیا ہے۔ ایک صالح صورت کی زبان سے یہ سن کر مجھے بھی شک پیدا ہو گیا اور نیت کی کہ حضرت سے تحقیق کروں گا چند روز کے بعد جب گنگوہ آیا تو اس قصہ کا بھی خیال آیا۔ تصدیق کی نیت سے میں حضرت کے پاس جا کر بیٹھنا چاہتا تھا کہ بات کروں مگر ہیبت کی وجہ سے بول نہ سکا۔ تھوڑی دیر میں حضرت نے خود ارشاد فرمایا کہ جس زمانہ میں حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ پنجلاسہ میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ راؤ سراج الدین خاں نبیرہ راؤ عبداللہ خاں ایک دن گنگوہ آئے۔ میں نے حضرت کی زیارت کے لیے پنجلاسہ کا قصد کر دیا جب ساڈھورہ پہنچا۔ تو شہر کے اندر نہیں گیا بلا ہی بالا شاہ قمیص رحمتہ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوا اور پھر پنجلاسہ روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر

حضرت سے عرض کیا کہ ایک شخص نے مجھ سے کہا تھا کہ حضرت قمیصؒ خانقاہ ساڈھورہ میں مدفون نہیں ہیں حضرت مرشدنا نے فرمایا تم سے جس شخص نے ایسا کہا غلط کہا ہے حضرت شاہ قمیص رحمتہ اللہ علیہ اسی جگہ تشریف رکھتے ہیں اور جب میں ساڈھورہ حاضر ہوا تھا۔ تو میرے حال پر حضرت نے بہت عنایت فرمائی تھی۔ کیونکہ شاہ رحم علی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ میں بیعت ہوں اسی طرح حضرت مرشدنا حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میرے حال پر شاہ قمیص رحمتہ اللہ علیہ نے بہت عنایت فرمائی ہے کیونکہ شاہ رحم علی رحمتہ اللہ علیہ کے سلسلہ میں بیعت ہیں۔ (تذکرۃ الرشید ص ۲۳۵)

حال۔ مولوی ولایت حسین صاحب نے ایک دن دریافت کیا کہ حضرت قلندر صاحب کا مزار کرنال اور پانی پت دونوں جگہ کیوں ہے؟ حضرت نے فرمایا اصل قبر پانی پت میں ہے بات یہ ہوئی کہ جب قلندر صاحب پانی پت میں بہت بیمار ہوئے تو کرنال کے معتقدین لانے کو گئے وہاں حضرت کا انتقال بھی ہو چکا تھا۔ پانی پت والوں نے نعش جانے نہ دی۔ تب یہ لوگ شرم مٹانے کو ایک خالی نعش کی صورت بنا کر لے چلے۔ اور کرنال میں آ کر پردہ کر کے دفن کر دیا۔ اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ ابتدائی زمانہ میں ہمارے حضرت حاجی صاحب کو وحشت طاری ہوئی تین روز تک حضرت قلندر صاحب کی قبر پر مراقب رہے مگر کچھ پتہ نہ چلتا تھا آخر حضرت میانجی نور محمد صاحبؒ کو دیکھا کہ وہ تشریف لائے اور فرمایا کہ یہاں کیا بیٹھے ہو۔ پھر قبر کھود کر دکھلا دیا کہ کچھ نہیں ہے۔ (تذکرۃ الرشید ص ۲۳۷)

حال۔ اعلیٰ حضرت حاجی رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ شروع فرما دیا یہ بھی فرمایا کہ جب میں قید خانہ میں تھا تو میری تین سال کے لیے تین ہزار کی ضمانت طلب ہوئی تھی چنانچہ تین شخص ضامن ہوئے لیکن انگریز سخت مزاج تھا۔ اس نے یہ کہہ کر کہ تینوں گنگوہ کے باشندے نہیں ہیں ضمانت نامنظوری کر دی ماموں صاحب نے قسم کھائی تھی کہ جب تک اس کو نہ چھڑالوں گا۔ گنگوہ نہ آؤں گا۔ چنانچہ وساعی تھے۔ اسی اثناء میں

ہمارے حضرت گنگوہ تشریف لائے اور یہاں خبر تھی کہ میں اب رہا ہوا اب رہا ہوا۔ حضرت نے فرمایا کہ اس کے چھوٹنے میں ابھی دیر ہے ہم اس سے مل آئے ہیں انہیں ایام میں کہ میں قید خانہ میں تھا۔ خواب میں آپ تشریف لائے گویا میرے پاس تشریف رکھتے ہیں اور تسلی فرماتے ہیں پھر حضرت یہاں سے تشریف لے گئے۔ اور میں ایک ماہ بعد چھوٹ آیا۔ (تذکرۃ الرشید ص ۲۶۹)

حال ایام عذر میں حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ قصبۂ کیتھل میں بھی کچھ دنوں مقیم رہے۔ میں بھی حضرت کی خدمت میں حاضر تھا وہاں ایک بزرگ حضرت کی ملاقات کے لیے تشریف لایا کرتے تھے۔ سکھ لوگ ان کے معتقد زیادہ تھے۔ چنانچہ ان کے ہمراہ سکھ بھی حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوتے اور گرد کی حالت دیکھ کر حضرت حاجی صاحب کا ادب کیا کرتے تھے۔

(تذکرۃ الرشید ص ۲۳۸ جلد ۲)

اہتمام شریعت

حال جن لوگوں کے پاس خرچ کم رہ گیا تھا یا وطن پہنچنے کی ضرورت تھی وہ رخصت ہو کر جہاز میں سوار ہوئے اور حضرت امام ربانی قدس سرہ نے مع اپنے خاص رفقاء کے یہاں سے جانے کا نام نہ لیا۔ ایک ماہ گزرنے پر آپ کے اکثر ہمراہیوں کے پاس زادراہ قریب الختم پہنچ گیا۔ اور باہم خفیہ مشورے ہونے لگے کہ کس طرح حضرت سے چلنے کی درخواست منظور کرائیں۔ مگر رعب ولحاظ کے باعث کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی اور ہمت بھی ہوتی تو منظوری دشوار تھی۔ غالباً یہی جواب ملتا کہ جس کو عجلت ہو وہ چلا جائے۔ ایک دن ایک مرتبہ ضرورت مند اصحاب نے اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں ساری حالت عرض کی اور چاہا کہ حضرت کو حکماً ہندوستان جانے کو فرمادیں کہ ہمیں معیت کی نعمت سے محرومی نہ ہو چنانچہ اعلیٰ حضرت نے درخواست منظور فرمائی۔ اور حضرت امام ربانی سے فرمایا کہ مولانا جی تو نہیں چاہتا کہ آپ سے علیحدگی ہو مگر ہمراہیاں کے پاس خرچ کم رہ گیا ہے اور آپ کی ذات سے اہل ہند کو جو نفع ہے وہ ظاہر ہے اس لیے مناسب یوں ہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہندوستان واپس ہوں اعلیٰ حضرت کے حکم پر حضرت مولانا سوائے تعمیل کیا فرما سکتے تھے واپسی کا قصد فرمایا لیا اور تہیہ سفر شروع کر دیا۔ اتفاق سے جس روز چلنا قرار پایا تھا۔ عین اسی دن پلونا کے فتح ہونے اور روس کے قبضہ میں آجانے کی وحشتناک خبر مکہ بھی پہنچی مگر اس طرح کہ تصدیق و تحقیق کی کوئی صورت نہ پائی ہر چند کہ اس خبر نے طبعی رنج وغم اور تحقیق کی طلب وفکر کے باعث پھر قصد سفر ملتوی کرنے پر مجبور کیا لیکن اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے یہ فرما کر کہ سلسلہ اخبارات بند ہو رہا ہے یہاں مہینوں میں بھی تصدیق یا تکذیب اس خبر کی نہ ہو سکے گی جاؤ بسم اللہ کرو جو کچھ مقدر تھا ہوا اور جو ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا (تذکرۃ الرشید ص ۲۴۱) ف باوجود مفارقت کی ناگواری کے

حضرت گنگوہیؒ کے لیے ہندوستان کی مراجعت تجویز فرمانا اور خود اس کی مصلحت بیان فرمانا کہ آپ کی ذات سے اہل ہند کو نفع ہے دلیل واضح کہ حضرت قدس سرہ کو مصالح شریعہ کا کس درجہ اہتمام تھا۔ مشائخ میں اس وقت یہ امر کبریت احمر ہے۔

حال مولوی صاحب نکاح نہ کرتے تھے اور جناب بھی اسد علی صاحب حضرت کے والد کو ادھر تو ترک نوکری اور اختیار درویشی کا رنج تھا ادھر یہ فکر ہوئی کہ دیوبند رشتہ کیا تھا آخر جناب حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ حضرت کے فرمانے سے نکاح پر راضی ہوئے (سوانح مولانا محمد قاسم صاحب ص ۱۱ ف جذبات باطنیہ پر سنن نبویہ کی تقدیم کس درجہ اہتمام شریعت کا نشان دیتی ہے۔

اخلاق واحوال

حال حضرت قدس سرہ ایک مکتوب شریف میں حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کو تحریر فرماتے ہیں فقیر کو معلوم ہوا کہ یہاں سے کسی نے آپ کی خدمت میں بی بی خیر النساء صاحبہ کو یہاں بھیج دینے کو لکھا ہے اس لیے یہ عرض ہے کہ آپ اپنی طرف سے کسی طرح کا ارشاد و تحریک اس بارے میں نفرماویں کیونکہ فقیر پابگور صبح وشام سے ایسی حالت میں کس کو تکلیف اس دور دراز سفر کی دینی مناسب نہیں ہے اس کے قبل مولوی منور علی نے محبت سے فقیر کے راحت و آرام کے خیال سے بلا استمزاج فقیر کے اس بارے میں مولوی عزیز الرحمن و مولوی عبداللہ صاحبان کو لکھا تھا لیکن فقیر کو اس کی خبر ہوئی اور دونوں صاحبان کو اس بارے میں کچھ اپنی طرف سے تحریک واشارہ کرنے کی ممانعت لکھ دی گئی ہے اس بارے میں جو کوئی تحریر جائے تو فقیر کی خلاف مرضی سمجھنا چاہیے ہاں البتہ یہ پر سال سے یا اس کے ماقبل سے سنتا ہوں کہ بی بی صاحبہ موصوفہ یہاں آنے کی تہیہ میں ہیں تو اگر وہ خود آنے والی ہوں اور خرچ راہ نہ ہونے کے باعث نہ آسکتی ہوں تو ایسی صورت میں آپ ان کے زادراہ وغیرہ کا سامان فرما کر فقیر

کو خبر دیں (مکاتیب رشیدیہ ص ۱)

حال ایک دوسرے مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں از فقیر امداد اللہ عفی عنہ بخدمت فیصد درجت (جامع شریعت و طریقت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ قبل اس کے بھی خط روانہ کر چکا ہوں۔ مطلب ضروری یہ ہے کہ فقیر کی وہ مثنوی شریف جو ایک زمانہ سے فقیر کے مطالعہ و درس میں تھی اور اپنے خیال کے موافق اس پر کچھ مطالب و فوائد درج کیے تھے اس دفعہ اس مثنوی کو مولوی عبداللہ انبہٹوی بوسیلہ عزیزم ابواحمد صاحب بمبئی کے طبع کرانے کی غرض سے فقیر سے لے گئے ان کی تلون مزاجی وغیرہ استقامت اول ہی سے فقیر کو معلوم تھا کہ اس کا انجام ان کے حوصلہ و حالت سے باہر ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پانچ چھ مہینے سے حاجی عبدالکریم صاحب سیٹھ بمبئی کو ایک دیندار اور صالح اور معتبر شخص ہیں اس مثنوی کے لاحال شغل کی وجہ سے سخت تشویش وزیر باری میں ڈال رکھا ہے۔ وہ تنہا اپنی تجارت کے کام میں مشغول ہیں اس میں مشغول ہونے سے ان کی تجارت کا سخت حرج و نقصان ہے اس لیے فقیر نے سیٹھ صاحب کو لکھ بھیجا ہے کہ مثنوی کا طبع ہونا قطعاً موقوف کر کے فقیر کی دونوں مثنوی آپ کی خدمت میں مقام گنگوہ پہنچا دیں لیکن معلوم یہ ہوا ہے کہ مولوی عبداللہ صاحب و مولوی ابواحمد صاحب مقام سہارنپور میں شاید اسی غرض سے قیام پذیر ہیں اس لیے آپ بذریعہ حافظ قمرالدین صاحب یا کسی اور معتبر شخص کے ذریعہ سے فقیر کی مثنوی کو سہارنپور سے اپنے پاس منگوا کر رکھ لیں اس بارے میں توقف نہ فرماویں و خط بنام مولوی عبداللہ صاحب و مولوی ابواحمد صاحب بھی جاتا ہے آپ دونوں خط کے پڑھنے کے مجاز ہیں (مہر) از مکہ معظمہ دہم رمضان شریف روز دو شنبہ ۱۳۱ ہجری (مکاتیب رشیدیہ ص ۹)

حال ایک تیسرے مکتوب میں ارشاد فرماتے ہیں اگر بی بی خیر النسا صاحبہ اپنی خوشی سے بہ نیت ہجرت یہاں آنے والی ہوں اور باعث بے خرچ کے نہ آ سکتی ہوں تو

آپ ان کے خرچ راہ کا بندوبست فرمائیں انشاء اللہ تعالیٰ یہاں سے آپ کی خدمت میں اس کو روانہ کردوں گا۔ (مکاتیب رشیدہ ص ۲) ف ان تینوں مکتوبات میں کسی پر کسی قسم کا مالی یا بدنی یا نفسانی بار نہ ڈالنا مصرح ہے گو وہ شخص اپنا معتقد و جان نثار ہی کیوں نہ ہو اب تو مشائخ مریدوں کی جان و مال کو بلکہ ان کے اہل وعیال کو بھی اپنی ملک بلکہ ملک سے بڑھ کر سمجھتے ہیں کہ اپنی ملک میں تصرف کرتے ہوئے تو کچھ دل بھی دکھتا ہے یہاں اتنا بھی نہیں۔

حال ایک خط حضرت گنگوہیؒ کو تحریر فرماتے ہیں۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ تم عزیزوں کے کمالات کی وجہ سے فقیر کے نقصان و عیوب چھپ گئے ہیں وہ تمہاری محبت نے اکسیر کا کام کیا ہے انشاء اللہ تعالیٰ قیامت میں بھی ایسی ہی تاثیر کی امید ہے وہ تمہاری محبت کا بڑا وسیلہ ہے (مکاتیب رشیدیہ ص ۴) ف کچھ حد ہے اس تواضع کی۔

حال ایک اور خط میں تحریر فرماتے ہیں۔ فقیر کی مثنوی شریف جو بعض حواشی و فوائد سے اپنی سمجھ کے موافق محشی ہے عزیزم مولوی عبداللہ صاحب بواسطہ مولوی ابو احمد صاحب باستبداد و اصرار اشد بغرض طبع لے گئے تھے اور شہود کردیا ہے کہ فقیر نے خواہش اس کے طبع کی کی ہے فقیر حیران ہے کہ اول تو وہ حواشی و فوائد کچھ ایسے قابل نہیں خیال کئے جاتے اس پر طرہ یہ کہ فقیر کی خواہش ہے۔ تاہم آج تک آٹھ دس ماہ سے کچھ اس کی ایک جزو بھی درست نہ کی فقیر نے ان کو خط ممانعت کے کئی بار تحریر کرائے وہ اپنی تک اس کام سے باز نہ آئے آپ کو مقصدع ہوں کہ کسی معتبر ذریعہ سے مثنوی شریف محشی فقیر و قلمی ہر دو نسخہ مولوی عبداللہ صاحب و مولوی ابو احمد صاحب سے طلب کرالیں اور بعد میں جیسی رائے آپ کی ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ ولیا ہو گیا یہ تحریر فقیر کی دکھا کر مثنوی شریف منگوالی جائے (مکاتیب رشیدیہ ص ۵) ف اپنے کلام کو مفید نہ سمجھنا۔ اپنے مخلص خدام کی رائے کے اتباع کا عزم رکھنا جیسا کہ قول میں ارشاد ہے کہ جیسی رائے آپ کی ہوگی انتہا درجہ کی تواضع ہے اور کسی کی تکلیف کو گوارا نہ فرمانا

مثل اوپر کے مکتوبات کے اس سے بھی ظاہر ہے۔
حال اعلیٰ حضرت حاجی صاحب کو اپنے لاڈلے اور چاہتے پیارے ہندی قافلہ کے جدہ سے روانہ ہونے کی اطلاع مل چکی تھی باوجود صنعت ونقاہت کے سنت استقبال اور جوش محبت میں شہر سے باہر ملنے کی خواہش پوری کیئے بغیر نہ رہ سکے خدا جانے کس وقت کے منتظر کھڑے اور راستہ کی جانب آنے والے قافلہ کا انتظار فرما رہے تھے جس وقت قافلہ باب مکہ پر پہنچا تو سب نے دیکھا کہ اعلیٰ حضرت ٹپکے سے کمرے باندھے ہوئے فصیل کے پاس کھڑے تھے شیخ کے شیدا اور مرشد کے جاں نثار خدام اسی وقت سواری سے نیچے اتر پڑے اور بغلگیر ہو ہو کر خوب دل کھول کر ملے مولانا حکیم محمد حسن صاحب چونکہ کچھ پہلے پہنچ گئے تھے اس لیے پاس کھڑے ایک ایک کا نام ونشان اور پتہ بتاتے جاتے تھے اس لیے کہ شب کا وقت تھا۔ اور قافلہ میں بہتیرے آدمی ایسے بھی تھے جن سے اعلیٰ حضرت کو ملنے کا بہت کم اتفاق ہوا یا ملے ہوئے زمانہ مدید گزر چکا تھا اعلیٰ حضرت میں سرتاپا خلق کی مسافرنوازی تھی کہ قافلہ کے ایک ایک شخص سے اجنبی ہو یا واقف کار بغلگیر ہوئے اور جب تک وہی علیحدہ نہ ہو گیا اعلیٰ حضرت نے اپنے سینہ علم ومعرفت کے گنجینہ سے علیحدہ نہیں کیا۔ سو حضرات سے بغلگیر ہونا اور مسکرا مسکرا کر مزاج پرسی کوئی معمولی بات نہ تھی خصوصاً اس پیرانہ سالی وضعف جسمانی کے وقت الغرض اعلیٰ حضرت سارے قافلہ کو اپنی رباط میں لائے اور وہیں ٹھہرایا۔ یہ مکان اعلیٰ حضرت کو اسی سال ملا تھا بلکہ ابھی تک آپ نے اس میں سکونت منتقل نہ فرمائی تھی اس لیے زیادہ مناسب سمجھا گیا کہ اس مقدس جماعت کا اول اس مکان میں قیام ہو صبح کو سارے مجمع کی دعوت بھی اعلیٰ حضرت ہی کے دسترخوان پر ہوئی ہر چند کہ امام ربانی قدس سرہ نے عرض کیا بھی کہ آدمی بہت ہیں مگر اعلیٰ حضرات نے یہ فرما کر "کہ میری خوشی اسی میں ہے کہ سب احباب میرے یہاں کھاویں" مجبور فرما دیا (تذکرۃ الرشید ص ۲۳۷) ف شفقت وتواضع وتحمل جس درجہ کے اس واقعہ سے ظاہر

ہیں حاجت بیان نہیں۔

حال ایک بار (حضرت گنگوہیؒ) ارشاد فرمایا کہ حضرت مرشدنا حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ گنگوہ تشریف لائے میری لڑکی عمر کوئی تین سال کی تھی حضرت نے اس کے ہاتھ میں پانچ روپیہ شیرینی کے دیئے میری لڑکی نے وہ روپیہ لے کر حضرت کے قدموں میں رکھ دیئے پھر دیئے اس نے ایسا ہی کیا ہر چند حضرت نے پھیلایا کہ تو میری بیٹی ہے لے لے مگر اس نے مانا ہی نہیں حضرت نے فرمایا کہ آخر تو فقیر کی بیٹی فقیر ہی ہے اس کے بعد یہ دعا فرمائی "ایں دختر صاحب نصیب است وہیچ عسر تے در دنیا نہ بیند زاہد و صالح خواہد شد" اس کے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہ نے فرمایا الحمد اللہ میری لڑکی کو دنیا کی محبت بالکل نہیں ہے (تذکرہ الرشید ص ۲۷۵ ف بچوں پر شفقت تو عام بزرگوں کی عادت ہے مگر روپیہ بھی دنیا اور ایسے زمانہ میں کہ اس وقت کے پانچ کسی طرح بھی اس وقت کے بیس پچیس روپیہ سے کم نہ تھے یہ مال سے بے تعلقی کی اعلیٰ دلیل ہے اب تو اکثر مشائخ لینا ہی جانتے ہیں پانچ پیسے بھی ہاتھ سے ڈالنا مشکل ہے۔

حال بابت مسافر خانہ کے جو قریب پانچ سو اشرفی کے جمع تھیں مولوی بدر الاسلام کے سپرد کئے گئے ہیں باغوائے محض مخالفین کے حکام نے ضبط کرلیں فقیر تو پہلے ہی ایسے معاملات سے دست بردار تھا حافظ صاحب مرحوم کے انتقال سے اچانک یہ معاملہ آن پڑا پھر بھی فقیر نے اس کی طرف التفات نہیں کیا جو کچھ ان کا روپیہ تھا ان کے سالے احمد گاما کے حوالہ کیا گیا مسافر خانہ کے ساتھ بھی علاقہ نہ رکھا اس کا ناظر مولوی بدر الاسلام صاحب کو کر دیا گیا یہ سب منجانب اللہ ہے فقیر دونوں حال میں خوش ہے ایسے امورات کے سننے سے بھی دل کو پریشانی بعض اوقات ہو جاتی ہے لہذا ایسے امور کے تذکرہ سے یہاں احباب کو منع کر دیا ہے کہ فقیر سے یہ ذکر نہ ہوا کرے (مکاتیب رشیدیہ ص ۸) ف تعلقات غیر ضروریہ سے گو کسی تاویل کے وہ دینیہ میں

داخل ہوسکیں دست کشی کھلی دلیل ہے۔ خلوعن غیر اللہ کی

حال پیر جیو محمد جعفر صاحب ساڈھوروی نے ایک دن عرض کیا کہ حضرت کیمیا مرکبات سے بنتی ہے یا قدرتی جمادات سے آپ نے فرمایا کیمیا مرکبات سے بنتی ہے مگر تم اس کو ہرگز نہ سیکھنا ایک شخص نے مجھ کو کیمیا کا نسخہ بتایا تھا میں نے کبھی اس نسخہ کے بنانے کا ارادہ بھی نہیں کیا اور نہ وہ نسخہ اب میرے یاد رہا اس کے بعد ارشاد فرمایا کہ حضرت مرشدنا حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ ایک دن فرماتے تھے کہ ایک شخص نے مجھ سے کیمیا کا نسخہ بتایا اور کہا کہ اس نسخہ اکسیر سے سونا بنتا ہے میں نے اس مہوس سے کہا کہ میں ہندوستان کو چھوڑ کر مکہ معظمہ میں جو آیا ہوں تو اللہ کی تلاش کے لیے ایا ہوں کیمیا کی تلاش میں نہیں آیا (تذکرۃ الرشید ص ۲۳۵)

ف دونوں باپ بیٹے کا استغناء عن الدنیا اس شعر کا بے تکلف مصداق ہے۔

جہاں چوں نگیر دقر ارے چناں وزیرے چنیں شہر یارے چناں

شہادت مبصرین برکمال

کسی مقبول بندہ ما کی مقبولیت کی سب سے بری دلیل بردے نص انتم شھداء اللہ الارض یہ شہادت ہے۔

حال (حضرت مولانا گنگوہیؒ نے ایک خط میں ایک مخلص کو ارشاد فرمایا) تم تو دوسرے درجہ میں الحق کہ خود مرشدنا سے بھی مجھ کو جی سے اعتقاد و محبت نہیں (کیونکہ مولانا اس سے زیادہ کے پیاسے تھے) ایک بار خدمتمیں حضرت کی بھی عرض کر دیا تھا کہ آپ کے سب خادموں سے اس بات میں کم ہوں ہر شخص کو کسی درجہ کی آپ کی محبت ہے اور اعتقاد مگر مجھ نالائق کو کچھ بھی ہیں! ور یہ اس واسطے ذکر کیا تھا کہ نفاق اپنا ظاہر کروں اور حقیقۃ الحال کو عرض کر دوں سو اب دیکھو کہ جب خود اس شخص مبارک سے کہ جس کے پاپوش کی بدولت دنیا میں عزت ہو رہی ہے اور یہ توجہ آپ کو ہے اس کے

ہی ساتھ اپنا یہ حال ہو تو پھر اور کوئی دوسرے درجہ میں ہے (مکاتیب رشیدہ ص ۵۲) ف ایک امام وقت کا کسی کی شان میں یہ الفاظ کہنا کہ جس کی پاپوش کی بدولت الخ کیا کچھ کم درجہ کی شہادت ہے۔

حال (حضرت گنگوہیؒ کا ایک مخلص کو ارشاد) مجھ کو یوں یقین ہوتا ہے کہ جب خود جناب حضرت سلمہ اس طرف متوجہ ہوئے تو آپ کا قصد بر آمد ہووے گا انشاء اللہ تعالیٰ کچھ گھبرانے کی بات نہیں (مکاتیب رشیدیہ ص ۵۸ ف حضرت قدس سرہ کی توجہ کو مفتاح کامیابی فرمانا شہادت کمال کی اعلیٰ درجہ کی ہے۔

حال ہاں اپنے مرشد کی نسبت میرا بھی یہی عقیدہ ہے کہ ایسا شخص کم ہے (مکاتیب رشیدیہ ص ۲۳) ف یہ بھی حضرت گنگوہی کی شہادت ہے۔

حال اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمتہ اللہ علیہ کی سب سے پہلی زیارت جو حضرت مولانا کو حاصل ہوئی اس کا تذکرہ خود امام ربانی نے بارہا فرمایا کہ جب میں اور مولوی محمد قاسم صاحب دہلی میں استاد (حضرت مولانا مملوک العلی صاحب) سے پڑھتے تھے ہمارا ارادہ سلم شروع کرنے کا ہوا لیکن مولانا کو فرصت نہ تھی اس لیے انکار فرماتے تھے بالآخر میں نے عرض کیا کہ حضرت ہفتہ میں دو بار صرف پیر اور جمعرات یا (جمعہ) کو پڑھا دیا کیجئے خیر یہ منظور ہو گیا۔ اور ہفتہ میں دو سبق ہونے لگے تو اس سبق کی ہمیں بڑی قدر تھی۔ ایک روز یہی سبق ہو رہا تھا کہ ایک شخص نیلی لنگی کندھے پر ڈالے ہوئے آنکلے اور ان کو دیکھ کر حضرت مولوی صاحب مع تمام مجمع کے کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ لو بھائی حاجی صاحب آ گئے حاجی صاحب آ گئے اور حضرت آ گئے اور حضرت مولانا نے مجھ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ لو بھائی رشید اب سبق پھر ہو گا (تذکرۃ الرشید ص ۱۴۱) ف حضرت مولانا مملوک العلی صاحب جس پایہ کے عالم تھے ان کے سلسلہ میں بڑی بڑی علماء کے ہونے سے ظاہر ہے ان کا اعتقاد اور تعظیم فرمانا کچھ معمولی بات نہیں خصوصی ایسی حالت میں کہ حضرت قدس سرہ کی عمر بھی کم اور شہرت بھی

زیادہ نہ ہوئی تھی اور درسیات کی بھی تحصیل نہ فرمائی تھی جن کو علماء خاطر میں بھی نہیں لاتے۔

حال آپ کے مناقب میں صرف یہ امر لاکھوں مناقب کے قائم مقام کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے جب آپ کو مجاز فرمایا تو وہ دستار خلافت جو اعلیٰ حضرت حاجی صاحب نے حضرت امام ربانی کو عطا فرمائی اور اب تک آپ نے بحفاظت رکھ چھوڑی تھی مولانا کو عطا فرمائی (تذکرۃ الرشید ص ۱۵۶ جلد ۲) ف حضرت قدس سرہ کے ملبوس کو اتنا بابرکت سمجھنا شہادت عظمیٰ ہے۔

حال حضرت مولانا اشرف علی صاحب تحریر فرماتے ہیں جب بندہ نے حج کا ارادہ کیا تو باوجود حضرت گنگوہی کی خدمت میں حاضر ہو کر اجازت درخصت حاصل کر آنے کے عین روانگی کے دن بذریعہ تحریر میں نے حضرت کو اطلاع دی کہ بندہ آج روزانہ ہوتا ہے آپ کے پاس سے جو تحریر آئی اس میں یہ بھی لکھا تھا کہ وہاں حضرت حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر مجھے بھی یاد رکھنا اور اس کے بعد یہ شعر مسطور تھا۔

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی بیاد آر محبان بادہ پیمارا

(تذکرۃ الرشید ص ۱۶۵) ف حضرت اقدس سرہ کی توجہ کے جلب کا اہتمام مدعا کی دلیل ظاہر ہے۔

حال اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمہ کا عطا فرمایا ہوا جبہ بھی آپ کے پاس تھا یہ بھی انہیں تبرکات کے صندوقعہ میں رہتا تھا جس وت آپ اس کا نکالتے تو اول دست مبارک میں لیکر اپنی آنکھوں سے لگاتے اور پھر یکے بعد دیگرے دوسروں کو سر پر رکھنے کا موقع عطا فرماتے تھے اس وقت آپ پر ایک خاص کیفیت ظاہر ہوتی اور یوں فرمایا کرتے تھے کہ اس کو کوئی سال حضرت نے پہنا اور پھر مجھ کو خصوصیت کے ساتھ عطا فرمایا تھا جو شخص لیکر آیا تھا اس سے کہلا بھیجا تھا کہ اس کو پہنا سو کبھی کبھی تعمیل ارشاد کو پہنا

کرتا ہوں تبرک ہے رکھ چھوڑا ہے (تذکرۃ الرشید ص ۱۶۷) ف اس کی دلالت بھی مثل واقعات بالا کے ظاہر ہے۔

حال آپ کے مرشد برحق اعلیٰ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مسائل مختلف فیہا میں حضرت امام ربانی اقدس سرہ کے استھ جو کچھ بھی تخالف تھا وہ منجانب اللہ اس آزمائش کا معیار تھا جس پر سالک طریقت نائب رسول متبع سنت شیخ کو پرکھنے کی حاجت ہے۔ شیخ طریقت کے عمل اور سنت نبویہ کے اتباع میں ایک کی دوسرے پر ترجیح اور بصیرت ومحافظت حفظ مراتب اسی درجہ میں آ کر اس درجہ دشوار پڑا تھا جس کے اشکال رفع کرنے میں قطب وقت کا امتحان ہوا۔ اعلیٰ حضرت حاجی صاحب عیاذ باللہ متبدع نہ تھے نہ ذرہ برابر بدعات کی جانب میلان تھا چنانچہ اہل بصیرت کے نزدیک حضرت کے کمالات علمیہ و فیضان قدسیہ اس پر وال ہیں اور عوام کے لیے براہین پر جو تقریظ اعلیٰ حضرت نے تحریر فرمائی ہے وہ اس دعویٰ کی دلیل صریح ہے مگر بقول شخصے نباشد چیز کے مردم نگوید چیز ہا۔ اعلیٰ حضرت کو وہ تشدد پسند نہ تھا جس کو امام ربانی نے اصلاح خلق واحیاء سنت کے لیے دانتوں سے مضبوط پکڑ رکھا تھا۔ تصوف کا یہ مسئلہ مسلم ہے کہ صاحب نسبت ہونے کے بعد منتھی کو شیخ کے ہر فعل کا اتباع ایسا ضروری نہیں جیسا کہ مبتدی کو ضروری ہے چنانچہ سلف صالحین کی سوانح اس قسم کے واقعات اور بعض بعض مسائل میں مرید کا پیر کے فعل کو قابل اتباع نہ سمجھنے کی حکایات سے بھری پڑی ہیں اولیاء اللہ کا تو کیا ذکر صحابہ کرام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سوانح میں اہل بصیرت کو اس کا پتہ چلتا ہے مگر چونکہ یہ وقت اس بحث کا نہیں اس لیے اس کو چھوڑتا ہوں مطلب یہ ہے کہ مسئلہ مسلمہ کی بناء پر اعلیٰ حضرت کی طرف سے اہلیت واستعداد تام کا پروانہ ملے پیچھے صاحب نسبت مجاز طریقت بن کر اعلیٰ حضرت کے اس خیال سے امام ربانی کا موافقت نہ فرمانا شریعت میں تو کیا طریقت میں بھی کسی الزام کا باعث نہیں ہوسکتا مگر بایں ہم نہ اس اختلاف سے حضرت امام ربانی

قدس سرہ کا حفظ مراتب کے کمال معنوی میں امتحان پورا ہوگیا کہ آپ نے اعلیٰ حضرت کو شیخ اور طریقۂ نبویہ کا راہبر سمجھا تھا خود نبی یا رسول نہیں سمجھا تھا واسطہ اور ذوالواسطہ کا فرق انسان کے لیے کھلی ہوئی بات ہے مگر یہاں اس امتیاز کا قائم رکھنا بہتیروں سے نہیں ہوسکا ذلک فضل الله یوتیہ من یشاء اس میں شک نہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اختلاف امتی رحمتہ حق سے جانبین کے متمسک اور خیال مدائے کی وجہ للّٰہیت اور اخلاص تھی ادھر درجہ محبوبیت میں غلو تھا اور خلق پر بایں طور پر شفقت و نرمی محمود سمجھی گئی تھی تو ادھر محسبیت میں استغراق تھا اور ارشاد و اصلاح خلق کا یہ طریقہ تفقہ کے ساتھ اتباع سنت سمجھا گیا تھا جو کچھ بھی ہو بد نفس معاندین کے لیے اس مبحث میں پڑنا سبب ضلال ہوگیا اور جس نے جو چاہا کہا مگر خدا شاہد ہے بات یہ تھی کہ لاریب حضرت امام ربانی قدس سرہ کو قدوۃ العلماء اور جامع شریعت والطریقت نائب رسولؐ بن کر اس طریق کا اختیار فرمانا جو بظاہر شیخ کے قول و عمل سے ظاہر ہورہا تھا وہ زبردست لغزش تھی جو آپ کو اس مرتبۂ عالیہ تک پہنچنے کے لیے وہ مضبوط دیوار بن کر روکنے والی تھی ۔

بے ادب را اندریں رہ بار نیست جائے اوبر دار شد در وار نیست

از خدا خوہیم توفیق ادب بے ادب محروم گشت از فضل رب

آپ کی استقامت کا فردر فرید اس بال سے زیادہ باریک راستہ میں بھی آفتاب نصف النہار کی طرح ایسا چمکا کہ عالم نے دیکھ لیا اور منصب ارشاد و نیابت کا بے بہا تاج اس تحفظ مراتب و محافظۃ حدود کے درجہ میں بھی آپ کے فراق اقدس پر ایسا جلوہ نمارہا کہ گوشہ ہائے دنیا اُسسے آگاہ ہوگئے لیہلک من ھلک عن بنیۃ و یحییٰ من حی عن بینۃ اپنی اپنی نسبت اور خداوندی عطیہ و نعمت کے ثمرات میں روحانی باپ بیٹوں کے خیال اور رائے کا فرق بس یہ تھا جو عرض ہوا اگر بایں ہمہ ادھر شفقت و رافت میں امام ربانی کی طرف سے مطلق فرق نہ آیا تھا۔ اور ادھر

عقیدت وادب میں اعلیٰ حضرت مرشد العرب والعجم کی جانب سے حبہ برابر تفاوت پیدا نہ ہوا تھا اگر یہاں سے خط جانے میں توقف ہوتا اور خیریت معلوم ہونے میں چندروز کی دیر ہو جاتی تو حرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بیتاب ہو جاتے اور بار بار خیریت طلب خط پر خط ارسال فرمایا کرتے تھے اور اگر اعلیٰ حضرت کا کوئیوالا نامہ موسم حج کے علاوہ کسی کے ہاتھ آ گیا تو امام ربانی خوشی کے مارے پھولے نہ سماتے تھے اور احباب کو بار بار مژدہ سنایا کرتے تھے کہ ہمارے حضرت کی عافیت مزاج بے موسم معلوم ہوگئی حضرت حاجی صاحب کا تعلق شفقت ومحبت مکاتیب رشیدیہ سے معلوم ہوگا جس میں بارہ خطوط اعلیٰ حضرت کے بنام حضرت امام ربانی درج کئے گئے ہیں تاہم اس جگہ اتنا عرض کر دینا ضرور ہے کہ نزاع پسند اور خلاف دوست طبیعت والے اصحاب نے جی توڑ کر کوشش کیں کہ دو مقدس دلوں میں کسی طرح شکر رنجی پیدا ہو جائے مگر یہ دل وہ دل نہ تھا کہ ان کج رفتاروں کے قابو میں آ جاتے اور متاثر ہو کر نامراد حرماں نصیبوں کی مراد پوری کرتے۔ ادھر یہ لگایا جاتا تھا کہ مولانا گنگوہی ہی مولود کرنے والوں کو کافر ومشرک بتاتے ہیں جن میں آپ بھی شامل ہیں اور ادھر یوں کہا جاتا تھا کہ حضرت حاجی صاحب نے آپ کی بیعت اور اپنے سے بے تعلق وجدا فرمادیا تفرقہ انداز تمام اپنی سعی میں کوتاہی ہی نہ کرتے تھے مگر طرفین کا وہ قلبی علاقہ جو حق تعالیٰ شانہ کا جوڑا ہوا تھا کسی کے توڑے نہ ٹوٹا پر نہ ٹوٹا۔ بدگوئیاں جب حد سے گذریں اور متوحش افواہیں چار طرف پھیلیں تو حضرت امام ربانی نے عریضہ لکھا اور دریافت کیا کہ ان باتوں کی اصل کیا ہے اعلیٰ حضرت کی طرف سے جو طویل والا نامہ جواباً آیا تھا اس کو ملخصاً ہدیہ ناظرین کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم. نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم. ازفقیر امداد اللہ عفی عنہ بخدمت فیضدرجت جامع شریعت وطریقت عزیزم مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی متع اللہ بطول حیاتہ ودمر اعداۂ السلام علیکم ورحمتہ

اللہ و برکاتہ مکتوب برکت اسلوب مورخہ چہار دہم رمضان شریف بدست مولوی ممتاز علی صاحب ورود سرور لایا ممنون و مسرور ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو بایں عنایت و محبت مکروہات دارین سے محفوظ رکھ کر کونین میں درجات عالیات قرب و رضا عطا فرمائے مولانا آپ کی تحریر باعث انشراح قلب و موجب جمعیت خاطر فقیر ہے اس لیے آرزو ہے کہ ہمیشہ آپنی کیرو عافیت و حالات ظاہر و باطن وغیرہ سے مسرور و تبہج فرماتے رہو آپ کے اس خط کے ہر لفظ اور ہر فقرہ سے عجب کیفیت و شگفتگی پیدا ہوئی ع

اے وقت تو خوش کہ وقت ما خوش کردی

مولانا ضیاء القلوب میں جو کچھ آپ کی نسبت تحریر ہے وہ آپ سے نہیں لکھا گیا جیسا القا ہوا ہے ویسا ہی ظاہر کر دیا گیا ہے پس بدیہات کو نہ ماننا اور اپنے ذریعہ نجات و وسیلہ فلاح دارین سے علیحدگی کرنا سخت جہالت و محرومی دادبار ہے خارج کرنا چہ معنی فقیر تو تم علماء صلحا کی جماعت میں اپنا داخل ہو جانا موجب فخر دارین و ذریعہ نجات و وسیلہ فلاح کونین یقین کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے بھی یہی دعا ہے کہ تم صالحین کی محبت میں جلا دے و مارے وہ شخص بد بخت ہے جو تم مقدس و مقتدائے زماں سے کچھ دل میں کینہ یا سوء ظن یا بدعقیدگی یا عداوت و رنج رکھے۔ فقیر تو آپ کی سب حرکات و سکنات و اقوال و افعال کو منتج حسنات و برکات و موافق شریعت و طریقت سمجھتا ہے اور کل امور میں مخلص و صادق یقین کرتا ہے الخ۔ آخر میں تحریر فرماتے ہیں اسی لئے فقیر نے مسائل مختلف فیہا کے باب میں کوئی آپ کی تحریر دیکھی نہ پڑھی نہ اس کی تفتیش کی غرض کیا ہے کیونکہ فقیر تو آپ کے سب اقوال کو موافق شرع جانتا ہے اگرچہ بعض مسائل میں موافق نہ سہی اور اس اختلاف کو صحابہ کا اختلاف سمجھتا ہے اور آپ کے ہر قول کی تاویل و توجیہ میرے دل میں نہایت جمعیت بخش و تسلی وہ ہے۔ اس جانب اعلیٰ حضرت کے ساتھ محبت کی جو حالت تھی اس کو کیونکر ظاہر کیا جائے جبکہ ضبط و استقلال کا یہ عالم تھا کہ محبت رسول جس میں آپ کو استغراق تھا وہ بھی ایسی نہ کھل سکی

کہ ہر دیکھنے والا آپ کو عاشق رسول سمجھ لے۔ آپ کی روحانی قوت اور عالی ظرف قلب کی وہ برداشت جس نے ثمرہ محبت کو اطاعت و امتثال میں محدود سمجھ کر آپ کی ساری عمر کو پاک شریعت مصطفویہ کی خدمت میں گذارا اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ بجز پابندی فرمانہائے محبوب کے اور کسی انداز کے ساتھ محبت و عشق کا ظہور نہ ہوتا تاہم جس وقت اعلیٰ حضرت کے وصال کی خبر وحشت اثر ہندوستان میں پہنچی اور حضرت امام ربانی کے کانوں میں پڑی اس وقت صدمہ سے جو حال آپ کا ہوا وہ پاس رہنے والوں نے دیکھا۔ باوجودیکہ آپ کو وہ استقلال تھے جگر گوشہ اولاد اور ثمرۃ الفواد قرۃ العیون کے متواتر صدمات پر آپ پر وہ اضمحلال ہرگز طاری نہیں ہوا جو مرشد العرب والعجم کی دنیاوی مفارقت سے آپ پر ہویدا ہوا کئی وقت آپ کھانا نہ کھا سکے کسی سے بات چیت کرنا یا مجمع میں بیٹھنا آپ کو گوارا نہ ہو سکا آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوتے اور ہر چند آپ ضبط فرماتے مگر بیتاب ہو جاتے تھے سالہا سال کے بعد آج یہ مضمون عام طور پر ظاہر ہوتا ہے کہ امام ربانی کو اعلیٰ حضرت کے وصال کا جو صدمہ ہوا شاید دنیا میں کسی کو ایسا صدمہ نہ ہوا ہو۔ مہینوں آپ کی یہ حالت رہی کہ شب کو چارپائی پر لیٹتے ہی خدام کو رخصت فرما دیتے اور خلوت میں پلنگ پڑے ہوئے گھنٹوں رویا کرتے تھے بعض مخلصین اتفاقیہ ایسی حالت میں جا پہنچے ہیں انہوں نے ایسی آواز سنی ہے جیسے دیگچی کو آگ پر رکھ دیا جاتا ہے اور وہ جوش مارتی ہے۔ یہ آپ کا ضبط تھا کہ آنے والے کی آہٹ پاتے ہی آپ غم کو پی جاتے اور اسی حالت پر آ جاتے تھے جو مطمئن اور صاحب راحت وسکون شخص کی ہونی چاہیے ضرورت نہ تھی کہ آپ کے اس مخفی حال کا اظہار کیا جائے خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ آپ نے بقیہ عمر میں خود ہی کبھی اس کا اظہار نہ چاہا ہو مگر ضرورت نے مجبور بنا کر یہ مضمون لکھوایا۔ رنج و غم کے متعلق آپ کی یہ حالت حالانکہ مہینوں رہی مگر جب اعلیٰ حضرت کا تذکرہ فرماتے تو یہی فرمایا کرتے کہ مجھے حضرت کے ساتھ وہ محبت نہیں ہے جو دوسروں کو ہے۔ اس کا یہ مطلب

تھا کہ آپ اس محبت کو بھی کافی اور قابل اعتبار نہ سمجھتے تھے اس حالت محمودہ میں بھی آپ اپنے کو دوسروں سے کم اور دوسروں کو اپنے سے زیادہ سمجھے ہوئے تھے اندر سے آپ کا جی چاہتا تھا کہ کاش اس سے بھی زیادہ تعلق و محبت قلب کو عطا ہوا۔ اعلیٰ حضرت کی دنیاوی مفارقت کے حادثہ پر مخفی طور پر ماہی بے آب کی طرح تڑپنا آہ کرنا رونا اور بے تاب ہو جانا جو کچھ بھی خلوت میں ہوتا تھا اس کا تو خاص ہی لوگوں کو علم ہے مگر عام لوگوں نے اتنا مضمون ظاہر بھی دیکھا ہے کہ جب مجلس میں اعلیٰ حضرت کا تذکرہ ہوتا یا کوئی نووارد مہمان تعزیت کے کلمات کہتا تو آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے اور بے چین ہو جاتے تھے آپ کا جی چاہتا کہ چیخیں ماریں مگر ضبط کو کام میں لاتے اس کشاکشی سے آپ کے حرکات پر وہ تغیر نمودار ہوتا تھا جس کا رفع ہونا گھنٹوں میں مشکل پڑ جاتا تھا یہاں تک کہ آپ کی یہ حالت دیکھ کر واقفین و حاضرین نے اس تذکرہ سے احتیاط کر لی اور جو نووارد یا اجنبی شخص آتا اس کو پہلے ہی منع کر دیا جاتا کہ اعلیٰ حضرت کے وصال پر ملال کا ذکر نہ فرما دیں (مکاتیب رشیدیہ ص ۱۸۴) ف باوجود ایسے واقعات کے جن سے ایک ظاہر میں عالم کے گو وہ علامہ ہی ہوتا حضرت قدس سرہ سے قطع تعلقات کے موجب ہونے کا احتمال ہو سکتا تھا ذرہ برابر تعلق میں کمی نہ ہونا جس اعتقاد و عشق کی خبر دیتا ہے وہ دلالت علی المدعا میں اقوی دلیل ہے۔

حال ایک دن مولوی امیر شاہ خاں صاحب نے حضرت (گنگوہی) قدس سرہ سے ایک قصہ بیان کیا کہ میں ایک روز مسجد حرام میں ایک بزرگ کے پاس بیٹھا ہوا تھا ان کے پاس ایک نوعمر درویش آئے اور بیٹھ گئے وہ بزرگ جن کے پاس میں بیٹھا ہوا تھا ان کے پاس ایک نوعمر درویش آئے اور بیٹھ گئے وہ بزرگ جن کے پاس میں بیٹھا ہوا تھا اس درویش کی طرف مخاطب ہو کر کہنے لگے کہ بھائی تمہارے قلب میں بڑی اچھی چیز ہے ان بیچاروں نے اپنا حال چھپانا چاہا مگر انہوں نے پردہ ہی فاش کر دیا کہنے لگے کہ تمہارے قلب میں ایک عورت کی شبیہ ہے اس کی ناک ایسی ہے اور

آنکھیں ایسی ہیں اور بال ایسے ہیں غرض تمام حلیہ بیان کر دیا اس وقت وہ درویش بہت نادم ہوئے اور اقرار کیا کہ بے شک آپ سچ فرماتے ہیں ابتداء جوانی میں مجھے ایک عورت سے عشق ہو گیا ہر وقت اس کے دھیان میں رہنے سے اس کی شبیہ میرے قلب میں آ گئی اب جب کبھی طبیعت بے قرار ہوتی ہے تو آنکھ بند کر کے اس کو دیکھ لیتا ہوں کچھ سکون ہو جاتا اور طبیعت ٹھہر جاتی ہے۔ مولوی امیر شاہ خاں صاحب یہ قصہ بیان کر کے منتظر رہے کہ حضرت کچھ ارشاد فرمائیں گے مگر حضرت امام ربانی قدس سرہ نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔ سن کر خاموش ہو گئے جب گئی مرتبہ مولوی صاحب نے بات اٹھائی تب حضرت نے ارشاد فرمایا بھائی یہ کچھ زیادہ غلبہ نہیں ہے کیونکہ ان کو آنکھیں بند کرنے اور قلب کی طرف متوجہ ہونے کی نوبت پہنچی تھی میرا حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ برسوں یہ تعلق رہا ہے کہ بغیر آپ کے مشورہ کے میری نشست و برخاست نہیں ہوئی حالانکہ حاجی صاحب مکہ میں تھے اور اس کے بعد جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہی تعلق برسوں رہا ہے اس کے بعد اتنا فرما کر آپ خاموش ہو گئے کچھ نہ فرمایا اور دیر تک ساکت و سرنگوں رہے (تذکرۃ الرشید ص ۱۹۶) ف کیا ایسا قومی تعلق بدون اعتقاد کامل بلکہ اکمل کے ہو سکتا ہے۔

حال مولوی شاہ صادق الیقین مرحوم نے حضرت گنگوہی کا یہ ملفوظ حضرت قدس سرہ کی نسبت نقل کیا ہے۔ حضرت صاحب پرچہ می فرمانید درست می فرمانید (تذکرۃ الرشید ص ۴۵۲) ف وجہ دلالت ظاہر است

حال یہی حال جناب حاجی امداد اللہ صاحب سے تھا۔ تھانہ بھون میں آتے جاتے ملاقات کر آتے۔ یا وہاں مقام ہی ہوتا۔ سبحان اللہ کیا جلسہ تھا پیر محمد والی مسجد میں وہ گلزار تھا کہ شب و روز سوائے ذکر اور قال اللہ اور قال الرسول کچھ اور دھیان نہ تھا آخر شب میں ذکر جہر کا یہ رنگ ہوتا کہ غافل بھی جاگ اٹھتے اور توفیق ذکر اللہ کی پاتے (سوانح مولانا محمد قاسم صاحب) ف یہ شہادت ہے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ

کی۔

حال حضرت گنگوہیؒ کی عبارت امداد السلوک کے خطبہ میں۔ افتخار المشائخ الاعلام مرکز الخواص والعوام منبع البرکات القدسیۃ مظر الفیوضات المرضیۃ معدن المعارف الالہیۃ مخزن الحقائق مجمع الاوقائق سراج اقرانہ قدوتہ اہل زمانہ سلطان العارفین ملک التارکین غوث الکاملین غیاث الطالبین الذی کلت السنۃ الاقلام من مدائحہ البالغۃ واعجزت التوصیف شمائلہ الکرائم والساطحۃ لغبطہ الاولون والآخرون من شعارہ ویحسدہ الفاجرون والغافلون من وثارہ مرشدی متمدی وسیلۃ یومی وغدی مولائی ومعتقی سیدی سندی الشیخ الحاج المشتہر بامداد اللہ الفاروقی تھانوی سلمہ اللہ تعالیٰ بالارشاد والہدایۃ وازال بذاتہ المطہرۃ الضلالۃ والغوایۃ استعانہ نمودہ وباذیال فیضان وعاطفتش پناہ جستہ ورنہ صلاحیت ایں امر یمنداشت وبایں راہ پائے ہمتیو انست افراشت (امداد لسلوک ص ا)

ف یہ القاب کس اعتقاد کا نشان دے رہے ہیں۔

حال اشعار حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ

بحق مقتدائے عشقبازاں رئیس پیشوائے مقتداں
امام راستبازاں شیخ عالم ولئی خاص صدیق معظم
شہ والا گہر امداد اللہ کہ بہر عالم است امداد اللہ

(امداد السلوک ص ۹۵) ف مولانا نانوتوی کی شہادت ہے ایقاظ یہ حضرات ائمہ ثلاثہ اس رجہ کے ہیں کہ اگر حضرت قدس سرہ کے کمال کا ان کے سوا کوئی بھی شاہد نہ ہوتا تو مضر نہ تھا چہ جائیکہ اور بہت کاملین ظاہری و باطنی کے اقوال و معاملات بکثرت شہادت دے رہے ہیں چنانچہ گذشتہ دوسرخیوں سے ایک استفادہ علماء قبول مشائخ اور دوسرے ہجرت مکہ معظمہ اور تیسرے ملفوظات کے حصہ سوم سے مختصراً یہ واضح ہوسکتا ہے۔

صورت و سیرت

حال سر مقدس کلان و بزرگ ہے اور پیشانی کشادہ و بلند ہے اور انوار حقانی پیشانی مبارک سے واضح ولائح ہیں۔ ابرو وسیع و خمدار۔ چشمان مبارک کلاں ہیں اور ہمیشہ خمار ذوقیہ ربانیہ میں سرشار رہتی ہیں۔ رنگ شریف گندم گوں ہے نحیف الجسم معتدل القامت گو نہ مائل بطوالت لیکن نہ اتنا کہ طویل کہنے کے قابل بلکہ جیسا کہ قامت شریف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آیا ہے خفیف العارضین طویل اصابع الیدین گویا حجازی ہیں فصیح البیان عذب الکلام کثیر المروت عظیم الاخلاق جس کسی سے بات کرتے ہیں بکمال بشاشت و خوشی تبسم فرماتے ہیں اور افضل ترین اخلاق حضرت ایشاں تخلق باخلاق قرآن ہے۔ کماورد عن عایشة رضی اللہ عنھا فی وصف خلقه صلی اللہ علیه وسلم جمیع اخلاق حسنہ کہ قرآن شریف میں ان کی مدح ہے ذات مبارک میں جمع ہیں اور جتنے اخلاق رذیلہ کہ قرآن شریف میں ان کی برائی ہے بالطبع ان سے متنفر اتباع سنت سینہ واجتناب بدعات قبیحہ عادات صیلہ سے ہے اور استقامت بہ شریعت غرا وطریقت بیضا اخلاق لازمہ رضیہ سے ہے کہ الاستقامۃ فوق الکرامۃ والکرامۃ تحصل بعد الاستقامۃ خمیر شریف آپ کا ہے ذات پاک صاحب اشارات علمیہ وحقائق قدسیہ جامع انوار محمدیہ ومنازل عرشیہ ہے۔ وال علی اللہ السبحان وعلی سبیل الجنان دواعی الی العلم والعرفان ہے اور حامل لواء عارفان و ضیاء قلوب ناقصان ومبین اسرار وکاشف ومظہر عوارف معارف مربی علم وحال صاحب ہمت ومقال ہے۔ طریقۂ شریفہ آپ کا متضمن جذب ومجاہدہ وعنایت ہے۔ سن کر آپ کا ادب کو پہنچنا ہے اور صحو مقامات حجاب سے ترقی کو پہنچنا ہے۔ حقائق توحید سامی باشریعت دمساز ہیں واسرار مجاہدات گرامی معرفت سے ہمراز اولیا عصر آپ کی ولایت پر اجماع رکھتے ہیں اور علمائے زمان آپ علو منزل کا اعتراف کرتے ہیں۔ حضرت حق

سبحانہ تعالیٰ نے علوم اسماء وصفات سے آپ کو مخصوص فرمایا ہے اور معارف خاص و خصوصیات علوم اعلیٰ سے مقامات مرحمت فرمائے ہیں اور مقام اکبر و مدوا اکثر وعطائے انفع ونواں لوسع پر ممتاز فرمایا ہے (شمائم امدادیہ ص ۲۵)

ذکر بعضے خلفاء اعلیٰ حضرت قدس سرہ

حضرت کے فیوض و برکات اقصائے عالم ہیں اور مختلف ممالک میں اس قدر دور پہنچے تھے کہ آپ کے خلفاء کا حصر و احصاء محال عادی ضرور ہے مگر صرف ہندوستان میں جن بعض کے اسماء مبارکہ اہل قلم نے اپنی یاد کے موافق ضبط کئے ہیں ان کو نقل کرتا ہوں۔ بعد ازاں اوّل جس شخص نے علماء سے بیعت کی جامع فضل وکمال ممکنہ افراد انسانی حضرت ابی الحکیم مولانا رشید احمد گنگوہی سلمہ اللہ تھے اور تمام خلفاء حضرت ایشاں سے کمالات باطنیہ میں گوئے بقت لے گئے بعد ازاں وارث علوم دین مستفیض بہ فیضان یقین حضرت الحاج مولانا محمد قاسم نانوتوی کہ کشف اسرار وقائق علوم الہیہ میں ایک آیۃ آیات الٰہی سے تھا۔ منتظم سلسلۂ بیعت ہوئے نور اللہ ضریحہ بعد ان کے علامۂ عصر حضرت مولوی عبدالرحمٰن کاندھلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ وحضرت مولوی محمد حسین پانی پتی رحمہ اللہ تعالیٰ وجامع علوم الہیہ وعالیہ الحاج مولانا محمد یعقوب نانوتوی مدرس اول مدرسۂ دیوبند نور اللہ مضجعہ وحضرت مولوی حافظ محمد یوسف تھانوی ابن حضرت عارف کامل حافظ محمد ضامن نور اللہ مرقدہ وحضرت الحاج المولوی حکیم ضیاء الدین رامپوری السہارنپوری وجناب ادیب ادیب فقیہ لبیب محدث اجل مفسر انجل فاضل افضل حضرت استاذی الحافظ الحاج مولانا فیض الحسن السہارنپوری ادامہ اللہ سبحانہ بافاداتہ وافاضاتہ وعالی جناب نواب حضرت الحاج المولوی محی الدین خاں مراد آبادی وصاحب تالیفات کثیرہ حضرت الحاج المولوی محی الدین خاں خاطر میسوری و مدرس بے نظیر ذکی وخوش تقریر حضرت الحافظ الحاج مولانا احمد حسن الدسکری الپٹیالوی

مدرس اول مدرسہ دارالعلوم کانپور سلمہ و ابقاہ حضرت الحاج المولوی نور محمد مرحوم مغفور حضرت الحاج المولوی محمد شفیع نورنگ آبادی بلند شہری و حضرت الحاج المولوی عنایت اللہ المالوی و حضرت جامع فضل و کمال الحاج مولانا صفات احمد غازی پوری و حضرت فاضل متورع تقی الحاج مولانا محمد افضل ولایتی و حضرت ذکی رضی فاضل نقی الحاج مولانا السید محمد فدا حسین الرضوی محی الدین نگری سلمہ اللہ تعالیٰ وابقاہ وغیرہم رزقہم اللہ سبحانہ حلاوۃ الایمان وختم اللہ مہم علی الایمان والعرفان داخل طریقہ حضرت ایشاں ہوئے اور سلسلہ مسترشدین میں آئے (شمائم امدادیہ ص ۲۶)

حقر کہتا ہے کہ اس ہی جماعت میں مولانا محمد حسین صاحب الہ آبادی بھی ہیں اور بعض حضرات کے نام خود حضرتؒ نے ضیاالقلوب میں متناً و حاشیہ تحریر فرمائے ہیں اور وہ یہ ہیں مولوی رشید احمد صاحب سلمہ و مولوی محمد قاسم سلمہ عزیزم مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی و حافظ محمد یوسف تھانوی و مولوی کرامت علی صاحب ساکن ضلع انبالہ و مولوی محمد ابراہیم ساکن موضع اجراور راوانند کہ اوشاں نیز مجاز و نیز عزیزم حکیم ضیاء الدین کہ خلیفہ خاص حضرت قطب الاقطاب مولانا حافظ محمد ضامن صاحب رحمتہ اللہ علیہ اند ہم مجازند۔ ان میں سے بعض حضرات کے مستقل سوانح بھی ہیں جیسے تذکرۃ الرشید و سوانح حضرت مولانا محمد قاسم صاحبؒ۔

خاتمہ مختصرہ

حال حضرت قبلہ کی کچھ عمر زائد نہ تھی کل چوراسی سال تین مہینے بیس روز کا سن شریف تھا مگر کچھ خلقۃً ضعیف خفیف اللحم تھے اس پر مجاہات وریاضات و تقلیل طعام و منام پھر ہجوم خواص وعوام ارسب سے بڑھ کر عشق حسن ازلی جو استخوان تک کو گھلا دیتا ہے ان اسباب سے آخر میں اس قدر ضعف ہو گیا تھا کہ کروٹ تک بدن دشوار تھا کھانا پینا بار تھا مگر دل عشق منزل ہر وقت نشۂ لقاء میں سرشار تھا اسی میں اسہال شروع ہو گیا مگر نظافت و لطافت و استقلال و استقامت وشفقت بحال تربیت طالبان خدا میں ذرہ برابر فرق نہ آیا تھا۔ آخر ضعف زائد ہوتا گیا حتی کہ بارہ یا تیرہ جمادی الاخری ۱۳۱۷ھ روز چہار شنبہ وقت اذان صبح اپنے محبوب حقیقی سے واصل ہوئے اور جنت المعلی (مقبرہ اہل مکہ) میں ہم پہلو مولانا رحمت اللہ صاحب مہاجرؒ کے رکھے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون واقعی یہ ہے کہ ایسا شیخ کامل کسی نے کم دیکھا ہوگا۔ اللھم ارفع درجتہ فی اعلی علیین واخلفہ فی عقبہ فی الغابرین اللھم لا تحرمنا احرہ ولا تفتنا بعدہ امین یارب العلمین حقیر نے ایک مختصر مادہ تاریخیہ کہا ہے مخل الخلد کہ قول اولیاء اللہ لایموتون سے مستنبط ہے حضرت صاحب کے ایک خلیفہ عالم رؤیا میں مشرف بہ زیارت ہوئے اس طرح کہ کوئی مقام نہایت بلند مثل ٹیلہ کے ہے اس پر ایک سفید خیمہ کھڑا ہے جس میں حضرت رضی اللہ عنہ رونق افروز ہیں اور خطاب کر کے فرماتے ہیں شعر

آئینہ ہستی چہ باشد نیستی　　نیستی بگزیں گر ابلہ نیستی

سبحان اللہ اس خواب میں حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم مقام وقرب تام پر کئی وجہ سے دلالت ہے اول مقام کا بلند ہونا کہ مطابق آیۂ۔ حور مصورات فی الخیام نعیم جنت سے ہے۔ سوم خیمہ کا سفید ہوتا کہ احب الالوان البیاص اونحرہ وارد ہے ونیز لباس سفید موافق حدیث صحیح ورقہ کے علامت جنتی ہونے کی ہے۔ چہارم تعلیم وتلقین فرمانا کہ اشارہ ہے طرف مقبولیت شان ارشاد حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پنجم معلوم ہوتا ہے کہ حضرتؒ کو بدولت اس پستی ونیستی کے جو خاص مشرب و مذاق حضرت کا تھا جیسا اہل مشاہدہ پر مخفی نہیں بڑی دولتیں ملی ہیں اسی لئے اس طرف مخاطب کو متوجہ فرمایا۔ ششم مثنوی شریف کے مضامین میں (کہ حسب قول اہل حقیقت کے معنی کلام حق ہے) آپ کی روح مطہر کا مستغرق ومشغول ہونا دلیل مناسبت روحانی مولوی معنوی ہے اور جب آیۂ۔ مع الذین انعم اللہ علیھم الخ دلیل قرب الٰہی ہے ہفتم حضرت رضی اللہ عنہ کی شفقت وتوجہ اپنے خدام کی طرف کہ موقوف ہے حصول اطمینان وسکون پر جس سے ظہور مضمون۔ لا تخافوا و لا تحزنوا کا بخوبی ہوتا ہے اور اس سے افاضۂ برزخیہ کی تائید بھی ہوتی ہے جس کا محققین اثبات کرتے ہیں ایسا ہی خواب رؤیا صالحہ کہلاتا ہے۔ جس کے باب میں ارشاد نبوی ہے۔

یراھا للسلم اوتری لہ والحمد اللہ تعالی علی ذلک.

حال متعلق وصال شریف کمال آمدۂ خط مکہ معظمہ سے جو حضرت صاحب کیمرض وفات میں آیات ھا معلوم ہوا تھا کہ حضرت صاحب اس حالت میں مستغرق رہتے تھے اور افاقہ میں کبھی اشعار عشقیہ پڑھتے جس سے سامعین کو بڑا سوز وگداز ہوتا ایک شعر بھی لکھا تھا اس خط کی نقل ضائع ہوگئی ایک مصرع قریب قریب یہ تھا ع یہ متصل عشق کی ہے اس میں آئے جسکا جی چاہے ف حضرت صاحب پر توحید اور عشق کا نہایت غلبہ تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس حالت استغراقی میں اور زیادہ انکشاف ہوگیا تھا توحید وعشق کے کمال ہونے میں کیا شبہ ہے۔ کمال بروایت معتبر معلوم ہوا کہ حضرت

صاحب نے مرض وفات میں مولوی محمد اسمعیل صاحب بن ملا نواب صاحب کو جو بجائے خود ایک شیخ ہیں اور حضرت سے ان کو بہت انس تھا یہ وصیت فرمائی کہ میں چاہتا ہوں میرے جنازہ کے ساتھ ذکر جہر ہوا انہوں نے کہا کہ مناسب نہیں آپ نے حسب عادت فرمایا اچھا جیسی مرضی ہو غرض جب جنازہ لے چلے ایک عرب بولا۔ اذکروا اللہ سب ہمراہیوں نے ذکر جہر شروع کردیا ف اس سے علاوہ ایک کرامت کے حضرت صاحب کا غایت حسب ذکر اللہ صاف ثابت ہے اور اشارہ اس طرف بھی ہے کہ میت اس کوادراک کر کے مقلذ ذ ہو سکتا ہے۔

اطلاع نمبر ۱۔ احقر نے خطبہ کے اخیر میں جو ترتیب رسالہ کے قبل لکھ لیا تھا لکھا ہے کہ کچھ سینہ میں محفوظ ہے ارادہ تھا کہ تربیت کے وقت یاد سے کچھ کچھ لکھوں گا مگر ہجوم مشاغل کے سبب ذہن نے مساعدت نہیں کی اس لئے اس سے معذور رہا اگر حق تعالیٰ کو منظور ہوا تو شاید دوسرا وقت فرصت کا اس کے لیے نکل آئے۔

اطلاع نمبر ۲۔ اثناء ترتیب میں یہ بھی خیال تھا کہ ایک مختصر تذکرہ حضرتؒ کے خلفا و اخوان طریقت و مشائخ قریبہ کا لکھ کر اس کا ضمیمہ بنادیا جائے مگر وقت کی تنگی سے اس وقت اس کا بھی انتظام نہیں ہو سکا اور اس تیار شدہ کے اشاعت میں اس کے لئے دیر کرنا اچھا نہ معلوم ہوا۔ اس کے لئے بھی دوسرے سے وقت کا انتظار رہے و ما ذلک علی اللہ بعزیز۔